بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

محبوبِ خدا ﷺ کی دلربا ادائیں

تالیف

مولانا عبدالقیوم حقانی

القاسم اکیڈمی ● جامعہ ابوھریرہ
خالق آباد ● ضلع نوشہرہ ● سرحد۔ پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

محبوبِ خدا ﷺ کی دِلربا ادائیں

تالیف

مولانا
عبدالقیوم حقانی

القاسم اکیڈمی ● جامعہ ابوھریرہ
خالق آباد ● ضلع نوشہرہ ● سرحد۔ پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

سلسلہ ۵:

محبوبِ خدا ﷺ

کی دلربا ادائیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا عبدالقیوم حقانی

حضور اقدس ﷺ کا خوشبو کا استعمال، سراپائے معطر سے خوشبو کی مہک وعطر بیزیاں، امت کے لئے دستور العمل، پسینہ مبارک عمدہ ترین خوشبو، گفتگو، اندازِ بیان اور طرزِ تقریر، شیرینی گفتار، بشاشت وتبسم، سرگیں آنکھیں، خندہ روئی و خوش طبعی، دل لگی، لطائف وظرائف، مزاحِ نبوت یا علوم ومعارف کا گنجینہ، ذوقِ شعر وادب، محبوب مصرعے، پسندیدہ اشعار، رات کی قصہ گوئی، حدیثِ خرافہ، حدیثِ اُمِ زرع، گیارہ خواتین کی دلچسپ توصیفِ ازواج کی حیرت انگیز داستان شمائلِ ترمذی کے (۳۶) احادیث کی عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ تشریح وتوضیح

القاسم اکیڈمی
جامعہ ابوھریرہ خالق آباد برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ
فون وفیکس ! 0923(630237)630094

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ''القاسم اکیڈمی'' محفوظ ہیں

نام	:	محبوبِ خدا ﷺ کی دلرُبا ادائیں
تصنیف	:	عبدالقیوم حقانی
ضخامت	:	197 صفحات
پروف ریڈنگ	:	استاذ العلماء مولانا محمد زمان صاحب مدظلہ
کمپوزنگ	:	مولوی گل رحمٰن رکن القاسم اکیڈمی
تاریخ اشاعت	:	رجب ۱۴۲۶ھ / اگست 2005ء
تعداد بارِ اول	:	1100
قیمت	:	روپے
ناشر	:	القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

83982

ملنے کے پتے

=============

- صدیقی ٹرسٹ صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس ۴۵۸ گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی ۷۴۸۰۰
- مولانا سید محمد حقانی مدرس جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ
- کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
- زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی
- مولانا خلیل الرحمٰن راشدی، جامعہ ابوہریرہ چنوں موم سیالکوٹ
- مکتبہ سید احمد شہید ۱۰ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
- اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

Marfat.com

تعارف

شرح شمائلِ ترمذی بڑی سائز کی تین جلدوں 1608 صفحات میں تکمیل پذیر ہوئی جو حدیث کے اساتذہ اور طلبۂ دورۂ حدیث کے علاوہ عامۃ المسلمین کے لئے بھی بے حد نافع ہے جس میں حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائلِ ترمذی کی سہل و دلنشین تشریح، سلجھی ہوئی سلیس تحریر، اکابر علماء دیو بند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر ٹھوس دلائل و تفصیل، رواۃِ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قولِ فیصل، معرکۃ الآراء مباحث پر جامع کلام، علماء دیو بند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمال محمد ﷺ کا محد ثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، اردو زبان میں پہلی بار منصۂ شہود پر آئے ہیں۔ مگر اس کے ضخیم و عظیم ہونے اور کثیر مصارف کے پیش نظر ہر ایک کی قوتِ خرید سے باہر ہونے کے سبب سب کے لئے اس کے حصول کی استطاعت اور دسترس ممکن نہ تھی اس لئے شرح شمائل ترمذی کو علیحدہ علیحدہ مستقل عنوان سے مختلف چھوٹے چھوٹے اجزاء میں بھی علیحدہ علیحدہ کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ غالب خیال یہ ہے۔ یہ سلسلۂ اشاعت آٹھ اجزاء پر تکمیل پذیر ہوگا۔ مقصد یہی ہے کہ شمائل و خصائل نبوی کا کوئی نہ کوئی حصہ ہر مسلمان کی دسترس میں ہو، ہر گھر میں پہنچے، پیغام عام ہو اور مشن تام ہو۔

البتہ شمائل ترمذی کے رواۃ کا تذکرہ جو بڑی سائز میں شرح شمائل ترمذی کے ساتھ تیسری جلد کی صورت میں چھپ چکا ہے وہ علیحدہ بھی کتابی صورت میں اسی سائز میں چھاپ دیا جائے گا کہ مستفیدینِ طلبۂ حدیث اور فن رجال سے شغف رکھنے والے احباب کو اسے علیحدہ مستقل کتابی صورت میں حاصل کرنا آسان ہو چھوٹی سائز کے اب تک شائع شدہ اجزاء کا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) ”جمال محمد ﷺ کا دلربا منظر“

جس میں محبوبِ دو عالمؐ کا جلوۂ جہاں آراء، چہرۂ انور، جسم اطہر، تمام اعضاء و اندام کے تناسب و اعتدال، موزونیت، حسن و جمال، نورانیت اور اعجاز و کمال کا ایمان افروز تذکرہ شمائل ترمذی کی (۲۲) احادیث کی تشریح و توضیح کی روشنی میں جمالِ محمدؐ کا حسین و دلربا منظر بیان کیا گیا ہے۔

Marfat.com

(۲) ”روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں“

جس میں محبوبِ دو عالم ﷺ کی زلفیں، اقسام واحکام، مانگ، تیل، کنگھی، سرمے، لباسِ مسنون واعتدال، لباس فقر وفاخرہ میں فرق، گذرانِ اوقات، مجموعہ فقر وغنا اور روئے زیبا کے موضوع پر شمائلِ ترمذی کے اڑتالیس (۴۸) احادیث کی مفصل توضیح وتشریح کردی گئی ہے۔

(۳) ”ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضوافشانیاں“

جس میں حضور اقدس ﷺ کے موزے، جوتے، انگوٹھی، تلوار، زرہ خود، عمامہ ودستار، تہبند وازار، قناع، نشست تکیہ وسہارا اور رفتار اور مختلف محبت بھری اداؤں پر مشتمل ۶۰ احادیث کی عالمانہ محققانہ تشریح وتوضیح، دلفریب اور عشقِ رسول ﷺ سے لبریز تحریر۔

(۴) ”آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاء پاشیاں“

جس میں حضور اقدس ﷺ کے پسندیدہ کھانے، محبوب غذا، سالن وروٹی، پسندیدہ پھل، مرغوب مشروبات، کھانے پینے کے مسنون طریقے وآداب، دسترخوان، پیالے، روٹی، ضیافت ومہمان نوازی، بعض معجزات، کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونے، آغاز میں بسملہ اور اختتام میں دعا اور کلماتِ طیبات پر مشتمل شمائل ترمذی کے (۷۷) احادیث کی سلیس، جامع اور دلنشین تشریح وتوضیح

(۵) ”محبوبِ خدا ﷺ کی دلرُبا ادائیں“

جس میں حضور اقدس ﷺ کا خوشبو کا استعمال، سراپائے معطر سے خوشبو کی مہک وعطر بیزیاں، امت کے لئے دستور العمل، پسینہ مبارک عمدہ ترین خوشبو، گفتگو، اندازِ بیان اور طرزِ تقریر، شیرینی گفتار، بشاشت وتبسم، سرمگیں آنکھیں، خندہ روئی وخوش طبعی، دل لگی، لطائف وظرائف، مزاحِ نبوت یا علوم ومعارف کا گنجینہ، ذوقِ شعر وادب، محبوب مصرعے، پسندیدہ اشعار، رات کی قصہ گوئی، حدیثِ خرافہ، حدیثِ اُمِ زرع، گیارہ خواتین کی دلچسپ توصیفِ ازواج کی حیرت انگیز داستان شمائلِ ترمذی کے (۳۶) احادیث کی عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ تشریح وتوضیح۔

Marfat.com

فہرستِ مضامین

محبوبِ خدا ﷺ کی دلرُبا ادائیں

عنوان	صفحہ
تعارف	۳
مقدمہ	۱۳
باب ماجآء فی تعطّر رسول اللہ ﷺ	۱۹
باب حضور اقدس ﷺ کے خوشبو استعمال کرنے کے بیان میں	
خلاصۂ باب	۱۹
جسمِ اقدس کے خوشبو کی مہک	۱۹
آپ جس راستے سے گزرتے وہ مہک اٹھتا	۲۰
آپ کا پسینہ، عمدہ ترین خوشبو	۲۰
استعمالِ خوشبو اُمت کیلئے دستور العمل	۲۱
خوشبو کب لگانی چاہیئے	۲۱
لفظِ سکتہ کے معانی	۲۲
مضمونِ حدیث	۲۳
سراپا خوشبو یا جسمِ معطّر	۲۳
جہیز میں پسینہ رسول ﷺ کی خوشبو	۲۳
دستِ مبارک کے خوشبو کی عطر بیزیاں	۲۴
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح	۲۶
مضمونِ حدیث کی تشریح	۲۷
مرد اور خواتین کیلئے خوشبو کا استعمال	۲۸
مسلمان خواتین کی غفلت وجہالت	۲۹
سند کی بحث	۳۰
لفظِ ''ریحان'' کی تشریح	۳۱
جنت البقیع کا ایک واقعہ	۳۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
حکیم ابراہیم کا سانحۂ ارتحال ---	۳۳	**رسول اللہ ﷺ**	
مکتوباتِ قدسیہ ----------	۳۳	**باب حضور اقدس ﷺ کی گفتگو**	۴۳
جنت البقیع میں بچھو کا مسئلہ -----	۳۳		
خاک یثرب میں دفن ہونے کی آرزو	۳۴		
حضرت نانوتویؒ کی تمنا -------	۳۵	لفظِ ''کلام'' کی بحث --------	۴۳
خاکِ مدینہ -----------	۳۶	شیرینیٔ گفتار ----------	۴۴
اصلاحِ کتاب ---------	۳۶	حافظ ابنِ حجرؒ کا ارشاد -------	۴۵
بنیادی عقائد کے انکار کا وبال ---	۳۶	حضور اقدسؐ کا تین مرتبہ کلام دہرانا۔	۴۶
جوارِ رسول ﷺ کی برکتیں ----	۳۷	تکرارِ کلام کیوں؟ --------	۴۶
قصیدہ بردہ کے اشعار -----	۳۷	مبلّغ، واعظ اور مدرس کیلئے ہدایت -	۴۸
خوشبو تحفۂ رحمت ہے -------	۳۸	''وصافا'' کی مراد -----	۵۰
ترجمۃ الباب سے مناسبت ----	۳۹	ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے	۵۰
حضرت جریرؓ کا معائنہ -----	۴۰	متواصل الاحزان -------	۵۱
حضرت جریرؓ کی خوبصورتی -----	۴۱	ایک تعارض کا جواب -----	۵۱
جمالِ محمد ﷺ اور حسنِ یوسفؑ ---	۴۱	دائم الفکرۃ ---------	۵۲
		لیست له راحة --------	۵۳
		طویل السکت --------	۵۳
باب کیف کان کلام	۴۳	حسبِ ضرورت گفتگو --------	۵۴
		آغاز واختتامِ کلام کی کیفیت ---	۵۴

Marfat.com

عنوان	صفحہ
و یتکلم بجوامع الکلم ----	۵۵
گفتگو مبارک ----------	۵۷
احبّاب اور اعداء کے ساتھ معاملہ --	۵۸
عظمتِ مقام و رفعتِ شان ----	۵۸
تعظیمِ نعمت ----------	۵۹
دنیا اور اُمورِ دنیا سے تعلق کی نوعیت -	۶۰
حضورِ اقدسؐ کا غصّہ حق کیلئے ہوتا تھا	۶۱
جب اشارہ فرماتے --------	۶۱
جب غصہ ہوتے ----------	۶۱
جب خوش ہوتے ----------	۶۲
آپ ﷺ کا تبسّم --------	۶۲
ظہورِ نواجذ اور تبسّم میں تعارض کا جواب	۶۳
باب ماجاء فی ضحک رسول اللہؐ	۶۵
باب حضور اقدس ﷺ کے ہنسنے میں	
پنڈلیاں مبارک ----------	۶۶

عنوان	صفحہ
غالبِ اوقات، تبسّم آپؐ کا معمول تھا	۶۶
سرمگین آنکھیں ----------	۶۷
متواصل الاحزان سے تعارض اور جواب	۶۸
حصرِ اضافی ------------	۶۹
دائمی تفکر و حزن اور ہمیشہ مسکراہٹ کی تطبیق	۷۰
حضورؐ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے	۷۲
حدیث میں ذکر کس کا ہے؟ ----	۷۲
ما اراھا ھنا کی تشریح ------	۷۳
قسم کیوں لی گئی --------	۷۳
روایاتِ ضحک و تبسّم کا حاصل ----	۷۳
ذکر نواجذ کا ہے مراد ضواحک ہیں -	۷۴
بارگاہِ نبوت میں حضرت جریرؓ کا مقام	۷۵
ضحک بمعنی تبسّم ----------	۷۶
حضور ﷺ کا تبسّم وخندہ روئی --	۷۶
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح ----	۷۸
زحف کا معنیٰ ----------	۷۸
آخری جنتی سے باری تعالیٰ کا خطاب	۷۹
آخری جنتی کی تمنا --------	۷۹
ادنیٰ جنتی کا اعلیٰ مقام -------	۸۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
آخری جنتی کی حیرت واستعجاب ---	۸۱	مزاح سے ممانعت کے وجوہ ----	۹۲
تمہید ----------------	۸۳	حضورؐ کیلئے مزاح ضروری ہونے کی غرض	۹۲
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح ----	۸۴	مزاح آفت نہیں سنت ہے ----	۹۳
لفظِ دابۃ کی تشریح ----------	۸۴	یاذاالاذنین کا مطلب -------	۹۴
تکبیر وحمدلہ میں تثلیث کی حکمت --	۸۵	توصیف بھی اور تعلیم بھی -----	۹۴
تعجب بمعنیٰ محبت ورضا کے -----	۸۶	بعض الفاظِ حدیث کی تشریح ---	۹۵
حدیث سے ماخوذ افادات -----	۸۶	استخراجِ مسائل ---------	۹۶
نقلِ روایت -------------	۸۷	جوازِ مزاح پر استدلال ------	۹۷
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح ----	۸۸	صغیر کو کنیت سے پکارنا' جائز ہے -	۹۷
قول بمعنیٰ فعل ------------	۸۸	پرندوں کا پالنا ---------	۹۸
حضورِ اقدس ﷺ کیوں ہنسے؟ --	۸۹	حرمِ مدینہ میں شکار کا مسئلہ ----	۹۸
خلاصۃ الباب ----------	۹۰	سجع کا حکم ------------	۹۹
		تصغیرِ اسماء بھی مباح ہے -----	۹۹
باب ماجآء فی صفة مزاح		حضورؐ کے مزاح پر صحابہؓ کا مکالمہ -	۱۰۰
رسول اللہ ﷺ	۹۱	بعض الفاظِ حدیث کی تشریح ----	۱۰۱
باب! حضورِ اقدسؐ کے مزاح		سوال وجواب میں حزم واحتیاط کرنا چاہئے	۱۰۱
اور دل لگی میں		بارگاہِ نبوت میں دیہاتی ہدایا ---	۱۰۳
		حضورِ اقدس ﷺ کے ہدایا----	۱۰۴
مزاح سنت ہے ---------	۹۱		

Marfat.com

عنوان	صفحہ
آپ ﷺ کا قولی مزاح	۱۰۴
ہدیہ میں اسوۂ حسنہ	۱۰۵
مدارِ قبولیت حُسنِ باطن پر ہے	۱۰۵
حضورِ اقدس ﷺ کا فعلی مزاح	۱۰۵
تقاضائے عشق ومحبت	۱۰۶
ھذا العبد کی بحث	۱۰۷
حضرتِ زاہرؓ کی انکساری	۱۰۷
مزاح نبوتؐ، علوم ومعارف کا گنجینہ	۱۰۸
غیر اللہ میں اشتغال' خواہشات کی بندگی ہے	۱۰۹
لفظِ ''عجوز'' کی تشریح	۱۱۱
مسلمان مرد اور خواتین' جوان ہو کر	--
جنت میں داخل ہوں گے	۱۱۲
باب ماجاء فی صفة کلام رسول اللہ ﷺ فی الشعر	۱۱۳
باب! حضور اقدس ﷺ کے	

عنوان	صفحہ
ارشادات در بابِ اشعار	
غرضِ انعقادِ باب	۱۱۳
شعر وشاعری اور اس کا شرعی حکم	۱۱۳
شعر حضور ﷺ کے شایانِ شان نہیں	۱۱۳
مذموم اشعار	۱۱۴
قرآن میں شعراء کا تذکرہ	۱۱۴
اچھے اشعار	۱۱۴
آپؐ اچھے اشعار شوق سے سنتے تھے	۱۱۵
حضورِ اقدسؐ کا ایک محبوب مصرعہ	۱۱۶
ایک پسند فرمودہ مصرعہ کے دو معانی	۱۱۶
شعر میں تقدیم تاخیر کا مقصد	۱۱۷
حضرت درخواستیؒ کی ایک ادا	۱۱۷
حضرت لبیدؓ	۱۱۸
حضرت لبیدؓ کا ایک شعر جو حضورؐ کو پسند تھا	۱۱۹
امیۃ بن ابی الصلت	۱۲۰
خلعتِ خون کی سعادت	۱۲۱
ایک اشکال سے جواب	۱۲۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ
شعر کا پس منظر ----------	۱۲۲
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح ----	۱۲۴
شعر موزون کرنیکے اشکال سے جواب	۱۲۴
مفاخرت نسبی کا شرعی حکم ------	۱۲۴
حدیث کی مفصل تشریح ------	۱۲۵
دادا سے نسبت کی توجیہات ------	۱۲۵
پس منظر اور تفصیلی واقعہ ------	۱۲۶
ایک انتباہ ------------	۱۲۷
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کا ارشاد	۱۳۰
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح ----	۱۳۲
عرضِ ایرادِ حدیث ---------	۱۳۲
استخراجِ مسائل ---------	۱۳۳
حضرت عمرؓ نے نکیر کیوں فرمائی ---	۱۳۳
انشاء و استماعِ شعر کے جواز پر استدلال	۱۳۴
سو سے زائد حاضریوں کا ایک مشاہدہ	۱۳۵
حضور ﷺ کی خاموشی کا راز ---	۱۳۵
حضور ﷺ کی محفل میں لطائف و تبسم	۱۳۶
اچھے اشعار حضور ﷺ کو پسند تھے -	۱۳۸
امیۃ ابی الصلت کا ایک لاجواب شعر	۱۳۹
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح ----	۱۴۰
نعتِ حسانؓ کے لئے حضورؐ کا اہتمام	۱۴۱
بنو تمیم کے وفد سے شعر و خطابت میں مقابلہ	۱۴۱
تلوار کی طرح زبان سے بھی جہاد ضروری ہے	۱۴۲
حضرت حسانؓ کے بعض مشہور اشعار	۱۴۳
اچھے اشعار مندوب ہیں -----	۱۴۴
باب ماجآء فی کلام رسول اللہ ﷺ فی السمر	۱۴۵
باب! حضور اقدس ﷺ کا کلام رات کو قصہ گوئی کے بیان میں	
لفظِ ''سمر'' کا معنی، تشریح اور احکام -	۱۴۵
غرضِ انعقادِ باب ---------	۱۴۵
عربوں کے ملکات فاضلہ -----	۱۴۶
ازواجِ مطہرات کی تعلیم و تربیت کا اہتمام	۱۴۷
ذات لیلۃ کی وضاحت -----	۱۴۷
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح ----	۱۴۸

Marfat.com

عنوان	صفحہ
حدیثِ خرافہ	۱۴۸
وجہ تشبیہ	۱۴۹
خرافہ کون تھا	۱۴۹
استنباطِ مسائل	۱۵۰
حدیث امّ زرع، امّ زرع کا قصہ	۱۵۱
سند کے لطائف	۱۵۲
تمہیدی گزارش	۱۵۲
وجہ تسمیہ	۱۵۳
یہ قصہ کہاں ہوا	۱۵۳
عہد وعقد کا معنیٰ وتشریح	۱۵۴
پہلی خاتون کا بیان	۱۵۵
لاسهل ولا سمین کا اعراب	۱۵۶
دوسری خاتون کا بیان	۱۵۷
حالات کے تفصیلی بیان سے انکار کی وجہ	۱۵۸
ایک اشکال سے جواب	۱۵۸
عُجَرُ بُجَرُ کی تحقیق	۱۵۹
حاصلِ بیان	۱۵۹
تیسری خاتون کا بیان	۱۶۰
دو جملوں میں جمیعِ عیوب کا تذکرہ	۱۶۰
چوتھی خاتون کا بیان	۱۶۱
اعتدالِ مزاج کی ایک عمدہ تعبیر	۱۶۲
پانچویں خاتون کا بیان	۱۶۳
فہد کا معنی وتشریح	۱۶۳
لفظِ اسد کا معنیٰ وتشریح	۱۶۴
لفظِ عہد کا معنی وتشریح	۱۶۵
چھٹی خاتون کا بیان	۱۶۶
إن اکل لفّ	۱۶۶
و ان شرب اشتفّ	۱۶۷
وان اضطجع التف	۱۶۸
ساتویں خاتون کا بیان	۱۶۸
عیایاء کا معنیٰ	۱۶۹
غیایاء کا معنیٰ	۱۶۹
طباقاء کے مختلف معانی	۱۷۰
مجمع الامراض	۱۷۰
شجک کی وضاحت	۱۷۱
فلّک کا مطلب	۱۷۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ
آٹھویں خاتون کا بیان	۱۷۱
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا ارشاد	۱۷۲
نویں خاتون کا بیان	۱۷۳
پہلی خصلت	۱۷۳
دوسری خصلت	۱۷۴
تیسری خصلت	۱۷۵
چوتھی خصلت	۱۷۵
دسویں خاتون کا بیان	۱۷۶
کثرتِ مال کی عمدہ تعبیر	۱۷۷
کمالِ سخاوت کی عمدہ تعبیر	۱۷۸
گیارہویں خاتون کا بیان	۱۷۸
قانونِ نحوی	۱۸۰
وجہ تسمیہ حدیث	۱۸۱
استفہام برائے تعظیم وتفخیم	۱۸۱
لفظ اناس اور حلی کا معنیٰ وتشریح	۱۸۲
بازوؤں کے موٹاپے کا ذکر	۱۸۲
زوجہ کو انتہا درجہ خوش کر دیا	۱۸۳
غریب خاندان سے اُٹھا کر مالداروں میں جگہ دی	۱۸۳
زوج اور سسرال کے عمدہ اخلاق	۱۸۵
اُمِّ ابی زرع کے اُصول	۱۸۶
شوہر کی پہلی بیوی سے بیٹے کا ذکر	۱۸۷
بنتِ ابی زرع کا وصف	۱۸۸
ابوزرع کی لونڈی کی صفت	۱۸۹
ابوزرع کی ایک حسین خاتون سے ملاقات	۱۸۹
دو لڑکے کون تھے؟	۱۹۰
یلعبان سے مراد کیا ہے؟	۱۹۰
ابوزرع نے طلاق دے دی	۱۹۱
گیارہویں خاتون نے نکاح کر لیا	۱۹۱
زوجِ ثانی کی توصیف میں کمال	۱۹۱
زوجِ ثانی کی بہادری کی توصیف	۱۹۲
حُسنِ سلوک	۱۹۲
جانوروں کا جوڑا جوڑا عنایت فرمایا	۱۹۳
زوجہ کی خاندان کی کفالت کے احسانات	۱۹۳
دونوں ازواج میں تقابل اور فوقیتِ ابوزرع	۱۹۳
فضیلتِ عائشہؓ وعظمتِ رسول ﷺ	۱۹۴
اخذِ مسائل	۱۹۶
کیا ذکرِ عیوبِ ازواج غیبت تھا؟	۱۹۶

Marfat.com

مُقدّمہ

الحمد لحضرة الجلالة والصلوۃ والسلام علی خاتم الرسالة

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُکْثِرُ الصَّلٰوۃَ عَلَیْکَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ مِنْ صَلٰوتِیْ فَقَالَ مَا شِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ "لَکَ قُلْتُ النِّصْفَ، فَقَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ" لَکَ ، قُلْتُ فَالثُّلُثَیْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ "لَکَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَکَ صَلٰوتِیْ کُلَّھَا قَالَ اِذًا تُکْفٰی ھَمُّکَ وَیُکَفَّرُ لَکَ ذَنْبُکَ .(رواہ الترمذی)

حضرت اُبی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا! میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ پر درود زیادہ بھیجا کروں (یعنی اللہ تعالیٰ سے آپ پر صلوٰۃ کی استدعا زیادہ کیا کروں) آپ ﷺ مجھے بتا دیجئے کہ اپنی دعا میں سے کتنا حصہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کروں؟ (یعنی میں اپنے لئے دعا کرنے میں جو وقت صرف کیا کرتا ہوں اس میں سے کتنا آپ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کردوں)

آپ نے فرمایا: جتنا چاہو۔ میں نے عرض کیا تو پھر میں آدھا وقت اس کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا چاہو کردو۔ اور اگر اور زیادہ کرو گے تو تمہارے کے لئے بہتر ہی ہوگا۔ میں نے عُرض کیا: تو پھر میں اس میں سے دو تہائی وقت آپؐ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا جتنا تم چاہو کردو، اور اگر زیادہ کردو گے تو تمہارے لئے خیر ہی کا باعث ہوگا۔ میں نے عرض کیا: پھر تو میں اپنی دعا کا سارا

Marfat.com

ہی وقت آپ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری ساری فکروں اور ضرورتوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفایت کی جائے گی (یعنی تمہارے سارے دینی و دنیاوی مہمات غیب سے انجام پائیں گے) اور تمہارے گناہ وقصور معاف کر دیئے جائیں گے۔ (جامع ترمذی)

O

جب بندہ اپنی طلب اور رغبت کو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور محبوب چیز میں خرچ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کو اپنی خواہشات اور اپنے مطالب پر مقدم رکھتا ہے تو خداوند قدوس اس کے تمام امور و مہمات میں اس کا مددگار حامی ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے تمام دنیوی و دینی مقاصد پورے ہو جاتے ہیں مَنْ کَانَ لِلّٰهِ کَانَ اللّٰهُ لَهٗ یعنی جو اللہ تعالیٰ کا ہو کر رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا حامی ہو جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ درود شریف کی یہ برکت وفضیلت ہے کہ جو شخص اس کا ورد رکھے اور اسے اپنی زندگی کا ایک ضروری جزء بنا لے تو اس کے لئے دین و دنیا دونوں جگہ آسانیاں اور سہولتیں فراہم ہو جاتی ہیں اور اس کے تمام مقاصدِ خیر پورے ہو جاتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ''جب میرے شیخ بزرگوار حضرت عبدالوہاب متقیؒ نے مجھے مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے رخصت فرمایا تو یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ جاؤ!

اور یاد رکھو کہ اس راہ میں ادائے فرض کے بعد کوئی عبادت آں حضرت ﷺ پر درود بھیجنے کے مماثل نہیں ہے لہٰذا (ادائے فرض کے بعد) تم اپنے اوقات کو اسی مقدس مشغلہ میں صرف کرنا اور کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہونا''۔

حضرت شیخ عبدالحقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ''اس کے لئے کوئی عدد مقرر فرما دیا جائے (کہ اتنی تعداد میں درود پڑھ لیا کروں)''۔

شیخ عبدالوہابؒ نے فرمایا اس سلسلہ میں کسی عدد کا تعین کرنا شرط نہیں ہے بلکہ درود شریف اتنی کثرت کے ساتھ پڑھنا کہ اس کے ساتھ رطب اللسان ہو جاؤ اور اسی کے

Marfat.com

رنگ میں رنگین ہو جاؤ اور اسی میں مستغرق ہو جاؤ۔

حصن حصین کے مصنفِ علّام نے مفتاح میں لکھا ہے کہ ”آں حضرت ﷺ پر درود بھیجنے کے بے شمار فوائد ہیں اور دنیا و آخرت میں اس کے لئے بے انتہا ثمرات مرتب ہوتے ہیں خصوصاً تنگی و پریشانی، کسی خاص مہم فکرات اور مطلب برآری کے سلسلہ میں اس کا بارہا تجربہ ہوا ہے۔ چنانچہ خود میرا تجربہ ہے کہ میں اکثر خوف وہلاکت کی جگہ گھر گیا اور مجھے وہاں سے اگر نجات ملی تو آں حضرت ﷺ پر درود بھیجنے کے صدقہ میں“۔

رفعتوں کی جستجو میں ٹھوکریں تو کھا چکے
آستانِ یارؐ پر اب سر جھکا کر دیکھئے

--- 0 ---

احقر نویں یا دسویں جماعت کا طالب علم تھا درابن کلاں میں ہمارے مہربان استاد جناب کالو خان ماسٹر کے بھائی کی کتابوں کی دکان تھی۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کی مطبوعہ خوبصورت کتاب فضائل درود شریف پر نظر پڑی، ہدیہ کرلی اور پھر اسے حرزِ جان بنا لیا اسی کی برکتوں میں ایک ثمرہ یہ بھی ظاہر ہوا کہ احقر نے اللہ کے فضل سے میٹرک تک ٹیکنیکل سائنس ترک کر کے علوم نبوت کی تحصیل اور علمِ دین کے حصول کے لئے خود کو وقف کر دیا۔

اذا تکفٰی ھمّک (تمہاری ساری فکروں اور ضرورتوں کی کفایت کی جائے گی) کا یہ وعدہ اور بشارت تب سے اب تک مسلسل ہر جگہ زندگی کے ہر موڑ میں، ہر مشکل گھڑی میں سامنے موجود پاتا ہوں، شرح شمائل ترمذی کا یہ مبارک مرحلہ، اور اب ۹ اجزاء میں اس کی اشاعت کی توفیقات، یہ سب اسی بشارت کے حقیقی مظاہر ہیں خدا تعالیٰ واقعۃً ہمیں اس کے ادراک کی بھی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

احقر ایک نادار طالب علم، ایک فقیر و مسکین خادمِ علم اور سرتاپا گنہ گار امتی رسولؐ! دربارِ رسول ﷺ تک کونسا جذبہ لے آیا، یہ میں نہیں جانتا مجھے اپنے آپ پر کوئی اختیار نہیں! میں نے آج تک جو کچھ بھی کیا اس کی بھی توفیق نہ تھی۔ اس لئے کہ اہلِ نظر نے جو کچھ دیکھا وہ بھی میری سعی کا نہیں، تائید کا نتیجہ ہے۔

Marfat.com

میرے حصّہ میں کیا آیا؟ حیرانی اور صرف حیرانی! آج بھی میں جو کچھ لے کر حاضر ہو رہا ہوں، یہ توفیق نہیں انعام ہے کیونکہ مجھے اپنے گناہوں کا حال اوروں سے زیادہ معلوم ہے۔ مجھ سے جو کام مولا نے لینا ہے، وہ لے رہا ہے۔ کیونکہ میں تو اپنی ذات میں نارسائیوں کی پوٹ ہوں اور کچھ بھی نہیں ہوں!

مجھ کو کچھ ہوش نہیں ہے میری منزل ہے کہاں
قدمِ شوق مگر ہیں کہ اٹھے جاتے ہیں

میری گنہ گاری اپنی جگہ، توفیق ایزدی اپنی جگہ

نہ گلم نہ برگِ سبزم نہ درختِ سایہ دارم
در حیرتم کہ دہقان بچہ کار کشت مارا

------------ 0 ------------

آج سے تقریباً ستر (۹۳) برس پہلے مولانا شبلی نعمانی کے دل میں سیرۃ النبیؐ لکھنے کا خیال آیا تو بقول سید سلیمان ندوی انہوں (مولانا شبلی) نے ۱۹۳۳ء میں اس بارِ امانت کو اٹھانے کا فیصلہ کرلیا۔ چنانچہ پچاس ہزار کے سرمایہ سے قوم میں مرافعہ پیش کیا۔ سینکڑوں مسلمان اس خدمت کے لئے آگے بڑھے۔ ان میں فقرائے امت بھی تھے اور امرائے ملت بھی۔ لیکن یہ سعادتِ اُخروی ازل ہی سے نواب سلطان جہاں بیگم تاج الہند فرمانروائے بھوپال کے لئے مقدر تھی۔ اس لئے وہ سب سے آگے بڑھیں اور سوانح نگارِ نبوت کو دوسرے آستانوں سے بے نیاز کر کے اس سرمایۂ سعادت کو اپنے خزانۂ عامرہ میں شامل کرلیا۔ ان کی خدمت میں مولانا شبلی نعمانی نے یہ اشعار لکھے تھے۔

عجم کی مدح کی، عباسیوں کی داستاں لکھی
مجھے چندے مقیمِ آستانِ غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرتِ پیغمبرِ خاتمؐ
خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

بہر حال فرمانروا خواتینِ اسلام نے جو مذہبی کارنامے اب تک انجام دیئے ہیں۔

Marfat.com

آئندہ مؤرخ غالباً اس کارنامے کو سب سے بڑا اقرار دے گا کہ اس کا تعلق اس ذاتِ اقدس سے ہے جو اسلام کی تاریخ میں کائنات کی سب سے بڑی ہستی ہے"۔

یہ اور ایسے کام جو بڑے اہتمام اور سرمایہ سے شروع کیے جاتے ہیں، اسے اس ناچیز طالب علم نے اپنے جذبہ ہی کو ساری پونجی سمجھ کر شروع کر دیا تھا مجھے نہیں معلوم کہ یہ کام کس پایہ کا ہے۔اس کا فیصلہ آپ کریں گے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ 0 ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"محبوبِ خدا ﷺ کی دلرُبا ادائیں" شرح شمائلِ ترمذی کے علیحدہ علیحدہ اجزاء کی طباعت کے سلسلہ میں پانچویں جلد ہے جس میں حضور اقدس ﷺ کا خوشبو کا استعمال ،سراپائے معطر سے خوشبو کی مہک وعطر بیزیاں، امت کے لئے دستور العمل ، پسینہ مبارک عمدہ ترین خوشبو ، گفتگو ، اندازِ بیان اور طرزِ تقریر ، شیرینی گفتار، بشاشت وتبسم ،سرگیں آنکھیں، خندہ روئی وخوش طبعی ، دل لگی ، لطائف وظرائف ،مزاحِ نبوت یا علوم ومعارف کا گنجینہ، ذوقِ شعروادب ،محبوب مصرعے ، پسندیدہ اشعار، رات کی قصہ گوئی ،حدیثِ خرافہ، حدیثِ اُمِّ زرع ، گیارہ خواتین کی دلچسپ توصیفِ ازواج کی حیرت انگیز داستان شمائلِ ترمذی کے (۳۶) احادیث کی عالمانہ ، فاضلانہ اور محققانہ تشریح وتوضیح کر دی گئی ہے ۔یقیناً قارئین اسے بھی سابقہ اجزاء کی طرح پسند کریں گے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ 0 ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

احقر نے اپنی علمی ، قلمی ، دماغی اور جسمانی ومالی تمام صلاحیتیں شمائل وخصائلِ نبوی ﷺ کی تشریح وتوضیح اور ترویج واشاعت کے لئے وقف کر دی ہیں ۔شمائل کا کام حدیث کا کام ہے اور خصائل نبوی سے مصاحبت ومجالست کا اعزاز ،اس کام کی اپنی برکتیں ہیں اس نام کی اپنی عظمتیں ہیں اللہ کریم اپنے محبوبؐ سے نسبت کی لاج رکھتے ہیں۔

وسائل صرف اللہ ہی کا نام اور اللہ ہی کا کام ، کام بنتا گیا ، ربّ بنواتے گئے ،نوازا بے پناہ نوازا ،توفیقات سے ،عنایات سے ، عالم اسباب میں میرے اس سارے کام میں نواب ، رئیس ، خان ، چودھری ، جاگیردار ،وڈیرے ،حکمران اور سرمایہ دار لوگ شریک نہ ہو

Marfat.com

سکے اور نہ انہیں اس توفیق سے نوازا گیا۔

اس عظیم اور وسیع کام میں میرے تلامذہ، اپنے طالب علم، القاسم اکیڈمی کے کارکن وخدام، بالخصوص عزیز مکرم مولوی گل رحمٰن سلمہ ربہ کو ازلی نیک بختیوں کے لئے اور انفاسِ قدس کی مصاحبت کے لئے خصوصیت سے نوازا گیا۔ منصوبہ بندی، کمپوزنگ، تقسیم اجزاء وترتیب، اولاً دو جلدوں کی تکمیل، پھر اسے تین جلدوں 1608 صفحات میں ڈھالنے اور پھر اسی سے نو (۹) اجزاء کی تشکیل الغرض کتاب کو ہمہ جہتی طور پر منظر عام پر لانے کیلئے اصل محرک اور تمام تر تحریکی صلاحیتوں کے ساتھ میدانِ عمل میں اترے اور کامیاب ہوتے گئے۔

عزیز موصوف نے دن رات ایک کر کے خود کام کیا، احباب سے کام لیا، کام کا جذبہ ولولہ، دُھن بلکہ اسے اپنے دل کی دھڑکن بنالیا۔ بے اختیار بارگاہِ قدس میں دست بہ دعا ہوں۔ اللہ کریم مولوی گل رحمٰن سمیت تمام رفقاءِ کار وخدام کو اپنی عظمتِ شان ہی کے شایانِ شان اجرِ عظیم عطا فرماوے اور ان کی تمام صلاحیتوں کو فروغِ علم، خدمتِ دین، درس وتدریس اور اشاعتِ حدیث وسنت اور غلبۂ دینِ اسلام میں کھپا دے آمین ثم آمین۔

عبدالقیوم حقانی

۲۱ رجب ۱۴۲۶ھ/ ۲۶ اگست ۲۰۰۵ء

Marfat.com

بَابُ مَاجَآءَ فِیْ تَعَطُّرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو استعمال کرنے کے بیان میں

تعطر : کا معنیٰ خوشبو لگانا، التعطر استعمال العِطر کما ان التطیّب استعمال الطیب (جمع ج۲ص۲) (تعطر کا معنیٰ عطر استعمال کرنا جیسے کہ تطیب کا معنیٰ خوشبو لگانا) عِطر عین کے کسرہ کے ساتھ الطیب کو کہتے ہیں۔ العطر بکسر العین وھو الطیب (مواہب ص ۱۵۶) عرب کثیر التعطر یعنی بہت عطر استعمال کرنے والے شخص کو "رجل معطر" کہتے ہیں (جمع ج۲ص۲) انعقادِ باب کی غرض ان احادیث کا بیان ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمالِ عطر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

جیسے کہ علامہ بیجوریؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ ای باب بیان الاحادیث الواردۃ فی تعطر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (مواہب ص۱۵۶)

خلاصۂ باب :

جن میں آپ ﷺ کے عطر کے استعمال کرنے، عطر کے تحفہ قبول فرمانے اور مردوں کے لئے کس قسم کے عطر کے استعمال اور خواتین کے لئے کس قسم کی خوشبو استعمال کرنے کا ذکر ہے۔

جسمِ اقدس کے خوشبو کی مہک :

احادیث میں استعمالِ عطر کا بیان ہے، حالانکہ اگر آپ عطر استعمال نہ بھی فرماتے،

Marfat.com

تب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے عمدہ ترین خوشبو مہکتی تھی جیسے علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں قد کان صلی اللّٰہ علیہ وسلم طیب الرائحۃ وان لم یمس طیبا کما جاء ذلک فی الاخبار الصحیحۃ (مواہب ص١٥٦) حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ میں نے کوئی خوشبو عنبر، مشک اور نہ کوئی اور خوشبو آپؐ کی خوشبو سے زیادہ عمدہ نہیں سونگھی (امام بخاریؒ اور احمدؒ نے اس کی روایت ان الفاظ میں کی ہے کہ ماشممت ریحاقط و لامسکا و لا عنبرا اطیب من ریح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رواہ احمد والبخاری (جمع ج٢ص٢) مگر اس کے باوجود آپؐ خارجی خوشبو بھی استعمال فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک پر دم فرما کر حضرت عقبہؓ کی کمر اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا، اس سے اس قدر پائیدار اور بے مثال خوشبو ہوئی کہ ان کی چاروں بیویاں (ہر ایک عمدہ ترین خوشبو استعمال کرتی تھیں) جن میں ہر ایک کی خواہش تھی کہ ان کے زیر استعمال خوشبو بھی حضرت عقبہؓ کی خوشبو کے برابر ہو جائے، مگر وہ مغلوب رہیں اور حضرت عقبہؓ کی خوشبو غالب رہی۔

علامہ ملا علی قاریؒ طبرانی کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کان عندہ اربع نسوۃ کلھن تجتھد ان تساویہ فیہ فلم تستطع مع انہ کان لایتطیب۔ (جمع ج٢ص٢)

آپؐ جس راستے سے گذرتے وہ مہک اٹھتا :

علامہ ملا علی قاریؒ نے ابویعلی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ جس راستے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گذرتے تھے، آپؐ کے بعد گزرنے والے اس راستہ کو خوشبو سے مہکتا ہوا پا کر سمجھ لیتے تھے کہ آپؐ کا ابھی اس راستہ سے گذر ہوا ہے (جمع ج٢ص٢)

آپؐ کا پسینہ عمدہ ترین خوشبو :

علامہ ملا علی قاریؒ نے مسلم کے حوالے سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ سوئے ہوئے تھے اور آپؐ کے بدن مبارک سے پسینہ نکل رہا تھا۔ حضرت ام سلیمؓ نے ایک شیشی میں اسے بھرنا شروع کر دیا کہ اچانک آپؐ کی آنکھ کھل گئی۔ آپؐ نے دریافت

Marfat.com

فرمایا کہ یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس کو ہم اپنی دیگر خوشبوؤں میں ملائیں گے، کیونکہ یہ سب سے زیادہ عمدہ خوشبو ہے **فقالت هذا عرقک نجعله لطیبنا وهو اطیب الطیب** (جمع ج۲ص۲) اسی طرح جو شخص حضور اقدس ﷺ سے مصافحہ کرتا، تمام روز اپنے ہاتھ سے عمدہ ترین خوشبو سونگھتا رہتا۔ یہی حال اس بچے کا ہوتا جس کے سر پر آپؐ دستِ شفقت رکھ لیتے (اتحافات ص ۲۶۳)

استعمالِ خوشبو اُمت کے لئے دستور العمل :

یہ تو آپؐ کی ذاتی اور جسم مبارک کی خوشبو تھی، جو قدرت نے ودیعت فرمائی تھی، مگر اس کے باوجود بھی آپؐ عالم اسباب میں خارجی خوشبو بھی استعمال فرماتے تھے تا کہ عام افرادِ اُمت، مرد و خواتین کے لئے بھی ایک مسنون عمل کا نمونہ موجود ہو اور امت کے لئے ایک دستور العمل بن جائے اور ان کے لئے خوشبو لگانے کی حدود متعین ہو جائیں۔

خوشبو کب لگانی چاہئے :

جمعہ، عیدین، نماز باجماعت، قرآن کی تلاوت، درس و تدریس اور ذکر کے حلقوں میں اور مباشرت کے وقت خوشبو لگانا چاہئے۔ صاحبِ اتحافات لکھتے ہیں **ویتأکد لکل من الرجل والمرأة عند المباشرة، فانها من حسن المعاشرة** (اتحافات ص۲۶۳) تا کہ کسی کے پسینہ کی وجہ سے دوسرے مسلمان کو اذیت نہ پہنچے۔ طہارت تو دین اسلام کی بنیادی تعلیم ہے۔ خوشبو اسی طہارت کا ایک حصہ ہے۔

اس باب میں مصنفؒ نے چھ احادیث ذکر کی ہیں۔

(۲۰۹/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا اَخْبَرَنَا اَبُوْاَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُخْتَارِ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكَّةٌ يَّتَطَيَّبُ مِنْهَا ۔

ترجمہ ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث محمد بن رافع اور بہت سے دوسرے لوگوں

Marfat.com

(رواۃ) نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں ہمیں اس کی خبر احمد زبیری نے دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ روایت شیبان نے عبداللہ بن مختار کے واسطہ سے بیان کی اور انہوں نے یہ روایت موسیٰ بن انس بن مالکؓ سے ان کے باپ کے واسطہ سے نقل کی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سکّہ تھا اس میں سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔

راویان حدیث (۴۶۹) محمد بن رافع (۴۷۰) شیبانؒ (۴۷۱) عبداللہ بن المختارؒ اور (۴۷۲) موسیٰ بن انسؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظِ سکۃ کے معانی :

قال کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکۃ یتطیب منھا ! لفظِ سکۃ کے دو معنیٰ آئے ہیں (۱) ظرفِ عطر یعنی ڈبیہ، شیشی یا عطردانی، جس میں خوشبو رکھی جاتی ہے ویحتمل ان تکون وعاء، وان کان المراد بھا الوعاء فھی للابتداء و قال الشارح والظاھر ان المراد بھا ظرف یوضع فیہ الطیب کما یشعر بہ قولہ منھا (مواہب ص ۱۵۶) (جب سکّہ سے مراد خوشبودانی ہو تو پھر یتطیب منھا میں لفظ من ابتدائیہ ہے اور شارحؒ بھی یہی کہتے ہیں کہ بظاہر اس سے وہ شیشی یا عطردانی مراد ہے جس میں عطر رکھا جاتا ہے جیسا کہ کہ اس کا قرینہ لفظ منہا ہے)

(۲) دوسرا معنیٰ ایک خاص قسم کی مرکب خوشبو نقل ہوا ہے۔ جو صندل زعفران گلاب وغیرہ کو ملا کر بڑی محنت سے تیار کی جاتی ہے۔ صاحبِ قاموس نے تو اس کے بنانے کا طریقہ بھی نقل کیا ہے۔ وقال العسقلانی وھی طیب مرکب (اتحافات ص ۲۶۴) (علامہ عسقلانیؒ نے سکّہ کو ایک خاص مرکب خوشبو کہا ہے) کان المراد بھا ھنا نفس الطیب فمن فی قولہ یتطیب منھا للتبعیض (مواہب ص ۱۵۶) (علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں یعنی سکّہ سے مراد یہاں خوشبو ہی ہے تو پھر اس صورت میں یتطیب منھا میں لفظ من تبعیضیہ ہوگا)

الغرض خوشبو دانی مراد ہو یا خوشبو، آپؐ کی حیاتِ مبارکہ میں نظم و ترتیب مدلول ہوتا ہے کہ سفر و حضر میں ضروریاتِ زندگی آپؐ اپنے پاس رکھتے تھے۔ سرمہ دانی، کنگھی، شیشہ اور خوشبو یا خوشبو دانی وغیرہ۔

83982

Marfat.com

مضمونِ حدیث :

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خوشبو یا خوشبودانی تھی، جس سے آپ ؐ خوشبو لگاتے تھے۔

سراپا خوشبو یا جسمِ معطر :

ابتداءِ باب میں یہ عرض کیا گیا کہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ اطہر ہر وقت خوشبو سے معطر اور مہکتا رہتا تھا۔ حضراتِ صحابہ کرام ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ؐ کے جسمِ اقدس کی خوشبو راستہ میں پھیل جاتی تھی اور ہم سمجھ لیتے کہ حضور اقدس ﷺ اسی راہ سے گذرے ہیں۔ لہٰذا ہم اسی خوشبو پر آپ تک پہنچ جاتے۔

علامہ ملا علی قاری ؒ، دارمی، بیہقی اور ابونعیم سے نقل کرتے ہیں :

انه لم یکن یمر بطریق فیتبعه احد الاعرف انه سلکه من طیب عرقه و عرفه ولم یکن یمر بحجر الا یسجد له (جمع ج۲ص۲)

جب حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی راستے سے تشریف لے جاتے، تو آپ ؐ کے پسینہ مبارک کی خوشبو کی وجہ سے صحابہ کرام ؓ حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتے تھے اور کسی ایک پتھر پر آپ ؐ کا گذر نہ ہوتا، مگر وہ پتھر آپ ؐ کو سجدہ کرتا۔

جہیز میں پسینۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو :

علامہ ملا علی قاری ؒ ابویعلیٰ سے نقل کرتے ہیں :

کہ ایک صحابی نے اپنی لڑکی کے جہیز میں کچھ کپڑے تیار کیئے اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آپ ؐ کا پسینہ مبارک طلب کرنے کی غرض سے حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ ؐ نے اپنے دستِ مبارک کی ایک انگلی کو اپنے اسی مبارک پسینہ سے تر کیا جو کہ ایک شیشی میں بند کیا ہوا تھا اور پھر چند قطرے اس صحابی کو عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ اپنی لڑکی سے کہہ دو کہ جب وہ جہیز کے کپڑے پہنے تو پسینہ کے ان قطروں کو بطورِ خوشبو استعمال کرے۔ اس کے بعد جب کبھی وہ نیک بخت خاتون یہ خوشبو استعمال کرتی تو اہل مدینہ اس کو سونگھتے اور

Marfat.com

اس گھر میں خواتین جمع ہو جاتیں۔ اس کے بعد اس گھر کا نام ہی۔۔۔ "بیت المطیبین" یعنی خوشبو سونگھنے والوں کا گھر مشہور ہو گیا۔ فکانت اذا تطیبت بہ شم اھل المدینۃ ذلک الطیب فسموا بیت المطیبین (جمع ج۲ص۲)

دستِ مبارک کی خوشبو کی عطر بیزیاں :

جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بار اپنا دستِ مبارک میرے چہرے پر پھیرا، میں نے اسے ٹھنڈا اور ایسی معطر ہوا کی طرح پایا جو کسی عطر فروش کی شیشی یا صندوق سے نکلتی ہے۔

حضرت عقبہ کا واقعہ اس سے قبل بھی اجمالاً عرض کیا جا چکا ہے۔ تفصیل سے ملاحظہ فرمایئے اور لطف اٹھایئے۔

اُم عاصم کہتی ہیں کہ ہم عقبہ کی زوجیت میں چار عورتیں تھیں، ہم میں سے ہر ایک اس کوشش میں رہتی کہ وہ خوشبو میں اپنے شوہر عقبہ سے بڑھ جائے اور عقبہ، وہ صرف اپنی داڑھی کو ایک عام تیل لگاتے، اس کے سوا اور کوئی خوشبو نہ استعمال کرتے، لیکن اس کے باوجود ہم سب سے زیادہ معطر اور پاکیزہ تھے، جب گھر سے نکلتے تو لوگ کہتے کہ ہم نے اس خوشبو سے زیادہ نفیس خوشبو نہیں سونگھی جو عقبہ لگاتے ہیں۔ ام عاصم کہتی ہیں کہ میں نے ایک روز عقبہ سے کہا ہم بہتر سے بہتر خوشبو لگانے کی کوشش کرتے ہیں، مگر آپ کی خوشبو سے نہیں بڑھ پاتیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ کہنے لگے مجھے نبی علیہ السلام کے عہد مبارک میں ایک بیماری لگ گئی تھی۔

میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بیماری کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے مجھے کپڑے (یعنی قمیص وغیرہ) اُتارنے کا حکم دیا۔ میں نے کپڑے اُتار دیئے اور آپ ﷺ کے آگے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک پر پھونک ماری، پھر اپنا ہاتھ میری پیٹھ پر پھیرا۔ اس روز سے میرے پورے جسم میں یہ خوشبو مہکی ہوئی ہے۔

حضرت الشیخ علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی المتوفی ۱۳۵۰ھ وصائل الوصول میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک سے جو

Marfat.com

خوشبو آتی تھی۔ وہ دوسری تمام خوشبوؤں سے مختلف ہوتی تھی۔ نیز فرماتے ہیں مسلم شریف میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کو کثرت سے پسینہ آتا تھا، چہرۂ انور پر پسینہ آتا تو موتیوں کی طرح محسوس ہوتا اور اس کی خوشبو مشک اور اذفر سے بھی زیادہ ہوتی۔

(۲/۲۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ لَا يُرَدُّ الطِّيْبَ وَ قَالَ اَنَسٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُرَدُّ الطِّيْبَ۔

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں ہمیں یہ روایت محمد بن بشار نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عزرۃ بن ثابت نے ثمامۃ بن عبداللہ کے حوالہ سے بیان کی۔ حضرت ثمامہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خوشبو کو رد نہیں کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوشبو کو رد نہ فرمایا کرتے تھے۔

مضمونِ حدیث تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے کہ جب کبھی بھی خوشبو تحفۃً یا ہدیۃً دی جائے تو قبول کر لی جائے۔ حضرت انس بن مالکؓ کا یہی معمول تھا۔ **لا یرد الطیب**، پھر ان کا یہ معمول حضور اقدس ﷺ کے عملِ مبارک کا پرتو تھا، **ان النبی ﷺ کان لا یرد الطیب** پھر ظاہر ہے کہ خوشبو کا ہدیہ خوش دلی سے دیا جاتا ہے تو خوش دلی سے لے لیا جائے، اس میں حکمت بھی یہی ہے کہ یہ ہدیہ اتنا قیمتی نہیں ہوتا کہ پیش کرنے والے پر گراں گذرے، پھر بھاری مقدار میں بھی نہیں ہوتا، چونکہ تھوڑی مقدار میں ہوتا ہے، اس لئے لینے والے کی طبیعت کو محسوس نہیں ہوتا، جیسا کہ مسلم شریف میں حدیث ہے، **من عرض علیہ ریحان فلا یرد فانہ خفیف المحمل وطیب الریح** (جمع ج۲ ص۲)

(جس شخص کو عطر اور خوشبو کا ہدیہ پیش کیا جائے وہ اسے رد نہ کرے کیونکہ اس کا بوجھ اور وزن تو نہیں اور اس کی خوشبو اچھی ہے)

درحقیقت حضور اقدس ﷺ سب کی دلجوئی فرماتے تھے اور کسی کی دل شکنی پسند

Marfat.com

ہی نہیں کرتے تھے۔ خوشبو کا رد کرنا ایک مخلص ومحب صادق کی دل شکنی کا سبب بن سکتا ہے۔ لہٰذا آپ قطعاً ہدیہ خوشبو کو رد نہ فرماتے تھے۔ دوسرا یہ بھی کہ آپ کو خوشبو بہت پسند تھی۔ اس لئے اس ہدیہ جمیلہ کو پسند کرنا ہی بہت احسن واجمل بات تھی۔ علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں :المعنیٰ انه لیس بثقیل بل قلیل المنة ومع هذا طیب الرائحة فالهدیة اذا کانت قلیلة و تتضمن منفعة فلا ترد لئلا یتأذی المهدی اذا لم یکن طماعاً (جمع ج ۲ ص ۴) (مطلب یہ کہ یہ کوئی وزنی چیز نہیں بلکہ وہ احسان کرنے میں کوئی بڑی چیز بھی نہیں اس کے باوجود اس کی خوشبو اچھی ہے۔ ھدیہ اگرچہ معمولی ہو، لیکن اس کا نفع اگر زیادہ ہے تو اس کو رد نہ کیا جائے تاکہ ہدیہ کرنے والے کی دل شکنی نہ ہو جب کہ وہ لالچی اور حریص نہ ہو)

(۲۱۱/۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی فُدَيْكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ جُنْدُبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ الطِّيبُ وَاللَّبَنُ ۔

امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابن ابی فدیک نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن مسلم بن جندب سے ان کے باپ کے واسطہ سے اخذ کی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں نہیں لوٹانی چاہئیں، تکیہ، اور خوشبو دار تیل اور دودھ۔

راویان حدیث (۴۷۳) ابن ابی فدیکؒ (۴۷۴) عبداللہ بن مسلمؒ اور (۴۷۵) عن ابیہ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

الوسائد جمع وسادۃ کی ہے، جو سوتے وقت سر کے نیچے رکھا جاتا ہے۔ اسے مخدۃ بھی کہتے ہیں۔ اذ قد یوضع تحت الخد والدهن کل ما یدهن به والمراد هنا الذی فیه طیب (مخدۃ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چونکہ وہ رخسار کے

نیچے بھی رکھا جاتا ہے اور دھن ہر وہ چیز ہے جو تیل کی جگہ استعمال کی جائے اور یہاں اس سے مراد خوشبودار تیل ہے)(اتحافات ص ۲۶۵)

مضمونِ حدیث کی تشریح :

مضمونِ حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے۔ اس روایت میں مذکور تمام چیزیں خواہ وہ تکیے ہوں یا خوشبودار تیل یا خوشبو اور دودھ' خفیف المحمل ہیں اور باہمی اعتماد و محبت کا باعث ہیں۔ جیسے یہی بات علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں **ولا بد من اعتبار معنی فی ثلاث من العظمة والشرف و قلة المؤنة و خفة المحمل** (جمع ج۲ ص۴) لہٰذا جب ہدیہ کے طور پر پیش کئے جائیں تو **لا ترد** یعنی واپس نہ کی جائیں بلکہ انہیں اللہ کی نعمت سمجھ کر قبول کر لی جائیں۔

شمائل میں بعض نسخوں میں الوسائد' الدھن اور الطیب مذکور ہے، اللبن نہیں ہے۔ بعض نسخوں میں اللبن ہے، الطیب نہیں ہے ، **وفی نسخة صحیحة بدله اللبن** (مواہب ص ۱۵۷) اور نسخہ صحیحہ میں طیب کی بجائے لبن کا لفظ ہے **ولعل المراد بالدھن ھو الذی له طیب فعبر تارة بالطیب و اخریٰ بالدھن** (جمع ج۲ ص۴) (اور شاید کہ دہن سے مراد خوشبودار تیل ہے تو کبھی اس کی تعبیر لفظ طیب (عطر) اور کبھی دھن (تیل) سے کی جاتی ہے) بعض روایات میں خوشبودار پودے اور پھول کا بھی ذکر آیا ہے۔ امام شافعیؒ نے ایسی سات چیزیں گنوائی ہیں اور انہیں اشعار میں نظم کیا ہے ....

عن المصطفیٰ سبع یسن قبولھا — اذا مابھا قد اتحف المرء خلان
فحلو و البان و دھن و وسادة — ورزق لمحتاج و طیب و ریحان

(مواہب ص ۱۵۷)

(سات چیزوں کا قبول کرنا سنت نبویہ ہے جب کوئی انسان وہ اپنے دوستوں کو بطور ہدیہ دے پس وہ حلوہ (میٹھی چیزیں) دودھ۔ تیل۔ تکیہ اور مسکین کے لئے کھانا اور عطر و خوشبو ہیں)

Marfat.com

(۲۱۲/۴) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوٗدَ الْحَفَرِیُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْجُرَيْرِیِّ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طِيْبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيْحُهٗ وَ خَفِیَ لَوْنُهٗ وَطِيْبُ النِّسَآءِ مَاظَهَرَ لَوْنُهٗ وَخَفِیَ رِيْحُهٗ ۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْجُرَيْرِیُّ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ عَنِ الطُّفَاوِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ بِمَعْنَاهُ ۔

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابوداؤد حفری نے سفیان کے واسطہ سے ابونضرۃ کی وساطت سے روایت کی اور انہوں نے یہ ایک شخص (طفاوی) سے سُنی ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مردانہ خوشبو وہ ہے کہ جس کی خوشبو پھیلتی ہوئی ہو اور رنگ غیر محسوس ہو (جیسے گلاب کیوڑہ وغیرہ) اور زنانہ خوشبو وہ ہے کہ جس کا رنگ غالب ہو اور خوشبو مغلوب (جیسے حنا زعفران وغیرہ)۔

امام ترمذیؒ دوسری سند اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس یہ روایت علی بن حجر نے بیان کی ۔ ان کے پاس اسمٰعیل بن ابراہیم نے جریری کے واسطہ سے بیان کی ۔ انہوں نے یہ روایت ابونضرۃ سے طفاوی کے ذریعے روایت کی اور انہوں نے صحابی رسول حضرت ابوہریرہ سے سُنی جو رسول اللہ ﷺ سے نقل فرماتے تھے اور یہ روایت پہلی روایت سے معنی میں متفق ہے۔

راویان حدیث (۴۷۶) ابوداؤد الحفری اور (۴۷۷) عن رجل کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مرد اور خواتین کے لئے خوشبو کا استعمال :

حضور اقدس ﷺ کا ارشادِ گرامی واضح ہے۔ لہٰذا مردوں کو چاہئے کہ وہ تو ایسی خوشبو ضرور استعمال کریں جو محفل میں دوسروں کو بھی محسوس ہو اور فضا معطر ہو، مگر اس کا رنگ نہ ہو۔ کماء الورد والمسک والعنبر و الکافور (جمع ج ۲ ص ۵) مگر عورتوں کی خوشبو

Marfat.com

کا رنگ نمایاں نہ ہو، وہ عطر انتہائی پوشیدہ ہو، کالزعفران والصندل ' والحناء (جمع ج۲ص ۵) علماء کہتے ہیں خواتین کے لئے خوشبو کا استعمال اس وقت ممنوع ہے جب وہ گھر سے باہر نکلیں۔فان مرورها على الرجال مع ظهور رائحة الطيب منها منهي عنه' (بے شک عورت کا خوشبو سے معطر ہو کر مردوں پر گزرنا شرعاً ممنوع ہے) گھر میں ہو یا اگر شوہر کے پاس ہو تب استعمال جائز ہے فاما اذا كانت عند زوجها فلتطيب بما شاء ت (جمع ج۲ ص۵) اور جب عورت اپنے خاوند کے پاس ہو پھر جو عطر چاہے لگا سکتی ہے) جیسا کہ ترمذی شریف کی ایک حدیث سے اس کی تائید ہو جاتی ہے۔ عن ابی موسیٰ كل عين زانية والمرأة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهي زانية (جمع ج۲ص۶) (حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں ہر آنکھ (غلط نظر کرنے میں) زنا کرنے والی ہے اور جب عورت عطر لگا کر کسی مجلس پر گزرتی ہے تو وہ (اس صورت میں گویا کہ) زانیہ ہے)

اسی طرح احمد، صحیح مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جو عورت بخور لے، وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں نہ آئے۔ ايما امراة اصابت بخورا فلا تشهد معنا العشاء الآخرة (جمع ج۲ص۴)

مسلمان خواتین کی غفلت و جہالت :

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ نے یہاں مسلمان خواتین کے موجودہ اور مروجہ طرزِ عمل پر بہت رونا رویا ہے کہ عام مسلمان خواتین تو اپنی جگہ، عرب مسلمان خواتین بھی فرنگی تہذیب کی لپیٹ میں ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کے پاکیزہ اخلاق و تعلیمات سے غافل ہو گئی ہیں۔ واتت من الاعمال ماينذى له جبين الاسلام (اتحافات ص۲۶۷) (اور ایسے اعمال کرتی ہیں جس سے اسلام کا چہرہ داغدار ہو جاتا ہے) مسلمان خواتین مغربی تہذیب کی تقلید میں اندھادھند چلی جارہی ہیں، نہ حیا ہے نہ پردہ، نہ شرم نہ غیرت، بلکہ مختلف قسم کے سینٹ لگا کر بازاروں کی زینت بنتیں اور شیطان کا کردار ادا کرتی ہیں۔

حضور اقدس ﷺ ہی کے تعلیمات و ہدایات اور سنتوں میں عزت بھی ہے اور عظمت بھی،

Marfat.com

نجات بھی ہے اور فلاح بھی۔

(۳۱۳/۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلِيفَةَ وَعَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ ذُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ الصَّوَّافُ عَنْ حَنَّانٍ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْطِىَ اَحَدُكُمُ الرَّيْحَانَ فَلَا يَرُدُّهٗ فَاِنَّهٗ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ اَبُوْعِيْسٰى وَلَا نَعْرِفُ لِحَنَّانٍ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ فِىْ كِتَابِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ حَنَّانُ الْاَسَدِىُّ مِنْ بَنِىْ اَسَدِ بْنِ شَرِيْكٍ وَهُوَ صَاحِبُ الرَّقِيْقِ عَمُّ وَالِدِ مُسَدَّدٍ وَ رَوٰى عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ وَ رَوٰى عَنْهُ الْحَجَّاجُ بْنُ اَبِىْ عُثْمَانَ الصَّوَّافُ وَ سَمِعْتُ اَبِىْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ۔

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں ہمیں یہ روایت محمد بن خلیفہ اور عمرو بن علی نے بیان کی۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم کو اسے یزید بن ذریع نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت حجاج صواف نے حنان کے واسطہ سے بیان کی۔

انہوں نے یہ روایت ابوعثمان نہدی سے روایت کی۔ ابوعثمان نہدی تابعی کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو ریحان دیا جائے اس کو چاہئے کہ لوٹائے نہیں، اس لئے کہ (اس کی اصل) جنت سے نکلی ہے۔

راویان حدیث (۴۷۸) محمد بن خلیفۃؒ (۴۷۹) حجاج الصوافؒ (۴۸۰) حنانؒ اور (۴۸۱) ابوعثمان النہدیؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

سند کی بحث :

ابوعثمان النہدی تابعی ہیں۔ ظاہر ہے کہ انہیں حضور اقدس ﷺ کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل نہیں، مگر اس کے باوجود انہوں نے یہ روایت آپؐ سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ لہٰذا یہ روایت مرسلات سے ہے۔ جیسے کہ علامہ سیوطیؒ نے اس کی تصریح کی ہے فالحدیث مرسل کما صرح به السیوطی (جمع ج۲ ص۶) جو اس صورت میں معتبر ہوتی ہیں، جب اس کے راوی ضعیف نہ ہوں بلکہ ثقہ ہوں۔

Marfat.com

لفظِ ''ریحان'' کی تشریح :

ریحان کا اطلاق عموماً ایک خاص قسم کے خوشبودار پودے ''نیاز بو'' پر آتا ہے، جس کی ٹہنی اور پھول نہایت خوشبودار ہوتا ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کی تعریف کل نبت طیب فھو ریحان (ہر خوشبودار پودا ریحان ہے) سے کی گئی ہے۔ علامہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں وھو کل نبت طیب الریح من انواع المشوم علی ما فی النہایة (جمع ج۲ص۶) (کہ مشمومات (سونگھی جانی والی چیزوں) میں اچھے خوشبودار پودے کو کہتے ہیں جیسے کہ نہایہ میں بھی اس طرح ہے)۔

اہل مغرب ریحان کو ایک خاص درخت سے مخصوص کرتے ہیں، جسے آس کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ حدیث صحیح میں بھی یہی مراد ہے، جس میں آیا ہے کہ ...... مثل المنافق الذی یقرأ القرآن کمثل الریحانة ریحھا طیب و طعمھا مر (جمع ج۲ص۶) (اس منافق کی مثال جو کہ قرآن پڑھتا ہے ایسی ہے جیسے کہ ریحانہ کا درخت کہ اس کی خوشبو تو اچھی ہے لیکن ذائقہ کڑوا ہے) اہل شام وعراق حبق کو ریحان کہتے ہیں اور حبق پودینہ کو کہتے ہیں۔ بہر حال لغوی اعتبار سے ریحان کا معنیٰ خوشبو، رحمت آرام، چین، آسائش، صاحب اور دوست کے بھی آتے ہیں۔ اس کے معنیٰ میں وسعت ہے۔

جنت البقیع کا ایک واقعہ :

مجھے اس موقع پر ایک واقعہ یاد آرہا ہے، جب اپنے ایک بزرگ اور مہربان دوست ماہنامہ الحق کے کاتب (جب کمپیوٹر اور کمپوزنگ مروج نہ تھے) جناب الحاج عبدالواحد صاحب خوشنویسؒ (جو معروف سکالر، عظیم مصنف حضرت مولانا عبدالمعبود صاحب مدظلہٗ صاحب تاریخ مکة المکرمہ و مدینة المنورہ کے برادر بزرگ تھے) صبح سویرے چمن سے چنبیلی کے پھول کاٹ کر اپنے میز پر سجاتے اور باوضو الحق کی کتابت کرتے، احقر اُن دنوں ماہنامہ الحق کی خدمت پر مامور تھا، بلکہ مادر علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں درس وتدریس، خطابت اور دیگر متنوع ذمہ داریوں سمیت الحق کی ادارت سے لے کر

Marfat.com

پروف ریڈنگ اور کاپی پیسٹنگ تک کے تمام امور تن تنہا انجام دیتا تھا۔ مرحوم جب چنبیلی کے پھول سجا کر کتابت شروع کرتے اور میں حاضر ہوتا، تو فرماتے' حقانی صاحب! ''ریحانہ'' سجا رکھا ہے، جنت کا پھول ہے جنت کا' ایک روز علی الصبح کچھ مسودات لے کر حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کتابت بھی جاری ہے، وجود پر لرزہ بھی اور آنکھوں سے آنسو بھی ٹپ ٹپ گر رہے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا تو گلوگیر آواز میں جواب دیا اور پھر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ میں نے ہر چند تسلی دینی چاہی، مگر مرحوم کا رونا کب رُکنے کا تھا اور پس منظر تو مجھے معلوم نہ تھا۔ آخر کیا تسلی دے سکتا تھا، جب جذبات پر قابو پایا اور قدرے بات کرنے کے موڈ میں ہوئے تو فرمانے لگے :

حقانی صاحب ! کیا پوچھتے ہو کیا انجام ہوگا، اب کے بار جب عمرے پر گیا تھا تو جنت البقیع میں بھی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، دیکھا ایک نئی قبر کھودی جاری ہے، لوگ اچانک کسی چیز کے نمودار ہونے سے پریشان ہو گئے، میں بھی لپک کر اُن کے پاس جا پہنچا تو دیکھا کہ نئی کھودی جانے والی قبر سے ایک خطرناک بچھو ظاہر ہوا، جس کی لمبائی کوئی آٹھ انچ کے برابر ہوگی۔ اسے دیکھا میں تو تب سے اب تک پریشان ہوں۔ حقانی صاحب! جب جنت البقیع (جس کے مدفون سعادت مند ہیں) میں اتنے بڑے بڑے خطرناک بچھو موجود ہیں، تو ہم گنہگاروں کا انجام کیا ہوگا اور پھر رونے میں ڈوب گئے' بس اتنی سی بات بہ مشکل کر سکے کہ پھر گریہ طاری ہوا۔ اب پس منظر مجھے معلوم ہو چکا تھا، ان کے رونے سے میرا دل بھی پسیج گیا اور چند لمحے مجھے بھی ان کی معیت میں اشک ندامت کے حاصل ہوئے۔ یہ سارا واقعہ مجھے لفظ ''ریحان'' کی بحث سے یاد آیا، امانت تھی جو قارئین کے حوالے کر دی۔ بات یہاں تک پہنچی تھی کہ اسی مضمون کی ایک نقل میں نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہٗ بانی و مہتمم مدرسۂ عربی نجم المدارس کو بھیجی۔ غرض یہ تھی کہ واقعہ عبرتناک ہے، انہوں نے جو جواب مرحمت فرمایا، ذیل میں وہ بھی مِن و عَن نقل کر دیا جاتا ہے کہ میری اصلاح ہو جائے گی اور قارئین کو نفع ہوگا۔

جناب محترم حقانی صاحب سلمک اللہ معنا من الفتن ما ظہر و ما بطن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اخلاص نامہ کسی جدید حالتِ منتظرہ کے بغیر نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوا۔

حکیم ابراہیم کا سانحۂ ارتحال :

جناب محترم حکیم ابراہیم صاحب مرحوم کا اچانک حادثہ وارتحال ہم جیسے عمر رسیدہ پڑوسیوں کے لئے جرس کی جگانے والی فریاد تھی مگر ہم پنبہ بگوش لوگ حسبِ سابق نومِ ارنبی (خوابِ خرگوش) میں ہی مدہوش ہیں۔ اللہ کریم ہی معاف فرماویں۔ آمین۔

مرحوم خوش قسمت تھا کوئی ایک نماز بھی قضا کئے بغیر چلا گیا۔ موت فجاءۃ بظاہر ان کے لئے رحمت ہی رہی کہ سکرات کی سختی کسی کو محسوس نہیں ہوئی۔ ماشاء اللہ والحقیقۃ عند اللہ یہ سطور کافی نقاہت کی حالت میں لکھے گئے۔

مکتوباتِ قدسیہ :

مکتوبات قدسیہ (حضرت مولانا شمس الحق افغانی کے مکاتیب) کے لئے آپ کی انتظار بجا سہی لیکن اپنی مجبوری بھی اختیار میں نہیں۔ پہلے ہی مکتوب پر چند سطریں لکھیں، اب غالباً دو ہفتہ سے ہمت اور فرصت دونوں سدِ سکندری بنے ہوئے ہیں۔ جنت البقیع مبارک کی کسی قبر مبارک سے بچھو کے واقعہ پر کچھ عرض کرنا ضروری سمجھ کر قلم کو ہاتھ میں لیا۔ ۲ جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ جمعہ کو یہاں تک لکھا، نہ معلوم کب تک پہنچ سکوں۔

جنت البقیع میں بچھو کا مسئلہ :

عرض ہے ہم گنہ گاروں کا بقیع کے بچھو سے ڈرنا کیا ضروری ہے۔ جناب کاتب کا خوفِ خداوندی کے غلبہ سے رونا قابل صد تحسین ہے اور پھر آپ کی ان سے ہمنوائی میں متاثر ہونا بھی باعث تبریک سہی لیکن یہ کسی کافر منافق اور فی زمانہ کے کسی ملحد زندیق کی قبر کا بچھو ہوگا۔ کیا دجال کے علاوہ کسی کافر کا مدینہ منورہ میں داخلہ تکوینی طور پر کسی آیت سے ثابت ہے۔ دجال کی رفاقت کے لئے زلازل کا آنا خود اس کی دلیل ہے کہ اس وقت تک کافر بصورتِ

Marfat.com

نفاق والحال بصورتِ الحاد وزندقہ مدینہ پاک میں سکونت کررہے ہوں گے اور خود دورِ مبارک میں تو آیت وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (التوبہ:۱۰۱) (اور کچھ مدینے والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں) اور وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ (الانفال:۶۰) (اور ان کے سوا اوروں کو بھی، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں خوب جان رہا ہے) سے ثابت ہے اور یہ لوگ وہاں مرتے بھی ہوں گے اور وہیں صورتِ اسلام کی وجہ سے دفن بھی کیے گئے ہوں گے۔ ہاں تشریعی طور پر ان کا داخلہ ممنوع سہی لیکن یہ تو ہم کمزور مسلمانوں کا قصور ہے کہ ان کو نکالنے میں کوتاہی کریں اور آج کل کی عام بیماری ہیضہ اتحاد میں نہ صرف اس کو حرام نہیں بلکہ باعث حفاظت بھی کہتے رہیں۔

حقانی صاحب! کیا رئیس المنافقین کی قبر اسی پاک شہر کے کسی گوشہ میں نہیں رکھی گئی ہوگی۔ کسی اعرابی کے بیعت توڑ دینے اور پھر بھاگ جانے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد سے عموم کا حکم غالباً کسی نے بھی نہیں لگایا ہوگا کہ کوئی کافر یہاں نہ رہ سکے گا۔

خاکِ یثرب میں دفن ہونے کی آرزو:

اگر گنہگاروں کو وہیں دفن ہونے پر عذابِ برزخ سے چھٹکارے کی امید اور بہت ہی بڑی امید نہ ہو تو وہ وہیں دفن ہونے کی رو رو کر کیوں دعائیں کرتے رہے ہیں۔ شاعر مشرق کے اس مصرعہ کو کہ ......

ع میں موت چاہتا ہوں زمین حجاز میں

اگر صرف شاعری بھی کہہ دیا جاوے تو سیدنا امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کا نفلی حج پر نہ جانے کی وجہ کیا یہی نہیں کہی جاتی کہ کہیں مدینہ پاک سے باہر دفن نہ ہونا پڑے۔

کیا وہ اپنے آپ کو معصوم سمجھتے تھے۔ معصومین کو یہاں دفن ہونے کی زیادہ ضرورت ہے یا ماوشما مذنبین (گنہ گاروں) کو۔

اچھا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی جو تقریباً بتواتر ثابت ہے کہ "اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ" (اے اللہ مجھے شہادت دے اپنے راستے میں اور میرے موت مقرر کر وا اپنے حبیب

Marfat.com

کے شہر میں) کسے معلوم نہیں۔ اگر صرف روحانی زیارت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ کی مقصود تھی تو وہ تو

ع بعد منزل نبود در سفر روحانی ...... سے بھی ہو سکتی تھی۔ مدینہ پاک میں ...... دفن سے یہی تو امیدیں ہیں کہ اب ان شاء اللہ گناہوں کے باوجود عذاب برزخ سے محفوظ رہیں گے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اعترافِ ذنوب (و لو بالصغائر عند اللّٰہ) آپ کو یقیناً معلوم ہوگا۔ موت کے خوف سے حضرت کیوں رو رہے ہو؟ کے جواب میں آپ کا ارشادِ گرامی ہے..............

مَـالِیْ حَـذَارَ الْمَوْتِ اِنِّیْ مَیِّتٌ
وَلٰکِنَّ حَـذَارَ الذَّنْبِ یَتْبَعُهَا ذَنْبٌ
ظَـلُوْمٌ لِنَفْسِیْ غَیْرَ اَنِّیْ مُسْلِمٌ
اُصَلِّی الصَّلٰوَاتِ کُلَّهَـا وَ اَصُوْمُ

نہیں ہے میرے لئے ڈرنا موت سے کہ میں مرنے والا ہوں، لیکن ڈرنا ہے گناہ سے جس کے بعد دوسرے گناہ ہوں، زیادہ ظلم کرنے والا ہوں اپنے آپ پر سوای اس کے کہ میں مسلمان ہوں، نمازیں پڑھتا ہوں سب اور روزہ رکھتا ہوں۔

حضرت نانوتویؒ کی تمنا :

پھر یہ کل کی بات ہے، حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد کیوں یاد نہ رہا کہ..........

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار

ہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ مور و مار کا غذا بننا اور بات ہے اور بچھو اور سانپ کا کاٹنا اور ڈسنا شیٔ آخر ہے۔ پہلی صورت محبوب و مرغوب و مطلوبِ عشاق ہے۔

دیکھئے مشکوٰۃ شریف کی یہ حدیث...... "کُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِیْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ یُؤْکَلُ"

Marfat.com

(جب کھانا کھایا جاتا تو ہم اس کھانے کی تسبیح پڑھنا بھی سنا کرتے تھے) کسی صحابی کی غذا بننے پر لقمہ طعام کو کتنی خوشی ہورہی ہے یہی حضرتِ قاسم نانوتویؒ کی تمنا ہے اور دوسری بات قابل صد استعاذہ ہے۔ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ مُدْبِراً او لَدِیْغاً اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ مجھے موت آئے اس حالت میں کہ میں میدانِ جنگ سے پیٹھ پھرنے والا ہوں یا (سانپ بچھو وغیرہ) کا ڈسا ہوا ہوں)

خاکِ مدینہ :

خاکِ مدینہ منورہ کے متعلق مَنْ مَاتَ فِیْ اِحْدَی الْحَرَمَیْنِ بَعَثَہُ اللّٰہُ مِنَ الآمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے۔ من مات میں مذنبین بھی شامل ہیں۔ بین السطور من الفزع الاکبر کے ساتھ اور من کل کدورۃ بھی لکھا گیا ہے۔ یوم القیامۃ کے ساتھ من مات فقد قامت قیامتہ (جو مر گیا اس کی تو قیامت قائم ہوگئی) کا خیال رہے تو برزخ کو بھی شامل ہے۔

اسی میں یہ بھی ہے کہ ما علی الارض بقعۃ احب الی ان اکون قبری بھا منھا (کہ آپؐ نے مدینہ منورہ کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ دنیا میں مجھے اپنی قبر کے لئے مدینہ شریف سے کوئی دوسری جگہ زیادہ محبوب اور پیاری نہیں ہے)

اصلاحِ کتاب :

ایسی ترغیبات کے ہوتے ہوئے ہم گنہ گاروں کو کسی قبر کے کسی بچھو کا واقعہ بالخصوص مطالعہ کرانا اپنی ناقص خیال میں نہیں آیا۔ کتاب میں ضمناً آجانا تو ایک بات ہے اور ناچیز کا مشورہ تو یہی ہے کہ وہاں بھی اس واقعہ پر یہ حاشیہ لگا دینا چاہیئے کہ یہ کسی کافر، منافق، ملحد اور زندیق کی قبر کا بقایا ہوگا۔

بنیادی عقائد کے انکار کا وبال :

اور اسی تاکید کے ساتھ کہ یہاں بنیادی عقائد کے انکار کرنیوالوں کو جلد از جلد توبہ

Marfat.com

کر لینی چاہیئے۔ جن میں حضرت حق جل مجدہ کی ذات وصفات میں کسی مخلوق کو ولو کان ملکاً او نبیاً مرسلاً (اگرچہ وہ فرشتے یا نبی اور رسول کیوں نہ ہوں) شریک کرنا، قیامت رسالت یا ختم نبوت میں شک وتردد کرنا بھی شامل ہے اور اسی طرح صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عظمت اور بزرگی بالخصوص عشرہ مبشرہ اور بالاخص خلفاء راشدین یارانِ اربعہ ابوبکر وعمر و عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کی جنتی ہونے کا انکار کرنا بھی شامل ہے ورنہ شدید خطرہ ہے۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ خاک پاک مدینہ مثل الشہادۃ ہے یمحی السیئات لا النفاق والالحاد (کہ غلطیوں اور گناہوں کو تو مٹا دے گی نہ کہ منافقت اور الحاد و بے دینی کو)

جوارِ رسول ﷺ کی برکتیں:

ہاں عذابِ قبر سے حفاظت کے جتنے اسباب ہیں ان میں سب سے اقوی صحیح العقیدہ مسلمان کے لئے تو جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہی ہونا چاہیئے۔

قصیدہ بردہ کے اشعار:

قصیدہ بردہ کے یہ مبارک اشعار تو وردِ زبان رہنے چاہیئے، نہ معلوم کیوں بروقت آپ کو یاد نہ رہے۔

حَاشَاهُ اَنْ يُّحْرَمَ الرَّاجِیْ مَكَارِمَهٗ اَوْ يَرْجِعَ الْجَارُ مِنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمٖ

اور حاشا یہ کہ آپ کا امیدوار بخششوں کا محروم رہے یا پناہ لینے والا یوں ہی الٹا پھرے بے توقیر

وَلَنْ يَّفُوْتَ الْغِنٰی مِنْهُ يَداً تَرِبَتْ اِنَّ الْحَيَا يُنْبِتُ الْاَزْهَارَ فِی الْاَكَمٖ

اور ہرگز بے نیازی فوت نہ ہوگی، اس ہاتھ کی جو خاک پر پہنچا جس نے وسیلہ آپ کا لیا کیونکہ مینہ ٹیلوں پر سبزہ پیدا کرتا ہے۔

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمٖ

اے تمام مخلوق سے بزرگ تر آپ کے سوا میرا کوئی ایسا نہیں جس سے پناہ چاہوں حادثۂ عام کے نازل ہونے میں۔

Marfat.com

مَا سَامَنِی الدَّھرُ ضَیمًا وَّاستَجَرتُ بِہٖ اِلَّاوَنِلتُ جِوَاراً مِّنہُ لَم یُضَمٖ

مجھ پر زمانہ نے جب کبھی رنج وخواری سے ستم کیا اور میں نے آپ کی پناہ لی فوراً حمایت میں آ گیا اور اس کے ستم سے بچ گیا۔

اے فخر نوح کیا کہیں پوچھے اگر کوئی
کشتی یہ ڈوبتی ہوئی کس ناخدا کی ہے

بہرحال ڈرائیں نہیں بلکہ بخلوصِ قلب دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان وادب کے ساتھ وہیں کی خاک پاک کا شرف عطا فرماویں۔ آمین ثم و ثم۔

ناکارہ عبدالکریم غفرلہ ولوالدیہ (۱۴ جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ)

خوشبو تحفۂ رحمت ہے:

فانه خرج من الجنة...... شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں، ولعل المراد ان اصل الطيب من الجنة فكل ريح طيب يذكر بالجنة و يشوق اليها و يرغب فی الاعمال الصالحة (اتحافات ص ۲۶۸) (اور شاید کہ اس سے مراد یہ ہو کہ خوشبو کی اصل اور بنیاد جنت میں سے ہو پس ہر اچھی خوشبو جنت کی یاد اور شوق دلا کر اعمالِ صالحہ کی ترغیب پر ابھارتی ہے) ظاہر ہے کہ جس چیز کی اصل جنت سے آئی ہو وہ رحمت ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا تحفۂ رحمت یا ہدیۂ رحمت کو رد نہیں کرنا چاہئے۔ علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں یعنی اصل الطيب من الجنة و خلق الله الطيب فی الدنيا ليذكر العباد بطيب الدنيا طيب الآخرة و يرغبون فی الجنة و يزيدون فی الاعمال الصالحة ليصلوا بسببها الى الجنة (جمع ج ۲ ص ۷) (کہ خوشبو کا اصل ومنبع جنت سے ہے اور دنیا میں اللہ تعالیٰ نے خوشبو کو اس لئے پیدا کیا کہ اس دنیاوی خوشبوؤں کی وجہ سے آخرت کی خوشبوئیں یاد دلائیں اور یہ لوگ جنت کی رغبت اور اعمالِ صالحہ میں زیادتی کے سبب جنت تک رسائی حاصل کریں)۔

(۲۱۴/۶) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ مُجَالِدِ بْنِ سَعِیدٍ الْھَمْدَانِیُّ حَدَّثَنَا اَبِی عَنْ بَیَانٍ عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِی حَازِمٍ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ عُرِضْتُ بَیْنَ

Marfat.com

يَدَىْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَأَلْقَى جَرِيْرٌ رِدَآءَهُ وَمَشٰى فِىْ اِزَارٍ فَقَالَ لَهُ خُذْ رِدَآءَكَ فَقَالَ عُمَرُ لِلْقَوْمِ مَارَاَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ صُوْرَةً مِنْ جَرِيْرٍ اِلَّا مَابَلَغَنَا مِنْ صُوْرَةِ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عمر بن اسمٰعیل بن مجالد بن سعید ہمدانی نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو میرے والد نے بیان کے واسطہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت قیس بن ابی حازم سے روایت کی اور انہوں نے جریر بن عبداللہ بجلیؓ سے سُنی جو کہ صحابی رسول ہیں۔ جریر بن عبداللہ بجلی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں (معائنہ کے لئے) پیش کئے گئے، انہوں نے چادر اتار کر صرف لنگی میں چل کر اپنا امتحان کرایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چادر لے لو (معائنہ ہو چکا) پھر قوم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں نے جریر سے زیادہ خوبصورت کبھی کسی کو نہیں دیکھا، سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت کے جیسا کہ ہم تک پہنچا۔

راویان حدیث (۴۸۲) عمر بن اسماعیل الھمدانیؒ (۴۸۳) ابی اسماعیل الھمدانی ابوعمر الکوفیؒ (۴۸۴) بیان (۴۸۵) قیس بن ابی حازم اور (۴۸۶) جریر بن عبداللہؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت :

شمائل کے بعض نسخوں میں یہ حدیث نہیں ہے --- وقال میرک و لعله من ملحقات بعض النساخ سهواً (جمع ج۲ص۲) (ملا میرکؒ فرماتے ہیں کہ شاید یہ حدیث ملحقاتِ کاتبین میں سے ہو) کیونکہ بظاہر اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے کوئی مناسبت بھی نہیں ہے، تاہم شارحینِ حدیث نے وجہ مناسبت لکھی ہے اور وہ صرف اتنی ہے کہ ہر خوبصورت آدمی خوشبو کو پسند اور استعمال کرتا ہے، اگرچہ وہ خوشبو ہر کسی پر ظاہر نہ ہو۔

البتہ وہ لوگ جن کے حواس کدورات سے پاک وصاف ہوتے ہیں، وہ اس خوشبو کا ادراک کر لیتے ہیں، جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے وجود کی خوشبو کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے دور مسافت سے سونگھ لیا انی لاجد ریح یوسف (کہ میں تو حضرت یوسف

Marfat.com

علیہ السلام کی خوشبو محسوس کرتا ہوں) لہٰذا حضرت جریرؓ کی خوبصورتی میں بھی خوشبو کا حصہ ہے ۔گویا اس روایت کو ترجمۃ الباب کے ساتھ التزامی مناسبت ہے۔

علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، **ولا یخفی مافیہ من التکلف بل التعسف والاقرب ان یتصرف فی عنوان الباب بزیادۃ و حسن صورۃ الاصحاب و عرضھم علی ابن الخطاب واللہ اعلم بالصواب** (جمع ج۲ص۹) (اور اس میں جو تکلف اور تعسف ہوا (یعنی غیر واضح توجیہ اختیار کرنے میں جو تکلف ہوا) وہ مخفی نہیں ہے اور زیادہ قریب توجیہ یہ ہے کہ باب کے عنوان میں تصرف کر کے یہ زیادتی کی جائے کہ **حسن صورۃ الاصحاب وعرضھم علی ابن الخطاب**

حضرت جریر کا معائنہ :

عرضت بین یدی عمر بن الخطاب حضرت جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن الخطابؓ کے سامنے پیش کیا گیا، جیسے سپاہیوں کو امیر لشکر کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ ان کی جسمانی اہلیت جاننے کے لئے معائنہ کریں، جو معیار پر پورا اتریں ،انہیں لے لیں اور جو معیار پر پورا نہ اتریں انہیں واپس کردیں ۔ **او ھو للبناء للمفعول ای عرضنی علیہ من ولاہ ذلک لینظر فی قوتی و جلادتی علی القتال** (جمع ج۲ص ۸) (عرضت فعل مجہول کے صیغے پر) یعنی حضرت عمرؓ نے جس کو معائنہ کا متولی بنایا تھا اس نے مجھے آپؓ کے سامنے اس لئے پیش کیا کہ حضرت عمرؓ میری قوتِ مضبوطی اور جنگ پر صبر و استقلال کا از خود ملاحظہ فرمالیں) اس موقع پر حضرت جریر نے چادر اتار دی اور صرف تہبند میں جسمانی ساخت کا معائنہ کرایا، قدرے چلے تو حضرت عمرؓ نے ان کے جسم کی ساخت سینہ، کندھے، چال ڈھال اور رفتار ملاحظہ فرمائی۔ **انہ فعل ذلک جریر اظھاراً لقوتہ و تجلدہ فی شجاعتہ** (جمع ج۲ص۸) (جریرؓ نے اپنا معائنہ مذکورہ طریقہ پر اس لئے کرایا تاکہ حضرت عمرؓ پر آپ کی بہادری اور زور وقوت کا ظہور ہو جاوے) تب حضرت عمرؓ نے فرمایا' **خذ ردآءک** یعنی چادر اوڑھ لو تمہارے جسم کا معائنہ ہو چکا ہے **ای و اترک مشیک فانہ قد ظھر امرک** (جمع ج۲ص۸) (اور اپنی یہ چال ڈھال چھوڑ دے

Marfat.com

کہ آپ کا معائنہ اب مکمل ہو چکا ہے)

حضرت جریرؓ کی خوبصورتی :

اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا مارایت رجلاً احسن صورۃ من جریر میں نے آج تک جریر سے قد و قامت ، جسم و اندام، ساخت اور وضع قطع اور حسن و جمال میں بڑھ کر کسی دوسرے کو نہیں دیکھا۔

جمالِ محمدؐ اور حسنِ یوسفؑ :

الا ما بلغنا من صورت یوسف الصدیق علیہ السلام پھر حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ اپنی معلومات کی حد تک حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق جو سنا تھا بس وہی ہیں جو حسن و جمال میں ان سے بڑھ کر ہو سکتے ہیں۔ یہاں یہ اشکال نہ کیا جائے، حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا استثناء تو کیا لیکن جمالِ محمدؐ کا تذکرہ نہ کیا حالانکہ آپؐ تو خلاصۂ کائنات تھے، حسن و جمال کا مرقع اور جسم، قد و قامت اور ساخت و وضع میں تمام نسل انسانی میں معتدل اور متوازن ترین خوبصورت شخصیت کے مالک تھے۔ حضرات محدثینؒ جواب میں فرماتے ہیں، وسکت سیدنا عمر عن جمال النبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم و ذکر جمال یوسف، لأن جمال نبینا فوق کل جمال و لایقاس بہ ای جمال (اتحافات ص۲۶۹) (اور حضرت عمرؓ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال کا تذکرہ کر کے آپؐ کے حسن و جمال کے بیان کرنے سے اس لئے خاموشی اور سکوت فرمایا کیونکہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی خوبصورتی اور جمال جملہ خوبصورتیوں پر فوقیت رکھتا ہے اور اس پر کسی خوبصورتی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا)

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں و قال بعض المحققین ان جمال نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کان فی غایۃ الکمال و ان من جملۃ صفائہ و کثرۃ ضیائہ علی ماروی ان صورتہ کان یقع نورھا علی الجدار بحیث یصیر کالمرأۃ یحکی ما قابلہ من مرور المار لکن اللہ ستر عن اصحابہ کثیرا من ذلک الجمال الزاھر و الکمال

Marfat.com

الباهر اذ لو برز اليهم لصعب النظر اليه عليهم (جمع ج۲ص۹)(اور بعض محققین یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا حسن و جمال بے حد اور انتہائی درجہ کمال میں تھا اور آپ ﷺ کے حسن و جمال کی صفائی کی روشنی کی ایک معمولی سی جھلک کا اندازہ اس روایت سے کیا جا سکتا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا نور جب آئینہ کی مانند دیوار پر پڑتا تو اس کے پرتاؤ میں سامنے کی چیزیں اور گزرنے والوں کی شکلیں صاف نظر آ جاتی تھیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے صحابہؓ سے بارہا ان کے حسن و جمال کی رونق اور خوشنمائی کو اس لئے پوشیدہ اور چھپائے رکھا کہ اگر ان پر آپؐ کے حسن و جمال کی خوبصورتی اور چمک دمک ظاہر کر دی جاتی تو پھر آپؐ کی طرف دیکھنا بھی مشکل ہو جاتا)

=============================

Marfat.com

بَابُ کَیۡفَ کَانَ کَلَامُ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ

باب ! اس بیان میں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیسی گفتگو فرماتے تھے

باب کیف ای علی ایّ صفة کان کلام رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ۔ درحقیقت یہاں پر مضاف الیہ مقدر ہے ای باب جواب کیف کان کلام رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم (مناوی ص ۹)

لفظ کلام کی بحث :

کلام اسم مصدر ہے، بمعنی تکلّم کے یا بمعنی ما یتکلم به (جس چیز کے ساتھ بات کی جائے) کے، اور اگر دونوں معانی مراد لئے جائیں تب بھی درست ہے۔ ویصح ارادة کل منهما هنا اذ یلزم من بیان کیفیة التکلم بیان کیفیة مایتکلم به و بالعکس (مواہب ص ۱۶۰) (اور یہاں دونوں معانی کا ارادہ بھی کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ تکلم کی کیفیت کے بیان سے جس چیز کے ساتھ تکلم کیا جائے کی بیانِ کیفیت خود بخود معلوم ہو جاتی ہے) اس بات میں حضور اقدس ﷺ کے اندازِ گفتگو کا بیان ہے کہ آپ کا بیان اور طرزِ بیان کیا تھا، الفاظ کتنے متناسب اور موزون تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ فصاحت و بلاغت اور عربی ادب کو آپؐ پر ناز تھا اور کیوں نہ ہوتا کہ آپؐ کی گفتگو بھی تو وحی الٰہی تھی۔ وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ۝ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی (النجم: ۳،۴) (اور نہیں بولتا خواہش اپنی نہیں وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے)

حدیثِ رسول ﷺ کا شغل رکھنے والے جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے کلام میں کس قدر محبوبیت ہے ....

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد — بسا کیں دولت از گفتار خیزد

Marfat.com

ں باب میں مصنفؒ نے تین احادیث درج فرمائی ہیں۔

(۲۱۶/۱) حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الاَسْوَدِ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَن عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ مَاكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هٰذَا وَ لٰكِنَّهٗ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيِّنٍ فَصْلٍ يَحْفَظُهٗ مَنْ جَلَسَ اِلَيْهِ۔

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث حمید بن مسعدہ بصری نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے حمید بن اسود نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت اسامۃ بن زید سے اور نہوں نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت عروۃ سے سُنی، جنہوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے نقل کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی گفتگو تم لوگوں کی طرح سے لگاتار جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی بلکہ صاف صاف ہر مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا۔ پاس بیٹھنے والے اچھی طرح ذہن نشین کر لیتے تھے۔

راویان حدیث (۴۸۷) حمید بن مسعدۃؒ اور (۴۸۸) اسامہ بن زیدؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

شیرینی گفتار :

قالت ما کان رسول اللہ ﷺ یسرد .... یسرد کا معنیٰ جوڑنا' ٹانکنا' فرفر بولنا اور بلا توقف پڑھتے چلے جانا۔ علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں یسرد ای فی کلامہ والمعنی لم یصل بعضہ ببعض بحیث لا یتبیّن بعض حروفہ لسامعہ (جمع ج۲ ص۱۰) (یعنی آپ لگاتار گفتگو نہ فرماتے تھے مطلب یہ کہ آپ ﷺ اپنی گفتگو میں ایسا خلط ملط نہ فرماتے جس سے سننے والے کو بعض حروف سمجھ میں نہ آسکیں)

بیّن کا معنیٰ واضح اور ظاہر۔ فصل یہ بین کی تاکید ہے۔ والمراد بہ انہ کلام فاصل بین الحق والباطل (جمع ۲ص۱۰) (اور فصل سے مراد ایسا کلام جو حق و باطل کے درمیان امتیاز اور حدِ فاصل ہو) معنیٰ ظاہر ہے کہ سرور عالم ﷺ کی گفتگو میں سکون'

Marfat.com

اطمینان، تسلی اور تشفی ہوا کرتی تھی۔ اپنی بات واضح طور پر سمجھاتے، گفتگو میں ٹھہراؤ ہوتا، ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے۔ حاضرین آپؐ کی سنجیدہ، حکیمانہ اور میٹھی گفتگو بہ آسانی سمجھ کر یاد کرلیا کرتے تھے۔ یحفظه من جلس اليه. وفى الجامع الصغير أحبوا العرب لثلاث لأنى عربى، والقرآن عربى و كلام اهل الجنة عربى رواه الطبرانى والبيهقى عن ابن عباس (جامع صغیر میں طبرانی اور بیہقیؒ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عرب لوگوں سے تین وجوہ سے محبت کیا کرو۔ اس لئے کہ میں عربی ہوں اور قرآن مجید عربی میں ہے اور جنت والوں کی گفتگو بھی عربی ہوگی)

حافظ ابن حجر کا ارشاد :

قال ابن حجر كان رسول الله ﷺ افصح الخلق لسانا، واعذبهم كلاماً واسرعهم رداً، واحلاهم منطقاً و احلهم جناناً، و اوضحهم بياناً، كيف و لسانه أعظم سيف من سيوف الله بين عنه مراده، و يقصم بساطع نوره حجج المبطلين، ويهدى الله به عباده (اتحافات ص۲۷۰) (ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سب مخلوق میں خوش بیانی کے لحاظ سے فصیح ترین اور گفتگو میں زیادہ شیرین اور جواب دہی میں حاضر جواب تھے ان کا بیان انتہائی واضح اور دلوں پر زیادہ اثر انداز ہوتا تھا اور کیوں نہ ہو جبکہ آپؐ کی زبان مبارک اللہ کی تلواروں میں ایک بڑی تلوار تھی کہ اس کے ذریعہ اپنے مقصد اور مراد کو واضح کیا اور نور کی بلندی اور پھیلاؤ سے اہل باطل کے دلائل کو توڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو ہدایت سے سرفراز فرمایا)

صحیحین میں سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ اس قدر تسہیل، ٹھہراؤ اور میٹھا بولتے تھے کہ اگر کوئی سامع آپؐ کے الفاظ گفتگو گننا بھی چاہتا، تو وہ اس میں کامیاب ہو جاتا لو عدّه العادّ لأحصاه (جمع ج۲ص۱۱)

(۲/۲۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُوقُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْمُثَنّٰى عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعِيْدُ

Marfat.com

اَلْکَلِمَۃَ ثَلَاثًا لِتُعْقَلَ عَنْہُ ۔

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث محمد بن یحییٰ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے قتیبۃ نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن مثنیٰ سے سُنی۔ انہوں نے اسے ثمامہ سے روایت کیا۔ جنہوں نے اسے خادمِ رسول حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ (بعض مرتبہ) کلام کو (حسبِ ضرورت) تین تین مرتبہ دہراتے تا کہ آپؐ کے سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔

راوی حدیث (۴۸۹) ابوقتیبہ سلم بن قتیبۃؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

حضور اقدس ﷺ کا تین مرتبہ کلام دہرانا :

قال کان رسول اللہ ﷺ یعید الکلمة ثلثا لتعقل عنه حضور اقدس ﷺ کا تین مرتبہ ایک ایک بات کا دہرانا اپنی امت پر کمال درجہ کی شفقت سے تھا، تا کہ صحابہ کرامؓ آپؐ کے ارشادات، احکام اور اوامر اور ہدایات کو ذہن نشین کر کے حفظ کر لیں اور امت مرحومہ تک پہنچادیں۔ حدیث میں لفظ الکلمة سے مراد کلمہ، مفردہ جملہ، قصیرہ اور الطّویلہ تینوں مراد لئے جاسکتے ہیں۔ تطلق علی کلمة المفردة ، والجملة القصیرة و الطویلة (اتحافات ص ۲۷۲) شفیقِ انسانیت ﷺ کی گفتگو نہایت ہی دلجمعی، اطمینانِ قلب اور بھرپور توجہ کے ساتھ ہوتی۔

تکرارِ کلام کیوں ؟

تکرار کی وجہ بھی یہی تھی تا کہ ادنیٰ، اوسط اور اعلیٰ سب آپ ﷺ کے کلام سے برابر مستفید ہوسکیں۔ تین مرتبہ غایت اکثر یہ ہے، ورنہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ سے بھی اگر مقصد حاصل ہو جاتا، تو اسی پر اکتفا فرما لیتے۔ علامہ مناویؒ فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ بات کو دہرانا آخری درجہ ہوتا اس کے بعد پھر اسی بات کو نہ دہراتے۔ ان الثلاثة غایة و بعده لا مراجعة (مناوی ص ۱۱)

Marfat.com

یہ تکرار کلام بھی تب ہوتی، جب سامعین کی کثرت ہوتی اور مجلس میں مختلف الاذہان حاضرین موجود ہوتے یا کبھی ایسا ہوتا کہ بعض الفاظ یا ارشاد سامعین پر مختلط ہو جاتا اور وہ مراد حاصل نہ کر پاتے تو آپؐ اس جملہ کا تکرار فرما دیتے و لعل التکرار کان حین یدعو الی ذلک حاجة (اتحافات ص۲۷۲) (اور آپؐ کلام میں تکرار بھی حسبِ ضرورت کیا کرتے) الشیخ ابراہیم الیجوریؒ لکھتے ہیں والمراد انه کان یکرر الکلام ثلاثاً اذا اقتضی المقام ذلک لصعوبة المعنیٰ او غرابته او کثرة السامعین لادائما فان تکریر الکلام من غیر حاجة لتکریره لیس من البلاغة (مواہب ص۱۶۱) (اور مطلب یہ کہ حضور ﷺ کا بات کو تین بار دہرانا بھی اس وقت ہوتا کہ جب کلام کا معنیٰ مشکل یا اس میں کوئی غرابت (اجنبیت وغیرہ) ہوتی اور یا پھر سننے والوں کی کثرت نہ کہ دائمی طور پر اس لئے کہ کلام کو بلا ضرورت مکرر لانا علمِ بلاغت کے اصول میں سے نہیں) وحمله علی ما اذا عرض للسامعین نحو لغط فاختلط علیهم فیعیده لهم لیفهموه او علیٰ ما اذ کثر المخاطبون فیلتفت مرة یمیناً و اخریٰ شمالا لیسمع الکل (مناوی ص۱۱) (علامہ مناویؒ فرماتے ہیں اور اس کا حمل کرنا اس صورت پر کہ سامعین کو شور وغیرہ پیش ہونے سے چونکہ ان پر گفتگو خلط ملط ہوگئی پس اس کلام کو اس لئے دہرایا کہ وہ سمجھ جائیں یا چونکہ مخاطبین کثیر تعداد میں تھے تو آپؐ کبھی دائیں طرف متوجہ ہوتے اور پھر بائیں طرف متوجہ ہو کر وہی کلام مکرر دہراتے تاکہ سب سن لیں (تو اس توجیہ کو عصام نے رد کیا ہے لیکن شارحؒ نے بھی اسے تسلیم نہیں کیا)۔

نیز امام مناویؒ نے آپؐ کے تکرارِ کلام کی مزید حکمتیں بھی لکھی ہیں وحکمته ان الاولیٰ للاسماع والثانیة للوعی والثالثة للفکر او الاولیٰ اسماع والثانیة تنبیه والثالثة امر (مناوی ص۱۱) (فرماتے ہیں کہ آپؐ کے تکرار کلام کی علت اور حکمت یہ ہے کہ پہلا کلام تو سنانے کے لئے اور دوبارہ تکرار اس کے محفوظ کرنے کے لئے اور تیسری بار اس میں غور وفکر کرنے کے لئے یا پھر پہلی بار تو سنانے کے لئے اور دوسری بار تنبیہ کے لئے اور تیسری بار حکم کے لئے)

Marfat.com

مبلغ، واعظ اور مدرس کے لئے ہدایات :

لتعقل عنه ! یہ حضور اقدس ﷺ کے کمالِ حسن خلق، کمال شفقت وعنایت اور رحمت علی الخلق کی دلیل ہے هـذا دليل على كمال حسن الخلق والشفقة والمرحمة على الخلق (جمع ج۲ص۱۱)

لہٰذا ایک مبلغ، واعظ اور مدرس کو بھی چاہئے کہ اپنی گفتگو میں تسہیل اور تکرار رکھے تا کہ سامعین اس کی بات کو اچھی طرح سمجھ کر یاد کرلیں اور عمل کرسکیں۔ ويوخذ من الحديث ان المعلم يتأنى فى القائه الموعظة ليفهمها السامعون (اتحافات ص۲۷۲)

(۲۱۸/۳) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ اَنْبَانَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَرِو بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيمٍ مِنْ وُلْدِ اَبِيْ هَالَةَ زَوْجِ خَدِيْجَةَ يُكْنٰى اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنٍ لِاَبِيْ هَالَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَاَلْتُ خَالِيْ هِنْدَ بْنَ اَبِيْ هَالَةَ وَ كَانَ وَصَّافًا قُلْتُ صِفْ لِيْ مَنْطِقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْاَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ لَهٗ رَاحَةٌ طَوِيْلُ السَّكْتِ لَايَتَكَلَّمُ فِيْ غَيْرِ حَاجَةٍ يَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهٗ بِاَشْدَاقِهٖ وَ يَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ كَلَامُهٗ فَصْلٌ لَا فُضُوْلَ وَلَا تَقْصِيْرَ لَيْسَ بِالْجَافِيْ وَلَا الْمُهِيْنِ يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَاِنْ دَقَّتْ لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا غَيْرَ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَاقًا وَلَا يَمْدَحُهٗ وَلَا تُغْضِبُهُ الدُّنْيَا وَلَا مَا كَانَ لَهَا فَاِذَا تُعُدِّيَ الْحَقُّ لَمْ يَقُمْ لِغَضَبِهٖ شَيْءٌ حَتّٰى يَنْتَصِرَ لَهٗ وَلَا يَغْضَبُ لِنَفْسِهٖ وَلَايَنْتَصِرُ لَهَا اِذَا اَشَارَ اَشَارَ بِكَفِّهٖ كُلِّهَا وَاِذَا تَعَجَّبَ قَلَبَهَا وَاِذَا تَحَدَّثَ اِتَّصَلَ بِهَا وَ ضَرَبَ بِرَاحَتِهِ الْيُمْنٰى بَطْنَ اِبْهَامِهِ الْيُسْرٰى وَاِذَا غَضِبَ اَعْرَضَ وَ اَشَاحَ وَاِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهٗ جُلُّ ضِحْكِهِ التَّبَسُّمُ يَفْتَرُّ عَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ۔

ترجمہ ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث سفیان بن وکیع نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اس کی جمیع بن عمرو بن عبدالرحمٰن عجلی نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت بنی

Marfat.com

تمیم کے ایک آدمی ابوعبداللہ نے بیان کی جو کہ ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر ابوہالہ کی اولاد میں سے تھا۔ اُس نے یہ روایت ابن ابی ہالہ سے روایت کی۔ وہ یہ روایت حضرت حسن بن علیؓ سے کرتے ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جو حضور ﷺ کے اوصاف اکثر بیان فرماتے تھے عرض کیا کہ حضور اقدس ﷺ کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ (آخرت کے) غم میں متواتر مشغول رہتے۔ ہر وقت سوچ میں رہتے تھے۔ ان امور کی وجہ سے کسی وقت آپ ﷺ کو بے فکری اور راحت نہیں ہوتی تھی، اکثر اوقات خاموش رہتے تھے۔ بلاضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کی تمام گفتگو ابتدا سے انتہاء تک منہ بھر کر ہوتی تھی۔ جامع الفاظ کے ساتھ کلام فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کا کلام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا نہ اس میں فضولیات ہوتی تھیں نہ کوتاہیاں کہ مطلب پوری طرح واضح نہ ہو۔ آپ ﷺ نہ سخت مزاج تھے نہ کسی کی تذلیل فرماتے تھے۔ اللہ کی نعمت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو، اس کو بہت بڑا سمجھتے تھے۔ اس کی مذمت نہ فرماتے تھے۔ البتہ کھانے کی اشیاء کی نہ مذمت فرماتے نہ زیادہ تعریف۔ دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے آپ ﷺ کو کبھی غصہ نہ آتا تھا۔ البتہ کسی دینی امر اور حق بات سے کوئی شخص تجاوز کرتا تو اس وقت آپ ﷺ کے غصہ کی کوئی شخص تاب نہ لاسکتا تھا اور کوئی اس کو روک بھی نہ سکتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ اس کا انتقام نہ لے لیں۔ اپنی ذات کے لئے نہ کسی پر ناراض ہوتے تھے نہ اس کا انتقام لیتے تھے، جب کسی وجہ سے کسی جانب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے۔ جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہاتھ پلٹ لیتے تھے اور جب بات کرتے تو اس کو ملا لیتے (کبھی گفتگو کے ساتھ ہاتھوں کو بھی حرکت فرماتے) اور کبھی داہنی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصہ پر مارتے اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو اس سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے یا درگزر فرماتے اور جب خوش ہوتے تو حیا کی وجہ سے آنکھیں گویا بند فرما لیتے۔ آپ ﷺ کی اکثر ہنسی تبسم ہوتی تھی۔ اُس وقت آپ ﷺ کے دندانِ مبارک اولے کی طرح چمک دار سفید ظاہر ہوتے تھے۔

Marfat.com

(صلی اللّٰہ علیہ واٰلہٖ : بحسب جمالہٖ و کمالہٖ)

حضرت حسن بن علیؓ سے منقول اس حدیث کا کچھ حصہ پہلے باب کی حدیث نمبر سات (۷) میں بھی نقل ہو چکا ہے۔ کچھ حصہ بعد میں بھی بیان ہوا ہے، کچھ حصہ اس روایت میں اور کچھ بعد والی روایات میں نقل ہوا ہے۔

"وصافا" کی مراد :

وکان وصافاً" ہند بن ابی ہالہ جو حضرت خدیجہؓ کے پہلے خاوند سے فرزند تھے اور اُن کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کی آغوشِ تربیت میں آئے تھے۔ اُن کی یہ خصوصیت تھی کہ آپؐ کے گھر میں پرورش پانے اور آپ ﷺ کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس، احوال و اعمال اور اوصاف کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ کے اوصاف بہت واضح اور عشق و محبت سے بیان کیا کرتے تھے۔ حضور اقدس ﷺ کے ارتحال کے وقت حضرت حسنؓ کی عمر چھوٹی تھی۔ لہٰذا آپ اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے آپ ﷺ کے اوصاف سنانے کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔

یہاں وصافاً سے مراد حضور اقدس ﷺ کے حلیہ مبارک کے وصف کا بیان ہے۔ ای لحلیة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کما صرحت به الروایة السابقة اول الکتاب (مناوی ص ۱۱) (جیسے کہ کتاب کے شروع میں ایک گذشتہ روایت میں اس کی تصریح ہے)

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے :

کان متواصل الاحزان ...... سوال تو صرف حضور اقدس ﷺ کی گفتگو سے متعلق تھا، لیکن جواب میں تفصیل ہے یہ تو حضور ﷺ سے محبت، عشق و والہیّت اور ذکر محبوب میں حصولِ لذت و محبت کی اک ادا ہے کہ ؏

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

اس میں امت کے محبینِ صادقین کے لئے بھی بہت کچھ سامانِ فرحت و محبت اور بہت سے علمی فوائد کا حصول ہے جیسا کہ صاحبِ اتحافات لکھتے ہیں۔ ولکن المجیب

Marfat.com

استرسل فی الجواب واستطرد فیه، فأفادنا فوائد کثیرة (اتحافات ص۲۷۳)

متواصل الاحزان :

متواصل الاحزان، یعنی آپ ﷺ غمِ متواتر میں مشغول رہتے تھے۔ حزن سے یہ مراد نہیں کہ آپ ﷺ کو ترکِ مطلوب پر الم یا فوتِ مرغوب پر ملال ہوتا تھا کیونکہ آپ ﷺ ان چیزوں سے بری تھے لایحزن لشیء من ھذا کله (اتحافات ص۲۷۳) بلکہ تواصل سے مراد فکرِ اُمت کے اہتمام کا تسلسل تھا۔ فروغِ دعوت کی فکر تھی اور مستقبل کے چیلنجز کے مقابلہ کے لئے امت کو تیار کرنے کی مساعی کا غم ہوتا تھا، گویا بہبودِ اُمت کی ہمہ وقتی فکر رہتی تھی یا حزن سے مراد ذات وصفات باری تعالیٰ کا مشاہدہ ہے او المراد بالحزن الھدؤ الذی یشمله ﷺ والجلال الذی یحیط به من کثرة مشاھدته لجلال اللّٰہ و عظمته (اتحافات ص۲۷۳) علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں والتواصل یفید معنی الدیمومة وقد صرح بھا فی المعطوفِ والحزن صفة الانبیاء قدیماً اذ ھو حالة خوف وھو علی قدر المعرفة کما قال بعضھم ......

علی قدر علم المرء یعظم خوفه فلا عالم الا من اللّٰہ خائف

(المواھب ص ۱۶۱)

(کہ متوصل الاحزان میں دوامِ حزن کے معنیٰ کا فائدہ ہے اور اس کی تصریح معطوف میں کردی یعنی دائم الفکرۃ کے لفظ سے ہوگئی اور یہ حزن اور متواتر غم تو انبیاء کرام علیہم السلام کی عادتِ مستمرہ قدیمہ ہی ہے اور پھر ان میں ہَم وحزن بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بقدر ہوتا ہے۔ جیسے کہ بعض حضرات نے فرمایا انسان کے علم ہی کی مقدار پر اس کے خوف کی عظمت ہوتی ہے پس کوئی عالم نہیں مگر اللہ ہی سے ڈرنے والا ہوتا ہے)

ایک تعارض کا جواب :

یہ جو بظاہر متواصل الاحزان کا ان روایات سے جن میں آپ ؐ کا وصف کان دائم البشر اوضحوک السن (کہ آپ ؐ ہمیشہ خندہ رو اور متبسم ہوا کرتے) بیان کیا گیا

Marfat.com

ہے سے جو تعارض ہے ہمارے بیان کردہ معنیٰ سے اس کا بھی دفعیہ ہو گیا ہے۔ آپ ؐ کا دائم البشر ہونا قطعی ثابت ہے لان حزنہ لا یمنع إشراق جبینہ، والذین و صفوہ بدوام البشر، وصفوہ بہ لأن اشراقہ و بشرہ کان ھادئین یلقیان بجمال النبوۃ و أدبھا و قال بعض المحبین ......

اذا ماشرعت فی مدیحک راقنی لحسنہ و استجلائہ فاغیب
و یتبع بعض بعضا لارتباط و کثرتہ، و الکل منہ عجیب

(اتحافات ص ۲۷۴)

(اس لئے کہ آپ ؐ کی غمگینی اور حزن آپ ؐ کے چہرہ کی رونق اور خوش روئی سے مانع نہ ہوتا اور جن لوگوں نے آپ ؐ کو ہمیشہ خندہ پیشانی اور بارونق ہونے سے ہمیشہ موصوف کیا ہے وہ اس لئے کہ یہ تو آپ ؐ کی ایک عادت اور دائمی خصلت تھی جو کہ نبوت کے برتاؤ اور اچھی روش کا نتیجہ ہوتی تھی اور بعض محبین (عشاق) حضرات کہتے ہیں کہ جب کبھی میں آپ ؐ کی مدح اور تعریف کرتا ہوں تو ان کے حسن وجلاء سے متعجب ہو کر مستغرق ہو جاتا ہوں اور مدائح بوجہ اپنی کثرت اور مربوط ہونے کے پے در پے اور مسلسل وارد ہوتے رہے اور یہ سب کچھ اس سے عجیب اور حیران کن ہے)

دائم الفکرۃ :

الفکرۃ، العبرۃ من الاعتبار کی طرح الافتکار سے اسم ہے۔ الفکر، کا لغوی معنیٰ علامہ بیجوریؒ تردد القلب بالنظر و التدبر لطلب المعانی (دل کا معانی کی طلب اور تلاش میں تدبر اور سوچ میں پڑ جانا) سے کرتے ہیں اور اصطلاحی تعریف یوں نقل فرماتے ہیں ترتیب امور معلومۃ لیتوصل بھا الی مطلوب علمی أو ظنی (مواہب ص ۱۶۲) (امورِ معلومہ کو ایسی ترتیب دینا جس کے ذریعہ ایک یقینی یا ظنی مطلوب اور نتیجہ تک پہنچ جائیں)

اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت، کبریائی و بے نیازی اور جلوۂ جمال میں آپ ؐ کو جو شہود تھا، اس کی وجہ سے ہر وقت تفکر میں رہتے۔ بقول شیخ ابن حجرؒ ہر وقت صنائع الٰہی میں فکر

Marfat.com

کرتے رہتے تھے۔ علامہ احمد عبدالجواد الدومی لکھتے ہیں فی خلق السمٰوٰت والارض و ادارۃ الملکوت العظیم و قد جاء فی الخبر تفکّر ساعۃ خیر من عبادۃ سبعین سنۃ (الاتحافات ص ۲۷۴) (کہ آپؑ اکثر اوقات آسمان وزمین کی پیدائش اور اس کائناتِ عظیمہ کو متحرک رکھنے وغیرہ میں غور وفکر فرمایا کرتے تھے اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک لمحہ کا تفکر وتدبر کرنا ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے)

لیست لہ راحۃ :

یہ دائم الفکرۃ کے لوازم سے ہے کہ آپؑ کو آرام نہیں ملا۔ آپؑ نے مکی زندگی انتہائی جہد ومشقت' محنت ومجاہدہ میں گذاری، پھر ہجرت بجائے خود ایک محنت وامتحان ہے ۔ مدنی زندگی کفار کے ساتھ جہاد میں گذاری۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے مسلسل ہر لمحہ فکر اور عمل میں رہے۔ عبادات' مجاہدات اور ریاضت میں انہماک اس کے علاوہ تھا، دعوت وتبلیغ کے امور اس پر مستزاد۔ آرام کہاں اور راحت کیسے؟ وکیف یستریح والراحۃ فرع فراغ الخاطر ولہ الفکر المتواتر والصلاۃ والجہاد و التعلیم والاعتبار والاھتمام باظہار الاسلام والذب عن اھلہ و حمایۃ بیضتۃ (مناوی ج ۲ ص ۱۲) (اور آپؑ کیسے آرام فرما سکتے جب کہ راحت وآرام دل ودماغ کی فراغت اور اطمینان پر متفرع ہے حالانکہ حضور ﷺ یا تو متواتر اور مسلسل فکر وتدبر میں مشغول ہوتے یا پھر نماز، جہاد، تعلیم وتبلیغ اور اظہارِ اسلام کے اہتمام اور اسلام ومسلمانوں کی مدافعت اور حفاظت کے امور میں فکر مند ہوا کرتے)فظاھرہ مشغول بذلک و باطنہ موصول بذی الجلال والاکرام (اتحافات ص ۲۷۴) (پس آپؑ ظاہری طور پر تو ان امور میں فکر مند اور مشغول ہوا کرتے اور باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کی عظمت جلالت وکبریائی میں مستغرق ہوتے)

طویل السکت :

طویل السکت 'طویل خاموشی بھی دوام الفکر کے لوازم میں سے ہے لمنافاۃ الفکر النطق (مناوی ج ۲ ص ۱۲) (کیونکہ غور وفکر اور تدبر بول چال کے منافی ہے)چونکہ

Marfat.com

آپ ؐ اکثر اللہ تعالیٰ کی قدرتوں، اس کی عجائبِ مخلوقات، عظمت و کمال اور دلائل و براہینِ توحید میں غور فرماتے رہتے۔ لہٰذا اکثر خاموش رہتے، جیسے کہ ترمذی اور احمد نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے من صمت نجا (جو خاموش رہا نجات پائی) ایک دوسری روایت ہے من کان یومن باللّٰہ والیوم الآخر فلیقل خیرا او لیسکت (جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان ویقین رکھتا ہے پس چاہئے کہ وہ نیکی اور بھلائی کی بات کرے یا پھر چپ رہے) ایک روایت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ قول منقول ہے لیتنی کنت اخرس الاعن ذکر اللّٰہ (جمع ج۲ ص۱۲) (کاش کہ میں اللہ کے ذکر کرنے کے سوا گونگا ہوتا)

حسبِ ضرورت گفتگو :

لایتکلم فی غیر حاجۃای لنفسہ او لغیرہ (مواہب ص۱۶۲) یعنی آپ ؐ بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے کہ بے ضرورت گفتگو لغو باتوں اور لایعنی قصوں میں مشغولیت ہے اور آپ ؐ تو ان سے محفوظ ہیں لان الکلام فی غیر حاجۃ من العبث وھو مصؤن عنہ (مواہب ص۱۶۲) جبکہ حضور اقدس ﷺ کی عام گفتگو بھی تو وحی الٰہی ہوا کرتی تھی۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (اور نہیں بولتا خواہش اپنی سے نہیں وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے) پھر آپ ؐ ہی کے تعلیمات ہیں من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ (کسی انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ فضول اور بے فائدہ چیزیں چھوڑ دے) ایک جگہ یہ بھی ارشاد فرمایا من کان یومن باللّٰہ والیوم الآخر فلیقل خیرا او لیصمت (مواہب ص۱۶۲) (جس کا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ویقین ہو تو پھر چاہئے کہ نیکی اور بھلائی کی گفتگو کرے یا پھر خاموشی اختیار کرے)

آغاز و اختتامِ کلام کی کیفیت :

یفتتح الکلام و یختمہ بأشداقہ یعنی حضور اقدس ﷺ اپنے کلام کا آغاز و اختتام بھرے منہ کیا کرتے تھے۔ شدق، طرف الفم کو کہتے ہیں۔ یہاں اشداق سے

Marfat.com

مراد مافوق الواحد ہے۔ لان له شدقين (مواہب ص ۱۶۲) (اس لئے کہ آپؐ کے منہ کے دو طرف تھے) یعنی آپ مغروروں اور متکبروں کے طرح ادھوری بات نہیں کرتے تھے، نہ الفاظ چباتے اور نہ ناز وانداز سے حروف توڑتے نہ صرف ہونٹوں کی حرکت پر اکتفا کرتے بلکہ آپ بھرے منہ کلام فرماتے۔ علامہ بیجوریؒ کے الفاظ یہ ہیں انه كان يستعمل جميع فمه للتكلم ولا يقتصر على تحريك شفتيه كما يفعله المتكبرون (مواہب ص ۱۶۲) بعض روایات میں اشداق کی جگہ اسم اللہ نقل ہوا ہے جو دونوں افعال افتتاح واختتام سے مربوط ہے على سبيل التنازع کیونکہ آپؐ کا کلام اللہ کے نام کی برکت کے ساتھ محفوف ہوا کرتا تھا۔ مراد یہ ہے کہ آغازِ کلام میں بسملہ پڑھتے تھے اور اختتام کلام میں حمدلہ۔ اختتام میں خصوصِ بسملہ مراد نہیں جیسا کہ یہ آپؐ کا مشہور معمول بھی نہ تھا۔ لہٰذا متکلم کے لئے بھی یہی سنت ہے کہ وہ کلام کا آغاز بسملہ پر اور اختتام حمدلہ پر کریں۔ علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ ماظن انه صدر من صدره الشريف كلمة ولاحرف الا مقروناً بذكر الله المنيف لان بعض اتباعه يقول ۔

ولو خطرت لى فى سواک ارادة   على خاطرى سهواً حكمت بردتى

(جمع ج ۲ ص ۱۲)

(میں تو یہ گمان نہیں کرسکتا کہ آپؐ کے دل سے کوئی کلمہ یا حرف نکلا ہو اور وہ اللہ کے ذکر کے ساتھ مقرون نہ ہوا کرتا ہو اس لئے بعض متبعین کا تو یہ کہنا ہے کہ اگر میرے دل میں تیرے سوا کوئی ارادہ غلطی سے بھی آئے تو پھر میں اپنے مرتد ہونے کا حکم دوں گا)

و يتكلم بجوامع الكلم :

الجوامع 'جامعة' کی جمع ہے اور الكلم (بفتح الكاف و كسر اللام) اسم جنس ہے۔ ويؤيده قوله تعالىٰ اليه يصعد الكلم الطيب (جمع ج ۲ ص ۱۳) حدیث میں اضافت من قبيل اضافة الصفة الى الموصوف (جوامع الکلم کی اضافت از قبیلِ اضافت صفت کی موصوف کی طرف) کے ہے۔ معنی یہ ہے کہ آپؐ گفتگو میں کم سے کم الفاظ استعمال فرماتے تھے، جو کثیر معانی کو متضمن ہوا کرتے تھے وهذا يسمى عند علماء المعانى

Marfat.com

بالایجاز و هو من البلاغة ان اقتضاه المقام (مواہب ص۱۶۲) (اور علماء معانی و بیان کے نزدیک اس کا نام ایجاز ہے یہ بلاغت سے شمار ہوتا ہے اگر مقام اس کا مقتضی ہو) بعض حضرات کہتے ہیں کہ جوامع الکلم سے مراد قرآن ہے جیسا کہ ابن حجرؒ وغیرہ سے منقول ہے، مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کی مراد اس سے اعم ہے جو قرآن کے علاوہ احادیث کو بھی شامل ہے۔

بعض حضرات نے اس سے قواعد لئے ہیں و قیل المراد بجوامع الکلم القواعد الکلیة الجامعة للفروع الجزئیة (مواہب ص۱۶۳) (اور بعض نے کہا کہ جوامع الکلم سے ایسے قوانین کلیہ مراد ہیں جو فروع جزئیہ کے جامع ہوں) بعض روایات میں جوامع الکلم کے ساتھ حضور ﷺ کی فضیلت کی تخصیص کی گئی، جیسے کہ مسلم شریف میں ہے۔ فضلت علی الانبیاء بست منه جوامع الکلم (مجھے دوسرے انبیاء کرامؑ پر چھ چیزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے انہی میں سے جامع کلمات بھی ہیں)

تاہم جب عموم راجح ٹھہرا تو وہ قواعد کلیہ کو بھی متضمن ہے۔ ملا علی قاریؒ نے جمع الوسائل ج ۲ ص ۱۴ میں چہل حدیث نقل کر دی ہیں، جو جوامع الکلم کی ایک مثال ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بھی چہل حدیث مرتب کی ہے جو باقاعدہ دینی مدارس کے ابتدائی نصابِ تعلیم میں شامل ہے۔ شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ نے جوامع الکلم کی چند مثالیں نقل کی ہیں۔

(۱) الذنب لاینسی ' والبر لا یبلی ' والدیان لایموت ' فکن کیف شئت . (۲) صنائع المعروف تطفئی غضب الرب (۳) صدقة السر تطفئ غضب الرب (۴) الحیاء خیر کله (۵) الاقتصاد فی النفقة نصف المعیشة ' والتودد للناس نصف العقل وحسن السؤال نصف العلم (اتحافات ص۲۷۵) (۱) (گناہ بھلایا نہیں جا سکتا اور نیکی پرانی نہیں ہوتی اور بدلہ دینے والی ذات (اللہ جل جلالہ) پر موت نہیں ہوگی پس تو رہ جیسے تیرے مرضی ہو (۲) نیکی اور بھلائی کے کام اللہ کے غصہ کو بجھا دیتے ہیں (۳) خفیہ طور پر صدقہ کرنا بھی اللہ کے غصہ کو بجھا دیتا ہے (۴) حیا میں مکمل بہتری اور خیر ہے (۵) خرچ میں

Marfat.com

اعتدال اور میانہ روی آدھی معیشت ہے (۶) لوگوں کے دل میں محبت پیدا کر لینا آدھا عقل ہے (۷) اور اچھے انداز سے سوال کرنا نصف علم ہے)

گفتگو مبارک :

کلامه فصل 'اس کا معنیٰ پہلے واضح کیا جا چکا ہے۔ فصل مصدر ہے بمعنیٰ اسم فاعل' یا بمعنیٰ اسم مفعول کے۔ پہلی صورت میں معنی یہ ہوں گے **فاصل بین الحق والباطل وهو من قبيل رجل عدل للمبالغة** (جمع ج۲ص۱۴) (کہ آپ ؐ کی گفتگو حق و باطل کے درمیان حد فاصل ہوتی تھی یہ بطور مبالغہ کہ از قبیلِ رجل عدل کے ہے کہ جیسے وہ عدل بھی بمعنیٰ عادل کے ہے یہاں بھی فصل بمعنیٰ فاصل کے ہے) ہوگا۔ دوسری صورت میں معنی **مفصول من الباطل ومصئون عنه** (جمع ج۲ص۱۴) (کہ آپ کا کلام باطل سے محفوظ اور جدا ہوتا تھا) ہوگا' یعنی آپ ؐ کی گفتگو صاف اور واضح، حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی' تذبذب' تردد اور ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہوتی تھی۔ **لا فضول ولا تقصير** ' یہ پچھلے جملے کے لئے بمنزلہ بیان اور تفسیر کے ہے۔ **وفي الاصول المعتمدة بفتح الاسمين بناءً على ان لا لنفي الجنس والخبر محذوف اى لا فضول في كلامه ولا تقصير في تحصيل مرامه** (جمع ج۲ص۱۵) (اور بعض معتبر نسخوں میں دونوں اسم (**لا فضول ولا تقصير**) مفتوح ہیں بناء بر اسم لائے نفی جنس کے اور ان کی خبر محذوف ہے یعنی اصل عبارت یہ ہوگی **لا فضول في كلامه** (آپ ؐ کی گفتگو میں زائد بات نہ ہوتی تھی) **ولا تقصير في تحصيل مرامه** (اور مقصد حاصل کرنے میں کوئی کمی نہ ہوتی) آپ ؐ کا کلام مبارک جملہ جملہ ہوتا تھا، جس میں خفیف سکتہ ہوتا تھا، جبکہ کلامِ طویل سے آدمی اُکتا جاتا ہے اور کلام قصیر مخل فی الفہم ہوتا ہے۔ احمد عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں۔ **اى كان كلامه حسبما يقتضيه المقام من ايجاز واطناب وهو المساواة** (اتحافات ص ۲۷۵) (کہ آپ کا کلام مبارک مطابق اقتضاءِ مقام ہوتا نہ تو مختصر اور نہ طویل بلکہ متوسط اور درمیانی درجہ کا ہوتا تھا)

Marfat.com

احبّا اور اعداء کے ساتھ معاملہ :

لیس بالجافی 'یہاں تک تو حدیث کا وہ حصہ بیان ہوا جو سائل کو مطلوب تھا۔ مزید اوصاف کا بیان گویا سائل کو اس کے سوال سے بڑھ کر نوازا جا رہا ہے، جیسے کہ محبّ صادق کا حال ہوتا ہے۔ ذرہ محبوب کا ذکر چھڑے تو دل کے بندھن کھل جاتے ہیں اور وصف محبوب جاری رہتا ہے'الجافی ' الجفا سے ماخوذ ہے جو البر اور الوفا کی ضد ہے معنیٰ ہوگا، عدیم البر قولاً و فعلاً (جمع ج۲ص۱۵) گویا آپؐ عدیم البر والوفا نہ تھے۔ آپ کی نیکیاں، شفقتیں، محبتیں اور احسانات تو اجانب کو بھی حاصل تھیں، چہ جائیکہ اقارب کی بات کی جائے۔ احباب کی محرومی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اعداء بھی مالا مال ہو جاتے تھے۔ لانه نعمة مهداة للمومنين و رحمة مرسلة للعالمين (جمع ج۲ص۱۵) (کیونکہ آپؐ کی ذاتِ اقدس ایک ایسی نعمت جو مومنین کے لئے تو ہدیہ اور تحفہ ہے اور سب جہاں والوں کے لئے ایک رحمت مرسلہ ہیں)

یا معنیٰ یہ ہے کہ آپؐ کی طبیعت میں اکڑپن' غلاظتِ طبع' بدگوئی نہ تھی، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ من بدا جفا ای سکن البادیة غلظ طبعه لقلة مخالطة الناس (جمع ج۲ص۱۵) (یعنی جو جنگل میں رہتا ہے اس کی طبیعت سخت ہو جاتی ہے کیونکہ اس کا لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا بہت کم ہوتا ہے) مقصد یہ ہے کہ آپؐ ازروئے صلہ رحمی' نیکی واحسان کے' اپنے احباب و اقارب بلکہ اجانب تک کے ساتھ صرف احبّا ہی نہیں، اعداء کے ساتھ بھی انتہائی بھلائی، حلیمی، بردباری' نرمی اور رواداری کے ساتھ پیش آتے تھے یہ فطرت اللہ ہی نے آپ کو بخشی تھی۔

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (آلِ عمران : ۱۵۹)(اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے، تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے)

عظمتِ مقام ورفعتِ شان :

ولا المهين (ا) میم کی فتح کے ساتھ پڑھیں تو صفة مشبہ کا صیغہ بنتا ہے۔ بمعنیٰ

Marfat.com

حقیر وضعیف کے، یعنی آپؐ حقیر وضعیف اور معاشرے میں پست و خلیق نہ تھے بلکہ انہیں عظمت و رفعت اور اعتماد و محبت کا مقام حاصل تھا۔ آپؐ کے وقار و مہابت اور جلالتِ قدر سے کفار و فجار کانپتے تھے اور عرب کے جابر و ظالم لوگ آپؐ کی عظمت و مہابت کے سامنے جھک جھک جاتے تھے۔ آپؐ کے دروازے پر کوئی چوکیدار اور دربان نہ تھا، مگر بایں وصف بھی بڑے بڑے رئیس، سردار اور بادشاہ تک اپنی سرداری اور شان و شوکت کے باوصف آپ کی عظمت و مقام کے قائل اور صلابت فکر پر اعتماد کرتے تھے۔

(۲) بعض روایات میں میم کے ضمہ کے ساتھ منقول ہوا ہے، تو بمعنیٰ اسم فاعل کے ہوگا تو معنیٰ یہ ہوگا کہ آپؐ نہ تو کسی کی توہین کرتے تھے اور نہ کسی کو حقیر سمجھتے تھے جیسے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں لایھین ولا یحقر احدا من الناس (جمع ج۲ص۱۵)

والمعنٰی انہ غیر جاف للاحباء ولا ذلیل لدی الاعداء بل متواضع للمومنین و متکبر علی المتجبرین فیطابق فی قولہ تعالیٰ (اور مطلب یہ ہوا کہ آپؐ نہ تو اپنے دوستوں سے بے وفائی اور سخت مزاجی فرماتے اور نہ دشمنوں کی نظر میں کمزور اور عاجز بلکہ آپؐ ایمان والوں کے لئے تو متواضع اور سرکشوں کے لئے مغرور ہوا کرتے تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہوا) اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ۝ (المائدہ:۵۴) (وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے کفار پر) ویوافق قولہ عز وجل اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۝ (الفتح:۲۹) (کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحمدل ہیں)

تعظیم نعمت :

یعظم النعمة ...... یعنی آپؐ نعمت کی کبھی تحقیر نہ فرماتے، اگرچہ وہ بہت ہی قلیل ہوتی، ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت کو بڑی وقعت و اہمیت سے دیکھتے تھے۔ قولاً تعظیم یہ تھی کہ نعمت ملنے پر زبان سے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور فعلاً تعظیم یہ تھی کہ نعمت سے حاصل ہونے والی صحت وقوۃ کو اپنے رب کی رضا میں صرف فرماتے تھے۔ وان دقت ای و ان

Marfat.com

صغرت و قلت النعمة سواء کانت نعمة ظاهرية او باطنية دنيوية او اُخروية فان القليل من الخليل جليل ' و ما يشكر الكثير من لم يشكر القليل (جمع ج۲ص۱۵)(آپ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بہت قدر دانی فرماتے اگر چہ وہ نعمت بہت تھوڑی اور کم قیمت ہوتیں اور چاہے وہ نعمت ظاہری ہوتی یا باطنی اسی طرح چاہے وہ دنیوی ہوتی یا اخروی اس لئے کہ دوست کی عطا کردہ چیز اگر چہ قلیل ہو دراصل وہ بڑی اور عظیم ہوتی ہے اور جو چھوٹی نعمتوں کا شکریہ نہ ادا کر سکے وہ بڑی نعمتوں کا شکر ہرگز نہیں کر سکتا)

لایذم منها ' یہ بھی تعظیم نعمت ہی کی ایک نوع ہے کیونکہ نعمۃ کی برائی درحقیقت منعم کی برائی ہے لان ذم النعمة هو فی الواقع ذم المنعم و ليس هذا خلق النبی ﷺ (اتحافات ص۲۷۲) ولایمدحه کیونکہ نعمت کی تحقیر یہ متکبرین کا کام ہے اور بھرپور توجہ سے پل پڑنا حریصوں کا کام ہے۔ علامہ مناویؒ کے الفاظ یہ ہے وذلک لان ذمه شأن المتكبرين والاعتناء بمدحه شأن المكثرين و ذوی الشرة والنهمة والحرص (مناوی ص۱۶) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں، البتہ رغبت یا کسی کی دلداری کی وجہ سے کبھی کبھی خاص خاص چیزوں کی تعریف فرمائی ہے (خصائل)

دنیا اور امورِ دنیا سے تعلق کی نوعیت :

لاتغضبه الدنيا ...... یعنی دنیا اور دنیا کے معاملات اور دنیوی امور کی وجہ سے آپ کو کبھی غصہ نہیں آتا تھا، کیونکہ آپ کو اس میں دلچسپی نہ تھی۔ لدنائتها و سرعة فنائها و كثرة عنائها و خسة شركائها و زيادة لا لمزيد تاكيد النفی (جمع ج۲ص۱۷)(اس لئے کہ دنیا ایک ردی اور گھٹیا اور جلد فنا ہونے والی چیز ہے نیز اس میں سخت تکلیف اور دنیا داروں کے لئے بڑی ذلت اور رسوائی کا باعث ہوتی ہے اور کلمہ لا کی زیادتی (ولاما كان الخ) میں مزید تاکید نفی کے لئے ہے) یہ معنیٰ تب ہے جب لا ثانیہ' تاکید اولیٰ کے لئے ہو اور ما موصولہ ہے۔ بعض نے لا ثانیہ کو زائدہ اور ما کو نافیہ قرار دیا ہے، تو اس صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ آپ کو دنیا غضب میں نہیں لاتی تھی اور نہ ہی آپ دنیا کے لئے تھے بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بے تعلق تھے۔ اذ اِغضاب الدنيا ليس

Marfat.com

الا اغضاب ما کان لها (مواہب ص ۱۶۳) (اس لئے کہ دنیا کا غضب وغصہ نہیں ہوتا مگر دنیاوی امور کی وجہ سے)

حضور اقدس ﷺ کا غصہ حق کے لئے ہوتا تھا:

و اذا تعدی الحق ... اس کا معنیٰ تو تحت اللفظ ترجمہ میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے یعنی کوئی شخص دینی اُمور میں یا حق بات میں حد سے تجاوز کر لیتا۔

بصیغة المجهول من التعدی ای اذا تجاوز احد (مناوی ج ۲ ص ۱۶) لم یقم لغضبه ' قام کے صلہ میں جب لام آ جائے تو سامنے مقابلہ کے لئے ٹھہرنے کے معنیٰ میں آتا ہے۔

جب اشارہ فرماتے:

اذا اشار ... جب آپ ؐ اشارے کا ارادہ فرماتے تو اشار بکفه کلها ' پورے ہاتھ کے ساتھ اشارہ فرماتے تاکہ ابہام رفع ہو اور افہام و تفہیم آسان ہو۔ چند انگلیوں سے اشارہ سے گریز کرتے۔ لأنه شأن المتکبرین (مواہب ص ۱۶۴) (اس لئے کہ یہ تکبر کرنے والوں کا طریقہ و دستور ہے)۔

نہایۃ میں ہے، آپ ؐ کا اشارہ مختلف امور کے لئے مختلف ہوا کرتا تھا توحید اور تشہد کے لئے مسبحه کے ساتھ اشارہ فرماتے اور دیگر امور کے لئے پورے ہاتھ کے ساتھ، تاکہ دونوں اشاروں میں فرق واضح ہو کہ مسبحه سے اشارہ کی غرض توحید تھی، لہٰذا غیر اللہ کی طرف انگلی سے اشارہ نہ فرماتے۔

جب غصہ ہوتے:

و اذا غضب اعرض و اشاح ' جب کسی سے ناراض ہوتے تو اس سے منہ پھیر کر اعراض فرماتے اور بے توجہی کرتے اور غضب کے مقتضا پر مزید عمل نہ کرتے جیسا کہ حکم ہے۔ وأعرض عن الجاهلین (اور اعراض (روگردانی) کر جاہل لوگوں سے) و اشاح ' ای بالغ فی الاعراض (والعفو والصفح) هذا هو المراد هنا (مواہب ص ۱۶۴) (اشاح کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے علامہ بیجوری ؒ کہتے ہیں کہ اعراض میں آپ ؐ نے

Marfat.com

مبالغہ فرمایا اور یہی معنیٰ یہاں مراد ہے) ورنہ اشاح لغۃً بولا جاتا ہے۔ اذا تنحی و انکمش او منع او صرف او قبض وجھہ (مناوی ج۲ص۱۷) (جب کوئی یکسو ہو جائے یا دوڑے یا رو کے یا ہٹائے اور یا چہرے میں انقباضی کیفیت ہو جسے منہ چڑانا کہتے ہیں) اشاح کا معنیٰ اعراض میں مبالغہ کرنا نقل کر دیا ہے، گویا اعراض کی تاکید ہے۔ آج کل رواداری اور مداہنت کی جاتی ہے کہ دل میں بغض ہوتا ہے اور ظاہر لطف وعنایت کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ یہی وہ معاملہ ہے جسے شریعت میں عملی نفاق کہتے ہیں۔ مومن کا ہرگز یہ کام اور مقام نہیں کہ وہ دل میں بغض رکھے اور بظاہر لطف وعنایت اور رواداری کا معاملہ کرے بلکہ اپنی ناراضگی کا اظہار کر دینا چاہئے تاکہ جس پر غصہ کیا جا رہا ہے، وہ بھی عملاً اس کا ازالہ کرے۔

جب خوش ہوتے :

اذا فرح غض طرفه ' اور جب خوش ہوتے تو حیا کی وجہ سے آنکھیں گویا بند فرما لیتے۔ لان الفرح لا یستخفه و لایحرکه ولایجعله متکلماً وانما غاية تاثيره فيه هذا القدر (مناوی ج۲ص۱۷) (اس لئے کہ خوشی نہ اس کو ہلکا بناتی ہے اور نہ اس کو حرکت دیتی ہے اور نہ اس کو متکلم بناتی ہے ہاں اس کی انتہائی تاثیر اسی قدر (آنکھیں بند کر لینا) ہے) ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں، غض طرفه ای اطرق و لم یفتح عینه تواضعاً و تمکیناً و فی روایة کان اذا رضی و سرّ ای صار مسروراً و فرحاً فکان وجهه وجه المرأة (جمع ج۲ص ۱۷) (یعنی آپؐ سر جھکا دیتے اور بوجہ تواضع عاجزی اور تمکین (اللہ تعالیٰ کے پاس مرتبہ تلاش کرنا) کے اپنی آنکھیں مبارک نہ کھولتے اور ایک روایت میں ہے جب خوش اور راضی ہوتے تو آپؐ کا چہرہ مبارک شیشہ کی مانند ہوتا تھا)

آپ ﷺ کا تبسم :

و جل ضحکه ...... جُل بمعنیٰ معظم کے آتا ہے۔ ای معظم ضحکه (مواہب ص۱۶۴) یعنی حضور اقدس ﷺ کی ہنسی اکثر تبسم سے نہیں بڑھتی تھی، تبسم ہی ہوتا

Marfat.com

التبسم وھو بشاشة الوجه من غیر تاثیر تام فی ھیئة الفم (مناوی ج ۲ ص ۱۸) (تبسم کا معنٰی چہرہ کا ہنس مکھ ہونا بغیر کسی اثرِ تامہ کے منہ کی ہیئت اور شکل میں) قہقہہ وقار کے بھی خلاف ہے۔ غفلت اور لاپرواہی سے ہوتا ہے۔ لفظ جُلّ بمعنی اکثر کے استعمال ہوا ہے۔ یہی درست ہے۔ لانه ربما ضحک حتی بدت نواجذہ (مواہب ص ۱۶۴) (اس لئے کہ بعض اوقات میں آپؐ ایسا بھی ہنستے کہ نواجذ (دانت) ظاہر ہو جاتے) جبکہ کچھ زیادہ منہ کھل جائے۔

ظہورِ نواجذ اور تبسم میں تعارض کا جواب :

نواجذ کے ظہور اور تبسم دونوں روایات میں بظاہر تعارض ہے تو ملا علی قاریؒ دونوں میں تطبیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امورِ دنیا میں ہنسی، تبسم سے نہیں بڑھتی تھی۔ وجہ ظاہر ہے کہ دنیا میں آپؐ کی دلچسپی ہی نہیں تھی، نہ اس سے آپؐ کو خوشی ہوتی تھی اور نہ ناراضگی۔ البتہ امورِ آخرت میں ہنسی میں ظہورِ نواجذ ہو جاتا تھا۔

یفتر : افتر سے ہے بمعنی دانت کھلنا ای ضحک ضحکاً حسناً حتی بدت اسنانه من غیر قهقهة (مناوی ج ۲ ص ۱۸) (یعنی آپؐ ایسا مبارک ہنسنا ہنسے کہ آپؐ کے دانت مبارک صرف ظاہر ہوئے بغیر قہقہہ کرنے کے) مثل حب الغمام' حب دانہ کو کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے غلہ فروش کو حباب کہتے ہیں۔ الغمام بادل حب الغمام یعنی ژالہ اور اولہ' آپؐ کے دانتوں کو اولے سے تشبیہ دی ہے۔ صفائی اور سفیدی اور لطافت میں

فالمعنیٰ یضحک ضحکا حسنا عن سن مثل حب الغمام فی البیاض والصفاء والبریق واللمعان وورد انه ﷺ کان اذا ضحک یتلألأ فی الجدر ای یشرق علیها اشراقاً کاشراق الشمس (مواہب ص ۱۶۴)

(مطلب یہ ہوا کہ آپؐ ایسے خوبصورت دانتوں سے ہنسا کرتے جو کہ ژالہ اور اولوں کی مانند سفیدی اور چمک میں ہوا کرتے اور یہ بھی احادیث میں آیا ہے کہ جب آپؐ ہنستے تو دیواروں پر ایسی روشنی پڑتی جیسے سورج کی روشنی) ۔

Marfat.com

و قیل حب الغمام اللؤلؤ لانه یحصل من ماء المطر النازل من الغمام وهو انسب فی باب التشبیه لما فی الاول من البرودة ولما فی الثانی من زیادة تشبیه الفم بالصدف والریق بماء الرحمة فی بحر النعمة (جمع ج۲ ص۱۸) (اور بعض کہتے ہیں کہ حب الغمام سے مراد موتی ہیں کیونکہ یہ اس بارش کے پانی سے بنتے ہیں جو بادل سے نازل ہو کر برستا ہے اور یہی توجیہ بابِ تشبیہ سے زیادہ مناسب ہے۔

کیونکہ پہلی صورت ژالہ وغیرہ میں برودت ہے اور دوسری توجیہ پر کچھ زیادتی ہے کہ یہاں منہ کو صدف کے ساتھ اور لعاب کو اس رحمت کے پانی کے ساتھ جو رحمت کے سمندر میں ہو تشبیہ دی گئی ہے)

==============================

Marfat.com

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ ضِحْکِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کے بیان میں

ضحک ہو یا تبسم، دونوں فطری چیزیں ہیں۔ خوشی، مسرت اور سرور و انبساط کے موقع پر، ہنسنا یا مسکرانا قدرت کا عطیہ اور اِنسان کا خاصہ ہے۔ والضحک خاصیة للانسان واصله مِن سرور یعرض للقلب و قد یضحک غیر المسرور (مناوی ج ۲ ص ۱۸) (اور مسکراہٹ انسانی خاصیت ہے اور اس کا مبدأ وہ خوشی ہے جو دل میں آ جاتی ہے البتہ کبھی ناخوش انسان بھی ہنستا ہے) مگر بعض لوگ اس موقع پر بھی حدود سے تجاوز کر کے بد اخلاقی، کراہت اور بدروئی کی انتہاؤں تک چلے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضور اقدس ﷺ کا اسوۂ حسنہ کیا تھا، یہی غرضِ انعقاد باب ہے۔ مصنف ؒ اس باب میں نو احادیث لائے ہیں۔

(۲۱۹/۱) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ اَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ وَ هُوَ ابْنُ اَرْطَاۃَ عَنْ سِمَاکِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ کَانَ فِیْ سَاقَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُمُوْشَۃٌ وَ کَانَ لَا یَضْحَکُ اِلَّا تَبَسُّمًا فَکُنْتُ اِذَا نَظَرْتُ اِلَیْہِ قُلْتُ اَکْحَلَ الْعَیْنَیْنِ وَ لَیْسَ بِاَکْحَلَ ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث احمد بن منیع نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو بیان کیا عباد بن عوام نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر حجاج نے جو کہ ابن ارطاۃ ہے۔ سماک بن حرب کے واسطہ سے دی، انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت جابر بن سمرۃ ؓ سے سماعت کی۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی پنڈلیاں کسی قدر باریک تھیں، اور آپ کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا، میں جب حضور اقدس ﷺ کی زیارت کرتا تو دل میں سوچتا کہ آپ سرمہ لگائے ہوئے ہیں، حالانکہ اُس وقت سُرمہ لگائے

Marfat.com

ہوئے نہیں ہوتے تھے۔

راوی حدیث (۴۹۰) الحجاج کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

پنڈلیاں مبارک :

كان في ساقي رسول ﷺ حموشة۔

الحموشة! پنڈلی، پتلی اور درمیانی باریک تھی۔ رقة الساق و هي مما يتمدح به (اتحافات ص ۲۷۸) (پنڈلی کا باریک اور پتلا ہونا قابل مدح وفخر سمجھا جاتا تھا) بعض نے الخموشة (بضم اوله المعجم) نقل کیا ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، فمخالف للاصول و معارض للغة و مغير للمعنى فان الخمش (بالمعجمة) هو خدش الوجه ولطمه وقطع عضو منه (جمع ج۲ص ۱۸) (یہ تو قواعد اور اصول لغت کے بھی مخالف اور معنیٰ کو بھی تبدیل کرنے والا ہے کیونکہ خمش (خاء معجمہ کے ساتھ) چہرہ کو نوچنا اس پر تھپڑ لگانا اور اس سے کسی عضو کا کٹنا مراد ہوتا ہے)

روایت میں حضورِ اقدس ﷺ کی تین صفات کا بیان ہے۔ یہ پہلی صفت ہے کہ آپؐ کی پنڈلیاں مبارک قدرے پتلی تھیں اور ان پر گوشت کم تھا، بھاری نہ تھیں، یہ ایک صفت محمود ہے۔

غالب اوقات تبسم آپؐ کا معمول تھا :

و كان لا يضحك الا تبسماً یعنی حضور اقدس ﷺ غالب اوقات تبسم ہی فرماتے اور مسکراتے۔ قہقہہ آپ کی عظمتِ شان اور مقام رفیع کے خلاف تھا۔ پہلے بھی عرض کیا تھا کہ ہنسنے کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) تبسّم' منہ کھل جاتا ہے، مگر آواز نہیں آتی۔ (۲) ضحک (ہنسنا) منہ بھی کھل جاتا ہے، نواجذ بھی ظاہر ہو جاتے ہیں اور ہنسنے کی ہلکی سی آواز بھی آتی ہے۔ (۳) قہقہہ' انسان کا پورا منہ کھل جاتا ہے، خوب آواز سے ہنستا ہے، یہ ہنسنے کی آخری اور انتہائی قسم ہے، جو ناپسندیدہ ہے۔

حضور اقدس ﷺ سے تبسم اور ضحک تو ثابت ہے، مگر قہقہہ ثابت نہیں، جو قساوتِ

Marfat.com

قلبی اور غفلت کی علامت ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے، لا تکثر الضحک فان کثرة الضحک تمیت القلب (ترمذی) ایاک و کثرة الضحک فانه یمیت القلب. (معجم صغیر للطبرانی ج۲، ص ۱۰۴)
(زیادہ نہ ہنسا کر کیونکہ کثرت سے ہنسا دل کو مردہ کر دیتا ہے (ترمذی) اور طبرانی کی روایت میں ہے زیادہ ہنسنے سے بچا کر کیونکہ یہ دل کو مردہ بنا دیتی ہے)

یہ بھی پہلے عرض کیا گیا ہے کہ آپ کا ہنسنا امور آخرت کی وجہ سے اور تبسم امور دنیا میں ہوتا تھا۔ علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں، ھو انه کان یضحک فی امور الآخرة و یتبسم فی امور الدنیا (مواہب ص ۱۶۵) حدیث کا یہی حصہ ترجمۃ الباب سے مناسبت رکھتا ہے۔ علامہ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں ویظھر ان التبسم ھو خلق الانبیاء ، قال سبحانه تعالیٰ فی سلیمان فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا (النمل:۱۹) (اس سے ظاہر ہوا کہ تبسم انبیاء کرام کی خصلت و عادت ہے اللہ تعالیٰ سورہ نمل میں سلیمانؑ کے بارے میں فرماتا ہے پس مسکرایا ہنستا ہوا اس (چیونٹی) کی بات سے)

سرمگین آنکھیں :

فکنت اذا نظرت..... یہ آپؐ کی تیسری صفت کا بیان ہے کہ جب کوئی شخص حضور اقدس ﷺ کی زیارت کرتا، تو سمجھتا کہ آپ اکحل العینین ہیں ، یعنی آپ نے آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا ہے۔ ولیس باکحل ، حالانکہ آپؐ نے سرمہ نہیں لگایا ہوتا تھا۔ سید الکائنات حضور اقدس ﷺ سراپا حسن و جمال تھے۔ آپ کے دونوں پلکوں کی سیاہی آپؐ کی خلقتِ اصلیہ سے تھی۔ آپؐ کی آنکھیں خلقی اور فطری طور پر سرمگین تھیں۔ شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں، انما ھو الجمال الخلقی الذی لا مثیل له (اتحافات ۲۷۸) (بے شک آپؐ کا حسن و جمال ایسا فطری اور خلقی تھا جس کی کوئی نظیر و شبیہ نہیں) دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ آپؐ نے سرمہ لگایا ہوا ہے، حالانکہ یہ قدرتی سرمہ تھا، جو خارجی سرمہ کی سیاہی سے زیادہ خوبصورت، دیدہ زیب اور پائیدار تھا، جو ہمیشہ رہتا اور زائل نہ ہوتا۔ زوال پذیر کاجل کے بارے میں بچپن میں سنا ہوا بہادر شاہ ظفر کا شعر یاد آ گیا ....

Marfat.com

ہوتا ہے کالا جہاں مردم آزاروں کا منہ
پا گئے یہ رمز چشمِ شوخ کے کاجل سے ہم

تاہم متعدد فوائد و مقاصد کے حصول کے لئے حضور اقدس ﷺ سرمہ بھی استعمال فرماتے ہیں۔اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپؐ نے کبھی سرمہ نہ کیا ہو، تاکہ منافی ہو حدیثِ اکتحال کے ساتھ، تاہم دوسرے مقاصد اور فوائد کے لئے گاہے گاہے سرمہ استعمال فرمایا ہے۔اس روایت میں الفاظ فکنت نظرت ' قلت' کو متکلم کے بجائے مخاطب کے صیغے بنا کر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(۲۲۰/۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُغِيْرَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحٰرِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر ابن لہیعہ نے دی۔انہوں نے یہ روایت عبیداللہ بن مغیرۃ سے روایت کی۔انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ سے سُنی۔عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے زیادہ تبسم کرنے والا نہیں دیکھا۔

راویان حدیث (۴۹۱) عبیداللہ بن المغیرہؒ اور (۴۹۲) عبداللہ بن الحارثؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

متواصل الاحزان سے تعارض اور جواب :

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ اس سے پہلے باب کی اخیر حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ حضور اقدس ﷺ دائم الفکر اور پے در پے غموم میں مبتلا رہتے تھے۔یہ بظاہر اس کے منافی ہے، اس لئے اس حدیث کی دو توجیہیں کی گئی ہیں۔ایک تو یہ کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کا تبسم آپؐ کے ہنسنے سے زیادہ ہوتا تھا، ایسا کوئی اور شخص نہیں دیکھا، جس کا تبسم اس کے ہنسنے سے

Marfat.com

زیادہ ہو، چنانچہ آئندہ حدیث جوانہی صحابی سے روایت کی جارہی ہے، اس میں یہی مطلب متعین ہے۔ دوسری توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ باوجود طبعی غموم کے صحابہؓ کی دلداری اور انبساط کے خیال سے خندہ پیشانی اور تبسم فرماتے ہوئے پیش آتے تھے اور یہ کمال درجہ اخلاق و تواضع ہے۔ اسی باب کی حدیث نمبر ۵ اور نمبر ۶ میں حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضور اقدس ﷺ مجھے دیکھتے، تبسم فرماتے یعنی خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے ملتے تھے۔ اب پہلی حدیث سے کوئی تعارض نہیں ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کسی رنج و فکر میں مبتلا ہوتا ہے، لیکن دوسروں کی دلداری یا ضرورت سے وہ خندہ پیشانی سے ملتا ہے، جو لوگ دل میں عشق کی چوٹ کھائے ہوئے ہیں، ان کو اس کا تجربہ بہت ہوتا ہے (خصائل ص ۱۷۱-۱۷۲)

(۲۲۱/۳) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ خَالِدِ ۣ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اِسْحٰقَ السَّيْلَحَانِيُّ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ مَا كَانَ ضِحْكُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا تَبَسُّمًا قَالَ اَبُوْعِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت احمد بن خالد خلال نے بیان کی۔ ان کو یہ روایت یحیٰی بن اسحٰق سیلحانی نے بیان کی۔ ان کو یہ روایت لیث بن سعد نے یزید بن ابی حبیب کے واسطہ سے بیان کی اور انہوں نے یہ حدیث صحابی رسول حضرت عبداللہ بن حارثؓ سے روایت کی۔ حضرت عبداللہ بن حارثؓ ہی کی یہ بھی روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا ہنسنا تبسم سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔

راوی حدیث (۴۹۳) احمد بن خالد الخلالؒ اور (۴۹۴) یحیی بن اسحاق السیلحانیؒ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حصرِ اضافی :

ما کان ضحک ..... یہ حصر اضافی ہے۔ حقیقی نہیں، کیونکہ آپؐ سے ہنسنا بھی

Marfat.com

ثابت ہے، لما تقرر انه ضحک احیاناً حتی بدت نواجذه (مناوی ج۲ص۲۰) (کیونکہ یہ پہلے ہی ثابت ہو چکا کہ آپؐ کبھی ایسے ہنستے کہ آپؐ کے نواجذ (دانت) مبارک ظاہر ہو گئے) البتہ آپؐ کا اکثر اوقات تبسم اور مسکرانا ہی ہوتا تھا، ہنسنے کی نوبت کم آتی تھی۔

قال ابو عیسیٰ هذا حدیث غریب من حدیث لیث بن سعد : اصطلاحِ محدثین میں غریب حدیث وہ ہوتی ہے، جس کا صرف ایک ہی راوی ہو۔ امام ترمذیؒ جو فرماتے ہیں کہ یہ حدیث یہاں پر لیث بن سعد کی وجہ سے جو کہ یگانہ راوی ہیں، غریب ہے، یہ غرابت اسناد میں ہے، متنِ حدیث میں نہیں، لہٰذا غرابتِ سند، صحتِ متنِ حدیث کے منافی نہیں، اس روایت میں منفرد راوی لیث بن سعد کی جلالت علم اور امامت پر اتفاق، بلکہ اجماع ہے۔ علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، قیل انّ غرابته ناشئة من تفرد اللیث وهو مجمع علی امامته و جلالته فهی غرابة فی السند وهی لا تنافی صحته (جمع ج۲ص۲۰)

دائمی تفکر وحزن اور ہمیشہ مسکراہٹ کی تطبیق :

یہاں بھی اشکال نہ کیا جائے، کہ اس سے قبل حدیث میں آپؐ کی صفت تو متواصل الاحزان دائم الفکرة بیان کی گئی ہے اور یہاں اکثر الاوقات تبسم کا ذکر ہے، جو بظاہر متعارض ہے، کیونکہ علماء فرماتے ہیں کہ :

(۱) حزن کا تعلق ضحک سے ہے، آپؐ کا ہنسنے کا عام معمول نہیں تھا، قہقہہ کی نوبت کم آئی ہے، البتہ تبسم آپ کا اکثر معمول تھا، جو قابلِ اعتراض نہیں۔

(۲) آپؐ ذہنی فکری اور عملی طور پر تو متفکر اور متواصل الاحزان رہتے تھے، مگر حضرات صحابہؓ سامعین اور مخاطبین کے رعایت کے لئے مسکراہٹ فرماتے تھے تاکہ انہیں بے تکلفی رہے اور حصولِ فیض میں کوئی چیز مانع نہ ہو۔

(۲۲۲/۴) حَدَّثَنَا اَبُوْعَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ اَنْبَأَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَوَّلَ رَجُلٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَ اٰخِرَ رَجُلٍ

Marfat.com

يَخرُجُ مِنَ النَّارِ يُؤتٰى بِالرَّجُلِ يَومَ القِيٰمَةِ فَيُقَالُ اَعرِضُوا عَلَيهِ صِغَارَ ذُنُوبِه وَتُخبَأُ عَنهُ كِبَارُهَا فَيُقَالُ لَهُ عَمِلتَ يَومَ كَذَا ، كَذَا وَ كَذَا وَهُوَ مُقِرٌّ لَا يُنكِرُ وَهُوَ مُشفِقٌ مِن كِبَارِهَا فَيُقَالُ اَعطُوهُ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ عَمِلَهَا حَسَنَةً فَيَقُولُ اِنَّ لِي ذُنُوبًا لَا اَرَاهَا هٰهُنَا قَالَ اَبُو ذَرٍّ فَلَقَد رَاَيتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَت نَوَاجِذُهُ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابوعمار حسین بن حریث نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اس کی وکیع نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے اعمش نے معرور بن سوید کے واسطہ سے بیان کیا اور انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت ابوذر غفاریؓ سے سُنی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اُس شخص کو خوب جانتا ہوں، جو سب سے اول جنت میں داخل ہوگا اور اس سے بھی واقف ہوں، جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا۔

قیامت کے دن ایک آدمی دربارِ الٰہی میں حاضر کیا جائے گا، اس کے لئے یہ حکم ہوگا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کیے جائیں اور بڑے بڑے گناہ مخفی رکھے جائیں، جب اس پر چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے کہ تو نے فلاں دن فلاں گناہ کیے ہیں، تو وہ اقرار کرے گا، اس لئے کہ انکار کی گنجائش نہیں ہوگی اور اپنے دل میں نہایت خوف زدہ ہوگا کہ ابھی تو صغائر ہی کا نمبر ہے، کبائر پر دیکھیں کہ کیا گذرے کہ اس دوران میں یہ حکم ہوگا کہ اس شخص کو ہر ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی دی جائے تو وہ شخص یہ حکم سنتے ہی خود بولے گا کہ میرے تو ابھی بہت سے گناہ باقی ہیں، جو یہاں نظر نہیں آتے۔ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اس کا مقولہ نقل فرما کر ہنسے یہاں تک کہ آپؐ کے دانت مبارک ظاہر ہوگئے۔ ہنسی اس بات پر تھی کہ جن گناہوں کے اظہار سے وہ ڈر رہا تھا ان کے اظہار کا خود طالب بن گیا۔

راویانِ حدیث (۴۹۵) المعرور بن سویدؒ اور (۴۹۶) ابوذرؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

حضور اقدس ﷺ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے :

انی لَاَعْلَمُ ! آپؐ کو علم یا وحی کے ذریعہ ہوا ہوگا یا الہام کے ذریعہ یا کسی اور ذریعہ سے اعلم بمعنی اعرف کے ہے (جمع ج ۲ص ۲۰) اول رجل یدخل الجنة ! مراد یہ ہے کہ دوزخ سے نکل کر جنت میں اوّل داخل ہونے والا اول آدمی مراد ہے، کیونکہ علی الاطلاق تو سب سے پہلے جنت میں حضور اقدس ﷺ داخل ہونے والے ہیں جیسے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ وحاصله اول رجل یدخل الجنة ممن یخرج من النار لان اول من یدخل الجنة علی الاطلاق انما هو النبی صلی اللہ علیه وسلم (جمع ج ۲ص ۲۰) علامہ عبدالجواد الدومیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہی پہلے وہ مبارک شخص ہیں، جو جنت میں داخل ہوں گے اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، و آخر من یدخل الجنة هو جهینة یخرج من النار زحفاً أوحبواً (اتحافات ۱۴۰) (اور آخری وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ جہینہ ہے۔ دھیرے دھیرے گھسٹتے ہوئے یا پھر گھٹنوں کے بل چل کر دوزخ سے نکلے گا)

حدیث میں ذکر کس کا ہے ؟

خلاصہ یہ کہ حدیث میں اول وآخر کا بیان نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ یہ آدمی نہ تو اول ہے کہ حقیقی معنوں میں اول داخل ہونے والے خود حضور اقدس ﷺ ہیں یا وہ لوگ جنت میں اول داخل ہوں گے جو بغیر حساب والے ہیں اور یہ شخص تو مقامِ حساب میں ہے اور یہ شخص آخری بھی نہیں کہ ترمذی کی دوسری روایت میں آخری شخص ایک اور بیان کیا گیا ہے، تو یہ جملہ مستانفہ ہے اور بیان عجائبات کے لئے ہے،

جیسے ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں هو استیناف بیان لحال رجل ثالث غیر الاول والآخر (جمع ج ۲ص ۲۱) علامہ ملا علی قاریؒ نے ایک اور توجیہ وتطبیق کی صورت ان الفاظ سے بھی بیان کردی ہے۔ علی ان فی روایة الترمذی و همًا و الصواب انی لا علم آخر رجل یدخل الجنة الخ ' فانه هکذا رواه مسلم وغیره من حدیث ابی ذر و یوتی الخ ' علی هذه

Marfat.com

الروایة ایضا بیان لحال رجل ثالث کما تقلم او بیان لآخر رجل یدخل الجنة من غیر ان یدخل النار تأمل واللہ اعلم (جمع ج۲ص۲۱) (اس کے علاوہ یہ بھی کہ ترمذی کی روایت (انی لا علم اول رجل الخ) میں وہم ہوا ہے اور صحیح عبارت انی لا علم آخر رجل یدخل الجنة الخ ہے کیونکہ مسلم وغیرہ نے ابوذرؓ کی حدیث میں یہی الفاظ روایت کیے ہیں تو پھر اسی روایت پر بھی یوتی بالرجل الخ میں ایک تیسرے شخص کے حال کا بیان ہوگا جیسے پہلے گذر چکا ہے اور یا پھر اس آخری شخص کا بیان جو جنت کو داخل ہوگا بغیر اس کے کہ وہ پہلے دوزخ میں داخل ہوا ہو)

ما اراھا ھھنا کی تشریح :

اس جملہ میں ما نافیہ اور اراھا کی ضمیر کا مرجع ذنوب ہے۔ ھھنا کا مشار الیہ یا مقام عرض وحساب ہے یا صحائف اعمال ۔ مطلب یہ کہ میرے بعض بڑے گناہ ہیں، جو یہاں مجھے نظر نہیں آرہے۔

قسم کیوں لی گئی :

قال ابوذر و لقد رایت ...... جناب ابوذرؓ نے فرمایا کہ پس قسم ہے کہ میں نے آپؐ کو دیکھا کہ ہنسے، یہاں تک کہ اگلے دانت مبارک نظر آئے۔ اس روایت کو مسلسل بالضحک کہتے ہیں کہ سب ہنسے پڑھنے والے، پڑھانے والے، حضرات صحابہ کرامؓ حضور اقدس ﷺ اور خود باری تعالیٰ کما یلیق بشانه ۔ (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہو) ولقد ! قسم اس لئے لی گئی تا کہ ان کی خبر میں شک نہ کیا جائے، کیونکہ مشہور تو یہی ہے کہ آپ کا اکثر معمول تبسم کا تھا جیسا کہ علامہ بیجوریؒ بھی یہی لکھتے ہیں وانّما اقسم لئلا یرتاب فی خبرہ لما اشتھر ان المصطفیٰ کان لا یضحک الا تبسما (مواہب ص ۶۷)

روایاتِ ضحک وتبسم کا حاصل :

اس سلسلہ میں جس قدر روایات بھی آئی ہیں، سب کا حاصل یہی ہے کہ آپ اکثر اوقات اور بطورِ معمول کے تبسم ہی فرمایا کرتے تھے، جب کبھی اس میں زیادتی ہوتی، تو ہنس

Marfat.com

دیتے تھے، مگر مکروہ تو کثرتِ ضحک ہے، نہ نفسِ ضحک (کیونکہ کثرت اور افراطِ ضحک انسانی وقار ختم کردیتا ہے۔ جیسے کہ علامہ مناویؒ فرماتے ہیں وربما زاد فضحک والمکروہ الاکثار او الافراط لانها به الوقار (مناوی ج۲ص۲۲) حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ حیرت واستعجاب کے مقام پر ضحک بھی مکروہ نہیں ہے، جب وہ مسنون حدود سے متجاوز نہ ہو، علامہ بیجوریؒ کے الفاظ یہ ہیں ویؤخذ من الحدیث انه لایکره الضحک فی مواطن التعجب اذا لم یجاوز الحد (مواہب ۱۶۷/ مناوی ج۲ص۱۲)

ذکر نواجذ کا ہے مراد ضواحک ہیں :

حتی بدت نواجذه ! نواجذ' کی مفرد ناجذۃ ہے، بمعنیٰ اقصی اضراس یعنی داڑھ، مگر یہاں اس کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں، بلکہ مبالغہ مقصود ہے، ای بالغ فی الضحک حتی ظهرت نواجذه (مواہب ۱۶۷) (کہ آپؐ نے ہنسنے میں اتنا مبالغہ کیا کہ آپؐ کے نواجذ (دانت) بھی ظاہر ہوگئے) تو ذکر نواجذ کا ہے، مراد ضواحک ہیں۔ شیخ ابراہیم البیجوریؒ بھی یہی لکھتے ہیں کہ وکانت مبالغته فی الضحک نادرة والمکروه الاکثار منه (مواہب ص ۱۶۷) (اور حضور ﷺ کا ضحک (ہنسنے) میں مبالغہ کرنا نادر ہوتا تھا اور دراصل کراہت کثرت اور افراطِ ضحک میں ہے)

(۲۲۳/۵) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِیَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ بَیَانٍ عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَا حَجَبَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَ لَا رَاٰنِیْ اِلَّا ضَحِکَ.

(۲۲۴/۶) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُنِیعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِیَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ قَیْسٍ عَنْ جَرِیْرٍ قَالَ مَاحَجَبَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِیْ اِلَّا تَبَسَّمَ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں احمد بن منیع نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں زائدہ نے یہ روایت بیان

Marfat.com

(راوی) کی وساطت سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت قیس بن ابی حاتم سے روایت کی اور انہوں نے صحابی رسول حضرت جریر بن عبداللہ سے نقل کیا۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے میرے مسلمان ہونے کے بعد کسی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا، اور جب مجھے دیکھتے تھے، تو ہنستے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ تبسم فرماتے تھے۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں احمد بن منیع نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ روایت معاویہ بن عمرو نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے زائدۃ نے اسمٰعیل ابن ابی خالد کے حوالہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت قیس سے اور انہوں نے جریر بن عبداللہ صحابی رسول سے روایت کی۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے میرے مسلمان ہونے کے بعد کسی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا، اور جب مجھے دیکھتے تھے، تو ہنستے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ تبسم فرماتے تھے

بارگاہِ نبوت میں حضرت جریرؓ کا مقام :

ماحجبنی مفہوم حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔ مجھے حضور اقدس ﷺ نے منع نہیں فرمایا، گویا میرے لئے آپؐ کے دروازے ہر وقت کھلے ہوتے تھے۔ حَجَبَ ...... کا فاعل تو حضور ﷺ ہیں، ممنوع حضرت جریرؓ ہیں اور ممنوع عنہ کا ذکر نہیں، تو وہ محذوف ہے، ای ما منعنی فی الدخول علیہ فی بیتہ مع خواصہ و خدمہ لشدۃ اقبالہ علی (مواہب ص ۱۶۷) (یعنی حضور ﷺ نے مجھے اپنے گھر میں خواص اور خدام کی موجودگی میں داخل ہونے سے منع نہیں فرمایا اور آپؐ میری طرف انتہائی توجہ فرمایا کرتے)

والمقصود انی لم احتج الی الاستیئذان و یحتمل ان یکون المعنیٰ ما منعنی ملتمساتی عنہ بل اعطانی البتۃ مطلوبا تی منہ (جمع ج۲ص۲۲) (اور اس سے مطلب یہ تھا کہ مجھے اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ معنیٰ یہ ہو کہ آپؐ نے مجھ سے میرے مطالبات کو روکا نہیں بلکہ مجھے میرے مطالبات پورے پورے دے دیتے)

Marfat.com

منذ اسلمت ! یعنی جب سے میں نے اسلام قبول کیا اور حضور اقدس ﷺ کا غلام بنا، آپؐ نے مجھے اپنے دربار میں حاضری اور قدموں میں بیٹھنے سے کسی وقت بھی نہیں روکا، حضرتِ جریرؓ نے آپ کی وفات کے سال میں اسلام قبول کیا تھا۔ اسلم قبل وفاته اربعین یوماً (مواہب ص ۱۶۷) (حضرت جریرؓ آپؐ کی وفات سے چالیس دن پہلے مسلمان ہوئے)

ضحک بمعنی تبسم :

ولا رآنی ! اس کے بعد منذ اسلمت حذف ہے، اذا لحذف من الثانی لدلالة الاول کثیر (جمع ج ۲ ص ۲۲) (اس لئے کہ جملہ ثانیہ سے حذف کرنا بوجہ دلالت پہلے جملہ کے کثیر الوقوع عمل ہے) الا ضحک ! یہاں پر ضحک بمعنی تبسم کے ہے، جیسا کہ حدیث نمبر چھ میں اس کی تصریح ہے، وفی هذا الحدیث تخصیص الضحک بالتبسم (اتحافات ص ۲۸۱) (اور اس حدیث میں ضحک کی تخصیص تبسم سے ہے) حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، ولعل وجه التبسم له کل مرة فی رؤیته انه رآه مظهر الجمال فانه کان له صورة حسنة علی وجه الکمال حتی قال عمرؓ فی حقه انه یوسف هذه الامة (جمع ج ۲ ص ۲۳) (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۵۷۶) (اور حضور ﷺ کا ہر بار حضرت جریرؓ کو دیکھ کر تبسم فرمانے کی وجہ شاید یہ کہ آپؐ نے حضرت جریرؓ کو مظہرِ جمال، خیال کیا ہو کیونکہ حضرت جریرؓ کی خوبصورتی حد درجہ کمال کی تھی اس لئے تو حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں اس امت کے یوسف ہونے کا قول اور تذکرہ کیا ہے)۔

حضور ﷺ کا تبسم وخندہ روئی :

بہر حال شارحینِ حدیث فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا ہنسنا درحقیقت تبسم ہی ہوتا تھا، الشیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی وسائل الوصول میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

عبد اللہ بن حارث بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا ہنسنا درحقیقت مسکرانا ہوا کرتا تھا، آواز کے ساتھ نہیں ہنستے تھے، آپؐ جب گفتگو فرماتے تو مسکرا کر اور بڑی خندہ

Marfat.com

روئی کے ساتھ فرماتے، آپؐ کے تمام ساتھی بھی آپؐ ہی کی طرح زور زور سے نہیں ہنستے تھے، صرف مسکراتے تھے، جب آپؐ کی مجلس میں بیٹھتے تھے، تو اس سنجیدگی اور متانت سے بیٹھتے تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور انہیں خدشہ ہے کہ زور سے ہنسیں گے یا بات کریں گے تو پرندے اُڑ جائیں گے، گویا پوری مجلس میں پاس ادب سے سناٹا ہوتا تھا، اتفاقاً کسی کو کسی بات پر پوری ہنسی بھی آ جاتی، تو وہ منہ پر ہاتھ یا رومال رکھ لیتا، کہیں آپؐ کے سامنے ہنسنے کی آواز نہ نکل جائے، اور گستاخی جانی جائے، حضرات صحابہ کرامؓ کا یہ حال ادب اور احترام کی بنا پر تھا۔

(۲۲۵/۷) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ السَّلْمَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ لَاَعْرِفُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا فَيُقَالُ لَهُ انْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ اَخَذُوا الْمَنَازِلَ فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ قَدْ اَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ فَيُقَالُ لَهُ اَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِىْ كُنْتَ فِيْهِ فَيَقُوْلُ نَعَمْ قَالَ فَيُقَالُ لَهُ تَمَنَّ قَالَ فَيَتَمَنّٰى فَيُقَالُ لَهُ فَاِنَّ لَكَ الَّذِىْ تَمَنَّيْتَ وَ عَشْرَةَ اَضْعَافِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُوْلُ اَتَسْخَرُبِىْ (مِنِّىْ) وَ اَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ھناد بن سری نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابومعاویہ نے اعمش کے واسطہ سے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ روایت ابراہیم کے واسطہ سے عبیدۃ سلمانی سے روایت کی، اور انہوں نے یہ حدیث صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی، عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اُس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے اخیر میں آگ سے نکلے گا، وہ ایک ایسا آدمی ہوگا کہ زمین پر گھسیٹتا ہوا دوزخ سے نکلے گا۔ اس کو حکم ہوگا کہ جا جنت میں داخل ہو جا، وہ وہاں جا کر دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام جگہوں پر قبضہ کر رکھا ہے، سب جگہیں

Marfat.com

پُر ہو چکی ہیں، لوٹ کر بارگاہِ الٰہی میں اس کی اطلاع کرے گا۔ وہاں ارشاد ہوگا کیا دنیاوی منازل کی حالت بھی یاد ہے۔ وہ عرض کرے گا کہ رب العزت خوب یاد ہے، اس پر ارشاد ہوگا کہ اچھا کچھ تمنائیں کرو، جس نوع سے دل چاہے۔ وہ اپنی تمنائیں بیان کرے گا، وہاں سے ارشاد ہوگا کہ اچھا تم کو تمہاری تمنائیں اور خواہشات بھی دیں اور تمام دنیا سے دس گنا زائد عطا کیا، وہ عرض کرے گا کہ یا اللہ! آپ بادشاہوں کے بادشاہ ہو کر مجھ سے تمسخر فرماتے ہیں کہ وہاں ذرا سی بھی جگہ نہیں ہے اور آپ تمام دنیا سے دس گنا زائد مجھے عطا فرما رہے ہیں۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا کہ جب اس شخص کا یہ مقولہ نقل فرما رہے تھے، تو آپؐ کو ہنسی آ گئی، حتیٰ کہ آپؐ کے دندانِ مبارک بھی ظاہر ہو گئے۔

راویان حدیث (۴۹۷) ابراھیم اور (۴۹۸) عبیدۃؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظ حدیث کی تشریح :

مفہوم حدیث تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے۔ ذیل میں بعض الفاظِ حدیث کی تشریح بھی کر دی جاتی ہے۔

زحف کا معنیٰ :

رجل یخرج منھا زحفاً ، دوزخ سے نکلنے والے آخری آدمی کی صفت زحفاً مذکور ہے، زحف مفعول مطلق ہے، ای خروجاً زحفاً یا حال ہے بمعنیٰ زاحف کے ہے بمعنیٰ گھسٹتے ہوئے چلنا چوتڑوں کے بل۔ والزحف المشی علی الاست مع اشراف الصدر وفی روایۃ حبوا وھو المشی علی الیدین والرجلین والرکبتین ولاتنا فی بین الروایتین لاحتمال انہ یزحف تارۃ ویحبو اخری (مواھب ص ۱۶۸) (دونوں روایتوں میں منافات اور تعارض نہیں کیونکہ یہ احتمال ہے کہ وہ گھسٹتے ہوئے چلے یا گھٹنوں کے بل) زحوف اور زحفات اس کے ہم معنیٰ ہیں۔

Marfat.com

یہ آدمی عامۃ المسلین میں ایک گنہگار ہوگا، من عصاۃ المومنین، اس کا نام جھینۃ یا ھناد ہے۔ المنازل! مراد جنت کے درجات ہیں، اس کی مفرد منزل آتی ہے، وھی موضع النزول (مواہب ۱۶۷) (منزل کا معنیٰ رہنے کی جگہ)

آخری جنتی سے باری تعالیٰ کا خطاب:

اتذکر الزمان الذی کنت فیه' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے فرمایا جائے گا، کیا تجھے اپنی زندگی کا وہ زمانہ یاد ہے، جب تمہارا دنیا میں قیام تھا، وہ کہے گا، مجھے یاد ہے کہ زمین کی وسعت کس قدر زیادہ تھی، اس پر کتنے ڈھیر سارے لوگ آباد تھے، اس کی نعمتیں' آرام وآسائش کے اسباب حکومتیں، سلطنتیں، بادشاہتیں سب یاد ہیں۔ اب دنیا کی حالت یاد کرو، جب بھر جاتی تھی، تو دوسرے کی جگہ نہ رہتی تھی، مگر یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور ہے۔

ملا علی قاریؒ نے اسی مفہوم کو عبارتِ ہٰذا میں ذکر کردیا ہے۔ والمعنیٰ اتقیس زمنک ھذا الذی انت فیہ الآن بزمنک الذی کنت فی الدنیا ان الامکنۃ اذا امتلأت بالساکنین لم یکن للاحق مسکن فیھا (جمع ج ۲ ص ۲۳)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں، اس عبارت کا ترجمہ اکابر علماء نے وہی تحریر کیا جو تحت اللفظ میں لکھ دیا ہے۔ مگر بندۂ ناچیز کے نزدیک اگر اس کا مطلب یہ کہا جائے تو زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کیا دنیا کی وسعت اور فراخی بھی یاد ہے کہ تمام دنیا کتنی بڑی تھی اور یہ اس لئے یاد دلایا کہ آئندہ تمام دنیا سے دس گنا زائد اس کو عطا فرمانے کا اعلان ہونے والا ہے، تو ساری دنیا کا ایک مرتبہ تصور کرنے کے بعد اُس عطیہ کی کثرت کا اندازہ ہو۔

آخری جنتی کی تمنا:

تمن! بمعنیٰ ادع کے ہے، دعا کو تمن سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کہ تمنی غیر ممکن اشیاء کی بھی ہوتی ہے، جہاں حصولِ الشیٔ کے اسباب بعیدہ ہوں، مقصد دعا کا یہ ہے کہ انتہائی عظیم چیز کی تمنا کرو، کیونکہ دعا ہوتی ایسی چیز کے بارے میں ہے جو مل سکے، ای تمن

Marfat.com

من کل جنس و نوع تشتھی من وسع الدار و کثرۃ الاشجار فان لک مع امتلائھا مساکن کثیرۃ واما کن کبیرۃ وجنت تجری من تحتھا الانھار کلھا علی طریق خرق العادۃ بقدرۃ الملک الغفار (جمع ج۲ص۲۳) (اس کو کہا جائے گا کہ تو ہر جنس اور نوع کی آرزو اور تمنا کر چاہے آپ گھر یعنی (جنت کی وسعت) چاہتا ہے درختوں کی کثرت مطلوب ہے جنت کے بھر جانے کے باوجود آپ کے لئے اس میں بہت بڑے مکانات اور ایسے باغات جن کے نیچے نہریں ہوں گے یہ سب کچھ خلافِ عادت صرف اس ذاتِ اقدس کی قدرت سے ہوں گے جو بادشاہوں کے بادشاہ اور بہت بخشنے والی ذات ہے) ولا تقس حال الأخرىٰ بحال الدنیا فان تلک دار ضیقۃ و محنۃ و ھذہ دار متسعۃ و منحۃ (مواھب ص۱۶۸) (اور تو آخرت کے گھر کا قیاس دنیا کے گھروں پر نہ کر کیونکہ یہ تو بہت تنگ وتاریک اور تکلیف دہ ہیں اور آخرت کا گھر تو بڑا وسیع اور مخصوص حد یہ ہے)

ادنیٰ جنتی کا اعلیٰ مقام :

فیقال لہ ! پس اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے وہ بھی ہے، جس کی تو تمنا کر رہا ہے، و عشرۃ اضعاف الدنیا ، اور اس سے دس گنا بھی، اضعاف بمعنیٰ امثال کے ہے فضعف الشئی مثلہ و ضعفاہ مثلاہ و اضعافہ امثالہ (مواھب ۱۶۹) (تو ایک چیز کا ضِعف اس کا مثل ہوا اور دو ضعف دو مثل ہوئے اور ایک چیز کے چند اضعاف اس کے چند امثال ہوئے) لیکن دس گنا مساحت ومقدار کے اعتبار سے نہیں بلکہ قدر و قیمت کے اعتبار سے ہے، جو کچھ اسے آخرت میں دیا جائے گا، وہ دنیا کی نعمتوں میں سے دس گنا بڑھ کر ہوگا، جیسے علامہ بیجوریؒ کی اس عبارت سے ظاہر ہے فما یعطاہ فی الآخرۃ یکون مقدار عشرۃ اضعاف الدنیا --- بحسب القیمۃ بل افضل و اجل (مواھب ص۱۶۹) جیسا کہ سونا' دنانیر وغیرہ، گھوڑے کے مقابلہ میں مساحت و مقدار میں کم ہیں، لیکن قیمت میں بڑھ کر ہیں، ہاں یہ بھی یاد رہے کہ اگر مساحت و مقدار کے اعتبار سے بھی اضعاف ہو، تو اس کے لئے بھی کوئی مانع نہیں ہے --- ولا مانع من المضاعفۃ بالمساحۃ و المقدار ، کیونکہ ایک روایت میں تصریح ہے، کہ ادنیٰ سے ادنیٰ جنتی کا گھر ایک

Marfat.com

ہزار سال کی مسافت کے برابر وسیع ہوگا، وہ اس کی انتہاء کو ایسے دیکھے گا، جیسے ابتداء کو دیکھ رہا ہے ، وینظر الی جناته و نعیمه و خلمه و سرره مسیرة الف سنة وارفعهم الذی ینظر الی ربه بالغداة والعشی (مواہب ص۱۶۹) (اور یہ جنتی شخص اس کے باغات اور اس کی نعمتیں اور اس کے خدام اور تخت وغیرہ کو ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھے گا اور ان میں سے سب سے مرتبہ کے لحاظ سے بڑا وہ ہوگا جو صبح و شام دیدارِ خداوندی سے مشرف ہوتا رہے)

آخری جنتی کی حیرت و استعجاب :

اتسخربی و انت الملِک ! بعض نسخوں میں أتسخرونی اور بعض میں أتسخرمنی نقل ہوا ہے۔ سخر کا صلہ با اور مِن آتا ہے اور بغیر صلہ کے بھی تعدیہ ہوتا ہے۔ ایسے الفاظ اِنسان سے خوشی اور جوشِ مسرت کے وقت نکلتے ہیں۔ جیسے حدیث میں ایک شخص کا واقعہ منقول ہے، جس کی اونٹنی گم ہوگئی تھی اور وہ نا اُمیدی کے بعد اچانک مل گئی، تو اس نے جوشِ مسرت میں کہا ، انت عبدی و انا ربک (تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں) اس کو سبقت لسانی کہتے ہیں، یعنی بارِ الہا ! آپ تو ملِک الملوک ہیں، شہنشاہ اور احکم الحاکمین ہیں اور میں بندۂ فقیر، بادشاہوں کے بادشاہ کے شایانِ شان یہ نہیں کہ وہ ایک حقیر و فقیر اور ذرۂ بے مقدار سے مذاق کرے ۔ اسی کو علامہ ملا علی قاریؒ نے والحال انک الخ کی عبارت سے ذکر کیا ہے) والحال انک الملک العظیم الشان عظیم البرهان وانا العبد الذلیل المستهان والیک المشتکی وانت المستعان (جمع ج۲ ص۲۴) وهذا نهایة الخضوع و هو سبب لکمال جود الملک و لذالک نال ما نال من الاکرام. (مواہب ۱۶۹) (اور یہ انتہائی عاجزی ہے اور یہی بادشاہ (ذاتِ خداوندی) کے کمالِ جود و سخا کا سبب ہے اس لئے کہ جو اکرام و اعزاز ملتا تھا وہ مل گیا اور اس کو پالیا)

بعض حضرات نے کہا کہ ممکن ہے کہ یہ خطاب اس شخص سے کسی فرشتہ کے ذریعہ ہوا ہو، تو انت الملک (تو اس وقت لفظ ملک بفتح اللام بمعنیٰ فرشتے کے ہوگا تو پھر معنیٰ یہ ہوگا کہ تو میرے ساتھ مذاق کرتا ہے حالانکہ تو فرشتہ ہے) (بفتح اللام) پڑھا جائے گا،

Marfat.com

و خطر لی انه یمکن ان یکون المخاطب بهذا المقال و احد من الملائکة (جمع ج ۲ ص ۲۴) (جیسے کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ ممکن ہے کہ اس مقولہ کا مخاطب فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ ہو) ضحک 'اس موقع پر حضور اقدس ﷺ نے ہنس دیا دو وجہ سے' اس آدمی کی دہشت و حیرت اور ربِّ قدیر سے معاملہ' اس آدمی کی اپنے گناہوں پر بھی اور وسعتِ رحمت پر نظر اور اللہ پاک کی شفقت و عنایت اور اس کے فضل و رحمت کا اس کے غضب پر غالب ہونے پر جیسے علامہ بیجوریؒ یہ لکھتے ہیں ای تعجبًا مِن دهش الرجل و مِن غلبة رحمته تعالیٰ علیٰ غضبه (مواہب ص ۱۶۹)

(۲۲۶/۸) حَدَّثَنِی قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ اَنْبَاَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ رَبِیْعَةَ قَالَ شَهِدْتُ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِیَ بِدَابَّةٍ لِیَرْکَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِی الرِّکَابِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوٰی عَلٰی ظَهْرِهَا قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثًا وَاللّٰهُ اَکْبَرُ ثَلَاثًا سُبْحَانَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ثُمَّ ضَحِکَ فَقُلْتُ لَهٗ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ ضَحِکْتَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ کَمَا صَنَعْتُ ثُمَّ ضَحِکَ فَقُلْتُ مِنْ اَیِّ شَیْئٍ ضَحِکْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ رَبَّکَ لَیَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ یَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اَحَدٌ غَیْرِیْ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کی خبر ابو الاحوص نے ابی اسحٰق کے واسطہ سے دی اور انہوں نے یہ روایت علی بن ربیعہ سے روایت کی۔ ابن ربیعہؓ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس (ان کے زمانۂ خلافت میں) ایک مرتبہ (گھوڑا وغیرہ) کوئی سواری لائی گئی۔ آپ نے رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے بسم اللہ کہا اور جب سوار ہوئے تو الحمد للہ کہا، پھر یہ دعا پڑھی، سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۔ پاک

وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر فرمادیا ورنہ ہم کو اس کے مطیع بنانے کی طاقت نہ تھی اور واقعی ہم سب لوگ اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ پھر حضرت علیؓ نے الحمدللہ تین مرتبہ کہا، پھر اللہ اکبر تین مرتبہ کہا، پھر سُبْحَانَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے اور میں نے تیری نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنے میں اور اوامر کی اطاعت نہ کرنے میں اپنے ہی نفس پر ظلم کیا ہے، پس یا اللہ آپ میری مغفرت فرمائیں، کیونکہ مغفرت تو آپ کے سوا اور کوئی کر ہی نہیں سکتا، اس دعاء کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسے۔ ابن ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی، تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے بھی اسی طرح دعائیں پڑھی تھیں اور اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے بھی تبسم فرمایا تھا۔ میں نے بھی حضور اکرم ﷺ سے تبسم کی وجہ پوچھی تھی جیسا کہ تم نے مجھ سے پوچھی تو حضور اطہر و اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ بندہ کے اس کہنے پر کہ میرے گناہ تیرے سوا کوئی معاف نہیں کرسکتا، خوش ہو کر فرماتے ہیں کہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی شخص گناہ معاف نہیں کرسکتا ۔

اَللّٰھُمَّ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، اَللّٰھُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ لَکَ الْکِبْرِیَاءُ وَالْعَظَمَۃُ ۔ (اے اللہ میری اور میرے والدین کی مغفرت فرمادیں کیونکہ آپ کی ذاتِ اقدس کے سوا اور کوئی مغفرت کر ہی نہیں سکتا اے اللہ! میں تو تیری حمد ثنا شمار ہی نہیں کرسکتا۔ تیرے ہی لئے عظمت بڑائی اور کبریائی ہے)

راوی حدیث (۴۹۹) علی بن ربیعہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

تمہید :

مضمونِ حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہوگیا ہے۔ موضعِ استشہاد یا ترجمۃ الباب سے مناسبت فقلت من ای شئی ضحکت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (میں نے کہا یارسول اللہ! آپ کس چیز سے ہنس پڑے) میں ہے، جس کی تفصیلی بحث

Marfat.com

گذشتہ احادیث میں عرض کردی گئی ہے ذیل میں بعض الفاظِ حدیث کی قدرے تشریح نقل کردی جاتی ہے۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

حدیثِ زیرِ بحث میں حضور اقدس ﷺ کے ایک معمول کا بیان ہے۔ یہ حضرت علیؓ کی خلافت کا دور تھا۔ ان القضية فی ایام خلافته (جمع ج۲ص۲۶) آپ کہیں تشریف لے جانا چاہتے تھے۔ اتی بدابةٍ، تو آپ کے لئے سواری لائی گئی۔

لفظِ دابة کی تشریح :

دابة لغت میں ما یدب علی وجه الارض (ہر وہ چیز جو روئے زمین پر حرکت کرے) کو کہتے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں بھی اسی مفہوم میں مذکور ہے۔ وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقها (زمین میں کوئی جاندار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ پر ہے) پھر عرف عام میں اسے ذوات الاربع کے ساتھ خاص کردیا گیا۔ ثم خصها العرف العام بذوات الاربع (جمع ج۲ص۲۵)

فلما وضع رجله ...... مراد ارادہ ہے یعنی جب گھوڑے پر سوار ہونے کے لئے رکاب میں پاؤں رکھنے کا ارادہ فرمایا، تو بسم اللہ کہا، جار مجرور ارکب محذوف سے متعلق ہے۔ حضرت علیؓ نے یہ عمل حضور اقدس ﷺ کی اتباع و پیروی میں کیا کہ آگے اس کی تفصیل نقل کردی گئی ہے۔ گویا کہ حضور اقدس ﷺ کا یہ عمل حضرت نوح علیہ السلام کے عمل سے ماخوذ ہے۔ کما یدل علیه حکایة عن نوح علیه السلام قال ارکبوا فیها بسم اللہ لان الدابة بالبر کالسفینة بالبحر (مواہب ص۱۶۹) (جیسے کہ قرآن مجید میں بطور حکایت نوح علیہ السلام کا قول اس پر دلالت کررہا ہے کہ اس کشتی میں اللہ کا نام لیکر سوار ہوجاؤ اس لئے کہ خشکی میں جانور پر سواری کا حکم بمنزلہ کشتی کے سوار کے سمندر میں ہونے پر)

فلما استوی ...... جب پیٹھ پر آرام سے بیٹھ گئے تو الحمد للہ کہا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ یہ کس قدر عظیم نعمت ہے کہ ایک طاقتور گھوڑے کو اللہ نے ان کا مطیع و فرمانبردار بنادیا ہے

Marfat.com

،علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں وھی تذلیل ھذہ الدابة واطاقته لنا علی رکوبھا مع الحفظ عن شرھا (مواہب ص ۱۶۹) یہ تمام اذکار بھی اللہ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہیں ، وجعل لکم من الفلک والانعام ما ترکبون لتستووا علی ظھورہ ثم تذکروا نعمة ربکم اذا استویتم علیه (الآیة) (اور بنا دیا تمہارے واسطے کشتیوں اور چوپایوں کو جس پر تم سوار ہوتے ہوتا کہ چڑھ بیٹھو تم ان (کشتیوں اور چوپایوں) کی (سطح اور) پیٹھ پر پھر جب اس پر بیٹھ چکو تو اپنے رب کی نعمت تو یاد کرو اور کہو کہ اس کی ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم ایسے (طاقتور اور ہنر مند) نہ تھے جوان کو قابو میں کر لیتے اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے) ثم قال سبحن الذی ...... دعا میں اللہ کی تنزیہہ کا بیان ہے کہ باری تعالیٰ کی ذات استواء علی الدابة کی طرح استواء علی مکان سے پاک ہے ۔اس کا کوئی شریک نہیں ، وہ شریک سے منزہ ہے ، نیز وہ ہر قسم کے دابة و حیوان کی تذلیل کے عجز سے پاک ہے ، وہ قادر ہے ، جس نے اس گھوڑے کی طرح ساری کائنات کو ہمارے لئے مسخر کر دیا۔

مقرنین ای مطیقین (اتحافات ص ۲۸۲) (مقرنین کا معنیٰ مطیقین ہے یعنی ہماری یہ طاقت نہ تھی کہ ہم ان جانوروں کو مسخر کر لیتے) و انا الی ربنا ای حکمه و امرہ او قضائه و قدرہ او جزائه واجرہ (جمع ج ۲ ص ۲۵) (اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف یعنی اس کے حکم یا قضاء وتقدیر یا جزا اور اجر (کی طرف لوٹنے والے ہیں) اس کا مطلب یہ ہوا کہ لفظ ربّنا سے پہلے مضاف محذوف ہے)

تکبیر وحمدلہ میں تثلیث کی حکمت :

ثم قال الحمد للہ ثلاثاً ای ثلاث مرات ، تکرار میں تعظیمِ نعمت کی طرف اشارہ ہے۔ او الاول لحصول النعمة والثانی لدفع النقمة والثالث لعموم المنحة (جمع ج ۲ ص ۲۵) (یا پہلی بار الحمد للہ کہنا حصولِ نعمت پر اور دوسری بار عذاب اور تکلیف کے دفع ہونے پر اور تیسری بار بوجہ عموم عطا وکرم کے) واللہ اکبر ثلاثا اما تعظیمًا لھذہ الصنعة او الاول ایماء الی الکبریاء والعظمة فی ذاته والثانی للتکبیر والتعظیم فی صفاته

Marfat.com

والثالث اشعار الی انه منزه عن الاستواء المکانی والاستعلاء الزمانی (جمع ج۲ص۲۵
(اورآپ ؐ کا تین بار اللہ اکبر کہنا یا تو اس کاریگری کی عظمتِ شان کے لئے یا پہلی بار تو اللہ
کی ذات میں عظمت اور کبریائی کو اشارہ ہے اور دوسری بار میں اس کی صفات کی تعظیم و بڑائی
کی طرف اور تیسری بار میں ذاتِ باری تعالیٰ کا استواء مکانی اور زمانی سے تنزیہ اور پاکی کا
اظہار ہے)

سبحانک ...... ہوا اور زمین کی ہر سواری خواہ وہ حیوانات میں سے ہو یا گاڑی اور جہاز
ہو پر سفر کرتے وقت مذکورہ دعائیں پڑھنا مسنون ہیں۔

البتہ کشتی یا پانی کے جہاز کے سفر میں **بسم اللہ مجرھا و مرسٰھا ان ربی لغفور رحیم** (ھود:۴۱) (اللہ کے نام کے ساتھ ہے چلنا اس کا اور تھمنا اس کا تحقیق رب میرا البتہ بخشنے والا مہربان ہے) پڑھنا مسنون ہے۔

تعجب بمعنی محبت و رضا کے :

ان ربک لیعجب .... عجب یعجب کا لغوی معنیٰ تعجب کرنا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی ذات تعجب سے منزہ ہے، کیونکہ تعجب کسی نامعلوم چیز کے علم میں آنے پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز معلوم ہے، چنانچہ یہاں معنیٰ ہے کہ اللہ اپنے بندے پر راضی ہو جاتا ہے۔
و عجب ربنا کنایة عن رضاہ و سرورہ (اتحافات ۲۸۲)

حدیث سے ماخوذ افادات :

حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بارش ہوتی ہیں اور وہ اس میں گھرا پڑا رہتا ہے، تو اس پر لازم ہے کہ وہ شکرِ نعمت میں تکثیر و مداومت اختیار کرے ، ینبغی أن یکثر من شکر النعمة (اتحافات ص۲۸۲)

وفی کلام النبی صلی اللہ علیه وسلم إشارة الی سعة مغفرة اللہ ورحمته و رضوانه (اتحافات ص۲۸۲) (صاحبِ اتحافات فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے کلام میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت، رحمت اور رضامندی کی طرف اشارہ ہے)

Marfat.com

(۹/۲۲۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ اَنْبَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ سَعْدٌ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَحِکَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ قَالَ قُلْتُ کَیْفَ کَانَ ضِحْکُہٗ قَالَ کَانَ رَجُلٌ مَعَہٗ تُرْسٌ وَ کَانَ سَعْدٌ رَامِیًا وَ کَانَ یَقُوْلُ کَذَا وَکَذَا بِالتُّرْسِ یُغَطِّیْ جَبْهَتَہٗ فَنَزَعَ سَعْدٌ بِسَهْمٍ فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَہٗ رَمَاہُ فَلَمْ یُخْطِئْ هٰذِہٖ مِنْہُ یَعْنِیْ جَبْهَتَہٗ وَانْقَلَبَ وَ شَالَ بِرِجْلِہٖ فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ قُلْتُ مِنْ اَیِّ شَیْئٍ ضَحِکَ قَالَ مِنْ فِعْلِہٖ بِالرَّجُلِ ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن بشار نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر محمد بن عبداللہ انصاری نے دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے ابن عون نے محمد بن اسود کے واسطہ سے بیان کیا۔ ان کو یہ روایت عامر بن سعدؓ نے نقل کی۔ عامر بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میرے والد سعدؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ غزوۂ خندق کے دن ہنسے، حتی کہ آپؐ کے دندانِ مبارک ظاہر ہوگئے۔ عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کس بات پر ہنسے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ایک کافر ڈھال لیے ہوئے تھا اور سعد گو بڑے تیر انداز تھے، لیکن وہ اپنی ڈھال کو ادھر اُدھر کر لیتا تھا، جس کی وجہ سے اپنی پیشانی کا بچاؤ کر رہا تھا۔ سعدؓ نے ایک مرتبہ تیر نکالا۔ جس وقت اس نے ڈھال سے سر اُٹھایا، فوراً ایسا تیر مارا کہ پیشانی سے چوکا نہیں اور فوراً گر گیا، ٹانگ بھی اوپر کو اُٹھ گئی، پس حضور اقدس ﷺ اس قصہ پر ہنسے۔ میں نے پوچھا کہ اس میں کونسی بات پر انہوں نے فرمایا کہ سعدؓ کے اس فعل پر ۔

راویان حدیث (۵۰۰) عبداللہ بن عونؒ (۵۰۱) محمد بن محمد بن الاسودؒ اور (۵۰۲) عامر بن سعدؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

نقل روایت :

عامر اپنے والد حضرت سعدؓ سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت سعد قدیم الاسلام صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، سترہ سال کی عمر میں اسلام لائے، فرماتے ہیں کنت ثالث الاسلام و انا اول من رمٰی بسهم فی سبیل اللّٰہ (جمع ج ۲ ص ۲۷) (کہ میں اسلام لانے

Marfat.com

میں تیسرا شخص تھا اور میں ہی پہلا وہ آدمی ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا اور چلایا ہے)

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

لفظِ خندق معرب ہے......لان الخاء و الدال والقاف لا تجتمع فی کلمة عربیة .

(اتحافات ۲۸۳)

(اس لئے کہ خاء دال اور قاف کا اجتماع کلمہ عربیہ میں نہیں ہوا کرتا) اور جعفر کے وزن پر حفیر حول اسوار المدینة (جمع ج۲ص ۲۷) (خندق کا معنیٰ ایک طویل گڑھا جو مدینہ کی شہر پناہ کے ارد گرد تھا)

الترس ! وهو ما يستتر به حال الحرب (اتحافات ص ۲۸۳) (ترس (ڈھال) کی تعریف میں کہتے ہیں کہ جس کے ذریعہ جنگ کے حال کو چھپایا جائے) ایک روایت میں ترس کی جگہ قوس منقول ہے (مواہب ص ۱۷۱) وكان سعد راميًا (اور حضرت سعدؓ تیر انداز تھے) یہ اگر حضرت سعدؓ کا کلام ہے تو اس میں التفات ہے، کیونکہ وہ وكنت راميًا (میں تیر پھینکنے والا) کہنے والے ہوتے۔ مراد اچھے تیر انداز ہونے کے ہیں ، وان كان من كلام عامر فلا التفات (مواہب ص ۱۷۱) (اور اگر یہ عامر راوی کا کہنا ہے تو پھر اس میں التفات نہ ہوگا)

قول بمعنیٰ فعل :

وكان الرجل ! یہ حضرت سعدؓ کا کلام ہے کہ یہ رجل مشرک و کافر تھا، يقول كذا و كذا بالترسِ سے مراد يفعل كذا و كذا به ہے، یعنی وہ ڈھال دائیں، بائیں کر کے اپنی حفاظت کرتا تھا، ذکر قول کا ہے مراد فعل ہے اور یہ عرب میں مستعمل ہے ، والعرب تجعل القول عبارة عن جميع الافعال و تطلقه على غير الكلام تقول قال بيده اى اخذ و قال برجله اى مشى و قالت به العينان سمعًا و طاعة اى اومأت به و قال بالماء على يده اى صبه و قال بثوبه اى رفعه و قال بالترس اى اشار به و قلبه و قس على هذه

Marfat.com

الافعال (مواہب ص ۱۷۱) (عرب کا یہ دستور و طریقہ ہے کہ وہ قول کا ذکر کر کے اس سے ہر قسم کا فعل مراد لیتے رہتے ہیں اور اس کا اطلاق غیر کلام پر کر لیتے ہیں مثلاً تو کہے گا قال بیلہ اور اس کا معنیٰ کرے گا اس نے اپنے ہاتھ سے اٹھایا یعنی (قال کو بمعنیٰ اخذ کے لیا) اور قال برجلہ کا معنیٰ مشی برجلہ (یعنی پاؤں سے چلا) کا کرتے ہیں اور قالت بہ العینان کا معنیٰ او مأت بہ کا کرتے ہیں یعنی آنکھوں سے اشارہ (فرمانبرداری کا کیا) اور قال بالماء علی یدہ کا معنیٰ صبہ یعنی اس نے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور قال بثوبہ کا معنیٰ رفعہ یعنی اس نے کپڑا اٹھایا اور قال بالترس کا معنیٰ اشاربہ وقلبہ یعنی ڈھال سے اشارہ کیا اور اس کو الٹایا اور ایسے دوسرے افعال اس پر قیاس کیے جا سکتے ہیں) وانقلب الرجل ای صار أعلاہ أسفلہ و سقط علی إستہ و شال برجلہ ای رفعھا (مواہب ص ۱۷۱) (اور وہ شخص الٹا گرا یعنی اس کا اوپر کا حصہ نیچے ہوا اور وہ اپنی سرین پر گر پڑے اور اپنے پاؤں کو اوپر کیا)

حضور اقدس ﷺ کیوں ہنسے ؟

فضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم ! حضور اقدس ﷺ حضرت سعد کی تیراندازی، قدرت کی مدد و یاوری، اور رجلِ کافر کے ماہرانہ کرتب کے باوجود تیر کے ہدف پر بیٹھنے پر ہنسے، چونکہ یہاں ہنسی کے متعدد احتمالات تھے، من رمی الرجل و اصابتہ او من رفعہ رجلہ و افتضاحہ بکشفِ عورتہ (یا تو اس شخص (سعدؓ) کی ٹھیک تیراندازی سے یا اس کافر کے پاؤں اٹھ جانے اور کشفِ عورت کی وجہ سے شرمندگی ہونے سے) اس وجہ سے حضرت عامر نے حضرت سعدؓ سے استفسار کیا کہ آپ ؐ کے ہنسنے کا سبب کیا تھا۔ قال مِن فعلہ بالرجل ...... یعنی آپ ؐ حضرت سعدؓ کی تیراندازی اور ہدف کے نشانہ بننے کی مہارت پر فرحت و سرور سے ہنسے کہ اللہ کا دشمن ڈھیر ہو گیا۔ لا من رفعہ لرجلہ حتی بدت عورتہ.
(مناوی ج ۲ ص ۲۸) (نہ اس کافر کے پاؤں اٹھانے اور کشفِ عورت ہو جانے پر)

حضرت عصامؒ کا قول ہے کہ آپ ؐ اللہ کی قدرت کے ظہور اور کافر کی عاجزی و درماندگی پر ہنسے کہ اسے ڈھال اور بچاؤ کی تدبیروں نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ بھی ان کے کشفِ عورت یا کسی بھی نوعیت کی تحقیر و تذلیل، اور

Marfat.com

عار واہانت پر مشتمل کوئی ٹھٹھہ یا مذاق کرنا جائز نہیں ہے۔

خلاصۃ الباب :

احمد عبد الجواد الدومیؒ نے خلاصۃ الباب میں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وقد افادنا ان ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان تبسمًا و ان الادب النبوی یقتضینا ان نقتدی بہ ما استطعنا الی ذلک من سبیل، إن القھقھۃ تذھب بالوقار وتبعث فی الانسان السآمۃ و الملل (اتحافات ۲۸۳) (اور تحقیق ہمیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کا ہنسنا تبسم کی صورت میں ہوتا تھا اور حضور ﷺ کی یہ عادت اور خصلتِ مبارکہ اس بات کی مقتضی ہے کہ ہم سے جتنا ہو سکے ان عادات میں اس کی متابعت کی کوشش کرنی چاہئے اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قہقہہ انسان کے عزت ووقار کو ختم کر دیتا ہے اور انسان میں اکتاہٹ بے قراری دل تنگی کی کیفیت پیدا کرتا ہے)

==============================

Marfat.com

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ مِزَاحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح اور دل لگی کے بیان میں

مزاح سنت ہے :

اس باب میں چھ ایسی احادیث درج کی جارہی ہیں، جن میں حضور اقدس ﷺ کی خوش مزاجی، بذلہ سنجی اور دل لگی کا بیان ہے۔ مزاح بھی حضور اقدس ﷺ کا ایک معمول اور سنت ہے، مگر اس میں آپؐ کبھی بھی وقار سے گری ہوئی یا دوسرے کو دکھ دینے والی یا غلط بات نہیں فرماتے تھے، بلکہ خوش طبعی' اور دل لگی کے لہجے میں صحیح اور حق بات فرمایا کرتے، جیسا کہ آنے والی احادیث میں خود آپؐ کا ارشاد منقول ہے کہ انی لامزح ولا اقول الا الحق (کہ میں مزاح اور دل لگی کرتا ہوں لیکن اس میں بھی حق اور صحیح بات کہتا ہوں) مزاح (بکسر المیم) ہو تو اس کا معنیٰ ہنسی اور انبساط ہوتا ہے۔ وھو بمعنی الممازحة (اتحافات ص۲۸۴) اور مُزاح (بضم المیم) ہو تو معنیٰ خوش طبعی اور دل لگی اور مذاق کا ہوتا ہے۔ وھو الانبساط مع الغیر من غیر تنقیص أو تحقیر له بأی لون من الالوان (اتحافات ص۲۸۴) (وہ کسی سے ایسی خوش طبعی اور مذاق جس میں اس کی تنقیص و تحقیر کا پہلو نہ ہو چاہے پھر جس طرز میں ہو) صاحبِ مرقاۃ مزاح اور مسخرہ کا فرق ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں۔ ثم المزاح انبساط مع الغیر من غیر ایذاء فان بلغ الایذاء یکون سخریة (حاشیہ مشکوۃ ص۴۱۶) (کہ مزاح ایسی دل لگی اور انبساط ہے جو کسی شخص سے بغیر اسی ایذاء دیے کی جاوے اور اگر اس میں ایذاء یا تحقیر وغیرہ ہو تو پھر مسخرہ ہوا)

Marfat.com

مزاح سے ممانعت کے وجوہ :

باقی رہی یہ بات کہ بعض روایات میں آپؐ سے مزاح کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ ملاعلی قاریؒ دونوں قسم کی روایات میں تطبیق کی غرض سے امام نوویؒ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ وہ مزاح جس کی نہی وارد ہوئی ہے، وہ ہے جس میں افراط ہو اور ہمیشہ کیا جائے، وہ جو کہ زیادہ ہنسی کا باعث ہو، قساوتِ قلب کا سبب ہو، اللہ کی یاد سے غافل کرنے والا ہو، مہماتِ دینی سے توجہ ہٹادے، کینہ پیدا کرے اور وقار اور ہیبت کو گرادے۔ فانہ یورث کثرۃ الضحک و قسوۃ القلب، و یشغل عن ذکر اللّٰہ والفکر فی مہمات الدین، و یوجب الأحقاد، و یسقط المھابۃ والوقار (جمع ج۲ص۲۹) اور جو مزاح ان مذموم اُمور سے خالی ہو، دوسروں کی دلداری، خوش طبعی، فرحت وسرور اور انبساط ونشاط کا سبب ہو، وہ مستحب ہے۔ واما ماسلم من ھذہ الامور فھو المباح الذی کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم یفعلہ علی الندرۃ لمصلحۃ تطییب نفس المخاطب و مؤانستہ وھو سنۃ مستحبۃ (جمع ج۲ص۲۹)

حضورِ اقدس ﷺ کے لئے مزاح ضروری ہونے کی غرض :

حضورِ اقدس ﷺ خوش طبع تھے۔ دوسرا یہ کہ آپؐ کے لئے مزاح وخوش طبعی کی ضرورت بھی تھی، کیونکہ آپؐ کی عظمت ووقار اور رعب وشوکت اور ہیبت ودبدبہ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ایک ماہ کی مسافت تک اس کے اثرات پڑتے تھے، اگر آپؐ خوشی طبعی، دل لگی، مسکراہٹ اور مزاح نہ فرماتے، تو حاضرین وخدام اور مستفیدین کے لئے آپؐ کی عظمت ورعب کی وجہ سے بھرپور استفادہ مشکل تھا اور آپؐ کی اتباع میں اُمت کے علماء، صلحاء، مصلحین، اساتذہ، مربیین اور مشائخ بھی اسی سنت پر عمل کرکے کام کرتے، تو عامۃ الناس کے لئے افادہ واستفادہ بہت مشکل ہوجاتا۔ اس لئے آپؐ کو مزاح کا مزاج دیا گیا۔ سئل بعض السلف عن مزاحہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال کانت لہ المھابۃ العظمیٰ، فلولم یمازح الناس لما اطاقوا الاجتماع بہ والتلقی عنہ (اتحافات ص۲۸۴)

Marfat.com

(بعض اسلاف کرامؒ سے حضور ﷺ کے مزاح کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپؐ کی ذاتِ اقدس تو ایک عظیم بارعب شخصیت تھی کہ اگر آپ ﷺ ان لوگوں سے کچھ خوش طبعی نہ فرماتے تو پھر ان کے لئے حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھنا اور ان سے استفادہ حاصل کرنے کی ہرگز طاقت نہ ہوتی) اس سلسلہ میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ نماز تہجد کے بعد گھر میں کچھ (دل لگی کی) باتیں کر کے باہر تشریف لاتے تھے، تاکہ ان تجلیات کا اثر زائل ہو جائے، جس کا عامۃ الناس تحمل نہیں کر سکتے تھے (تقریری ترمذی)

مزاح آفت نہیں سنت ہے :

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ رقمطراز ہیں کہ امامِ سفیان بن عیینۃ سے کسی نے عرض کی کہ حضرت! مزاح بھی ایک آفت ہے، انہوں نے فرمایا نہیں! بلکہ یہ سنت ہے، لیکن جو مزاح کو سمجھے بھی اور اپنے مواقع اور محل میں استعمال کرے ۔ قیل لسفیان بن عیینة: المزاح هجنة فقال بل هو سنة لكن لمن يحسنه ' ويضعه مواضعه (اتحافات ص ۲۸۶)

أفد طبعک المكدود بالجد راحة بجد و علله بشيءٍ من المزاح

ولكن اذا اعطيته المزاح فليكن على قدر مايعطى الطعام من الملح

(مواہب ص ۱۷۲)

(اپنی تھکی ماندہ طبیعت کو سنجیدگی سے آرام پہنچا اور اس کو کچھ مزاح و خوش طبعی کا عادی بنا لیکن اس کو اتنی خوش طبعی اور بے تکلفی عطا کر جتنا کہ کھانے میں نمک مناسب ہوتا ہے)

(۱/ ۲۲۸) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ اَنْبَانَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَاذَا الْاُذُنَيْنِ قَالَ مَحْمُوْدٌ قَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ يَعْنِيْ يُمَازِحُهٗ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اس کی ابو اسامہ نے شریک کی وساطت سے خبر دی ۔ انہوں نے یہ روایت عاصم احول سے روایت کی حضرتِ انسؓ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کو

Marfat.com

ایک مرتبہ مزاحاً یاذاالاذنین فرمایا (اے! دوکانوں والے)۔

یاذا الاذنین کا مطلب :

حضرت انسؓ حضور اقدسؐ کے صحابی اور خادمِ خاص ہیں۔ آنحضرتؐ نے انہیں یــا ذاالاذنیــن سے خطاب فرمایا، جوازراہ مذاق وانبساط تھا۔ ایک طرف تومذاق ہے اوردوسری طرف حق بھی، شاید اس جانب اشارہ مقصود ہو کہ حضرت انسؓ ہر چیز پر کڑی نظر رکھتے اور اسے یاد رکھتے ہیں اور یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ جو کچھ تعلیم و ہدایت سن لیتے ہیں، اس کے مقتضیٰ پر عمل کرتے ہیں، ویـمـکن ان یکون اشارۃ الی کمال انقیادہ و حسن خلمتہ (جمع ج۲ص۲۹)

توصیف بھی اور تعلیم بھی :

جو ایک مخلص خادم اور شب و روز کے ہمدم و رفیق کے لئے بہت ہی اچھا وصف ہے اور یہ بھی خیال کیا جاسکتا ہے کہ حضرت انسؓ علم میں اور تحصیلِ علم میں حریص ہیں، بہت ہی عمدہ طریقے سے آپؐ کے ارشادات سنتے اور کان لگا کر سنتے ہیں۔ کان تو ہر انسان کے دو ہوتے ہیں، مگر مذکورہ خصوصی امتیاز کی وجہ سے انہیں یاذا الأذنین کہہ کر پکارا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے کان چھوٹے ہونے میں یا بڑے ہونے میں دیگر لوگوں سے ممتاز ہوں علامہ بیجوریؒ اور صاحبِ اتحافات نے یہی مفہوم مندرجہ ذیل عبارات میں ذکر کیا ہے) ای یـا صاحـب الاذنین السمیعتین الواعیتین الضابطین لما سمعتاہ وصفہ بذلک مـدحًـا لذکائہ و فطنتہ۔ (مواہب ص۱۷۲) ولـعـل اذنیہ کانتا متمیّزتین بقصر او طول (اتحافات ص۲۸۵)

اس میں ایک سبق بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت انسؓ تو دبستانِ رسول ﷺ کے ایک ادنیٰ طالب علم تھے، انہیں سمجھایا جارہا ہے کہ بیٹے! یا ذا الاذنین کہ دراصل کان وہ ہیں، جن سے حق بات سنی اور سمجھی جائے الحض و التنبیہ علی حسن الاستماع (جمع ج۲ص ۲۹) کفار کے بھی تو کان ہوتے ہیں۔

Marfat.com

مگر قرآن نے گواہی دی ہے، وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا (اعراف:۷۹) کہ ان کے کان تو ہیں، مگر وہ سنتے نہیں۔

(۲۲۹/۲) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى يَقُوْلَ لِاَخٍ لِيْ صَغِيْرٍ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ قَالَ اَبُوْعِيْسٰى وَ فِقْهُ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُمَازِحُ وَ فِيْهِ اَنَّهُ كَنّٰى غُلَامًا صَغِيْرًا فَقَالَ لَهُ يَا اَبَا عُمَيْرٍ وَ فِيْهِ اَنْ لَا بَأْسَ اَنْ يُعْطِيَ الصَّبِيُّ الطَّيْرَ لِيَلْعَبَ بِهٖ وَ اِنَّمَا قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ لِاَنَّهُ كَانَ لَهُ نُغَيْرٌ فَيَلْعَبُ بِهٖ فَمَاتَ فَحَزِنَ الْغُلَامُ عَلَيْهِ فَمَازَحَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ھناد بن السری نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے وکیع نے شعبۃ کے حوالہ سے بیان کیا، انہوں نے یہ روایت ابی تیاح سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی۔ حضرتِ انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہمارے ساتھ میل جول، مزاح فرماتے تھے، چنانچہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا، حضور اکرم ﷺ اس سے فرماتے یا ابا عمیر ما فعل النغیر، ارے عمیر وہ نغیر کہاں جاتی رہی۔

راوی حدیث (۵۰۳) ابوالتیاحؒ کے حالات "تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

اس روایت کے راوی بھی حضورِ اقدس ﷺ کے خادمِ خاص حضرتِ انسؓ ہیں۔ تحت اللفظ ترجمہ میں مفہومِ حدیث واضح ہے، قال ان کان ...... یہ اصل میں انہ کان ہے، فأن مخففة من الثقيلة واسمها ضمير الشأن (مواہب ص ۱۷۳)

Marfat.com

لیخالطنا ! قاموس میں ہے خالطه ای مازحه اس کا ثلاثی خلط یخلط خلطًا ہے۔لغوی معنیٰ ملا دینا ہے۔ یہاں مراد مزاح اور مذاق ہے۔ ضمیر متکلم مع الغیر سے مراد حضرتِ انسؓ اور ان کا خاندان ہے کہ اس میں وہ اپنے بھائی کا قصہ نقل کرتے ہیں۔ محشی مشکوٰۃ شریف بحوالہ مرقات لکھتے ہیں کہ وفیه کمال خلق النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وان رعایة الضعفاء من مکارم الاخلاق وانه یستحب استحالة قلوب الصغار وادخال السرور فی قلوبهم و قد قال اللّٰہ تعالیٰ وصفه الکریم فی کلامه القدیم و انک لعلیٰ خلق عظیم (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۴۱۶) (کہ اس میں حضور ﷺ کے کمال اخلاق کا علم اور یہ کہ ضعیف اور کمزور لوگوں کا خیال رکھنا بھی اچھے اخلاق میں سے ہے نیز یہ کہ چھوٹے بچوں سے خوش طبعی کرتے ہوئے ان کے دلوں میں خوشحالی پیدا کرنا مستحب ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ ؐ کے اخلاقِ کریمہ کو خلقِ عظیم کے امتیازی وصف سے بیان کرتے ہوئے وانک لعلیٰ خلقٍ عظیم فرمادیا)

نغیر ! یہ نغر کی تصغیر ہے۔اس کی جمع نغران ہے، سرخ چونچ والی چڑیا کو کہتے ہیں۔ هو طائر کالعصفور احمر المنقار و قیل هو طائر له صوت و قیل هو الصقر و قیل غیر ذلک والاشهر الاول (مواہب ص ۱۷۳) علامہ بیجوریؒ نے نغیر کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ چڑیا کی مانند ایک پرندہ سرخ چونچ والا ہے اور بعض نے کہا کہ ایک خوش آواز پرندہ اور بعض نے کہا کہ شکرا ہے بعض نے کچھ اور کہا ہے لیکن پہلی بات زیادہ مشہور ہے) یہ ایک بلبل قسم کا پرندہ ہے۔ بعض نے اس کا ترجمہ لال سے اور بعض نے بلبل سے کیا ہے۔

استخراجِ مسائل :

حدیث میں بظاہر تو چند موٹی موٹی باتیں ہیں۔ مثلاً حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت انسؓ کے چھوٹے بھائی کو کنیت سے پکارا، جب اس کا پالا ہوا پرندہ (بلبل) مر گیا تو وہ مغموم تھا، آپ ؐ نے اسے چھیڑا، اور دل لگی کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا وہ نغیر کیا ہوا، حالانکہ آپ ؐ کو معلوم تھا کہ وہ مر گیا ہے۔

Marfat.com

قال ابو عیسیٰ! امام ترمذیؒ یہاں سے حدیث سے معلوم ہونے والے بعض مسائل کا ذکر کرتے ہیں بعض فقہاء نے تو آپؐ کے مزاح میں ارشاد فرمودہ اس ایک جملہ سے سو (۱۰۰) مسائل کا استخراج کیا ہے، جیسا کہ ابن القاصؒ نے اس پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔ واعلم ان فوائد هذا الحديث تزيد على المائة افردها ابن القاص بجزء (مواہب ص ۱۷۳) کیا شان ہے حضرت محمد ﷺ کے ارشادات کی' ایک جملہ اور وہ بھی مذاق ومزاح کا' اس میں بھی علوم اور معارف کے خزانے بھرے پڑے ہیں۔

جوازِ مزاح پر استدلال :

وفقه الحديث 'امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ جائز مزاح اور مذاق مستحب ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ سے ثابت ہے۔ کان يمازح مخاطب کی تطیبِ نفس کے لئے آپؐ مزاح کیا کرتے تھے ای لمصلحة تطييب نفس المخاطب و مؤانسته و ملاطفته و مداعبته و ذلک من کمال خلقه و مكارم اخلاقه و تواضعه ولين جانبه حتى مع الصبيان و سعة صدره و حسن معاشرته للناس (مواہب ص ۱۷۳) (جس میں مخاطب سے انس ومحبت پیدا کرنے اس سے نرمی کا معاملہ کرنے اور اس کو خوشحال رکھنے جیسے مصالح کے پیشِ نظر آپ ﷺ خوش طبعی فرمالیا کرتے حتی کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ بھی اور یہی باتیں آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کی بلندی اور کمالِ تواضع، ملاطفت، وسعتِ صدر اور لوگوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی دلیل اور امت کے لئے سنہری اصول ہیں)

صغیر کو کنیت سے پکارنا جائز ہے :

وفيه انه كنى ! دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ایک چھوٹے بچے کو کنیت ابو عمیر سے پکارا، حالانکہ ابھی تو وہ بچہ تھا، تو حدیث سے اس بات کا جواب ہوگیا کہ یہ کذب نہیں بلکہ حقیقت ہے، کیونکہ آپؐ نے ان کی یہ کنیت نغیر کی مناسبت سے رکھی لطف ومزاح کے لئے، اور اب سے مراد ساتھی اور صاحب ہے۔ ابوالکلام' ابوالحسنات وغیرہ کہ یہاں نہ تو کلام کا باپ مراد ہے اور نہ حسنات کا' مراد صاحب ہے۔ نیز یہ تفاول

Marfat.com

بھی ہے کہ یہ بچہ زندہ رہے اور اللہ اسے باپ بنا دے، جیسے علامہ بیجوریؒ نے بھی یہی لکھا ہے کہ وھو لا بأس به لأن الكنيّة قد تكون للتفاول بانه يعيش و يصير أبا لكونه يولد له (مواہب ص ۱۷۳)

پرندوں کا پالنا :

وفيه انه لابأس ...... امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے یہ بھی ثابت اور معلوم ہو گیا کہ چھوٹے بچوں کا پرندوں کو پالنا یا ان کے لئے کسی دوسرے کا پالنا اور ان سے کھیلنا جائز ہے۔ بشرطیکہ حفاظت' خدمت اور ان کے حقوق برابر ادا کئے جا سکیں۔ البتہ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس میں تعذیب الحیوان ہے اور وہ شرعاً منهي عنه ہے، شارحینِ حدیث جواب میں کہتے ہیں کہ اس صورت میں تعذیب یقینی نہیں، بلکہ تحسین و رعایت قطعی ہے۔ عموماً پرندے پالنے والے ان کے اکرام واطعام کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں کہ انہیں ان سے محبت ہوتی ہے۔ ويقوم المؤنة على الوجه اللائق فيجوز تمكينه منه حينئذٍ والّا حرم (مواہب ص ۱۷۳) (اگر پرندہ پالنے والا اس کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھتا ہے تو پھر اس کو اپنے پاس رکھنے کی گنجائش ہے ورنہ حرام ہے)

نیز اس سے چھوٹے بچوں کے لئے جائز کھلونے خریدنا اور ان کو دینے کا جواز بھی ثابت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی جانور کا پالنا اور پنجرے میں بند رکھنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ تعذیب الحیوان سے بچا جا سکے۔ اسی طرح ایک شخص گھر میں اکیلا رہ رہا ہے، یا بیمار ہے اور وہ پرندہ رکھ لیتا ہے تو دل بہلانے کے لئے یہ اس کے لئے جائز ہے۔

حرم مدینہ میں شکار کا مسئلہ :

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حرم مدینہ میں پرندہ کا پنجرہ میں رکھنا جائز ہے، تو اس کا شکار بھی جائز ہے۔ حدیث زیر بحث احناف کا مستدل ہے، جس میں حضورؐ نے ابو عمیر پر نکیر نہیں کی بلکہ اس میں دلچسپی لی اور اس کی دلداری کی۔ جبکہ شوافع حضرات حرم مکہ کی طرح حرم مدینہ میں بھی شکار کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

Marfat.com

سجع کا حکم :

حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اوقات جب بِلا تکلف بات بنے' مبالغہ آرائی مقصود نہ ہواور لطف ودل لگی غرض ہو، تو کلام میں سجع بھی جائز ہے، جیسا کہ یا ابا عمیر مافعل النغیر سے ظاہر ہے۔ہاں اگر مبالغہ آرائی غرض ہواور تصنع وتکلف کرنا پڑے تو سجع ممنوع ہے علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں ویؤخذ من الحدیث جواز السجع و محل النھی عنه اذا کان فیه تکلف (مواھب ص ۱۷۳)

تصغیر اسماء بھی مباح ہے :

حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخاطب کو اس کے اسم مصغر سے بھی پکارا جا سکتا ہے ۔جب بے تکلفی ہو، مخاطب کو حظ وفرحت ہو، تحقیر وتذلیل ،اور اعتراض ونکیر غرض نہ ہو بلکہ انبساط وانشراح' دل لگی اور باہمی موانست ہو، وفیه اباحة تصغیر الاسماء

(جمع ج ۲ ص ۳۲)

(۲۳۰/۳) حَـدَّثَـنَـا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدِ الدَّوْرِیُّ قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ شَقِیْقٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَکِ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّکَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا .

ترجمہ : امامِ ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں عباس بن محمد دوری نے یہ حدیث بیان کی ۔وہ کہتے ہیں کہ ہم کو علی بن حسن بن شقیق نے خبر دی ۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر عبداللہ بن مبارک نے دی ۔انہوں نے یہ روایت اسامہ بن زید سے روایت کی ۔انہوں نے یہ روایت سعید مقبری سے سنی اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سماعت کی ۔حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں ،حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں ہاں مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا۔

راوی حدیث (۵۰۴) علی ابن الحسن بن شقیقؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی"

Marfat.com

میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضورؐ کے مزاح پر صحابہؓ کا مکالمہ :

تداعبنا ! یہ الدعابۃ سے ہے ،فکاھۃ اور مزاحۃ کی طرح' داعب سے مصدر ہے ،مداعبۃ' مفاعلہ کے وزن پر ہے۔

حضراتِ صحابہ کرامؓ کے سوال کی غرض یہ تھی کہ آپؐ ہی نے تو مذاق سے منع فرمایا ہے۔ لا تمار اخاک ولا تمازحہ ولا تعدہ موعدا فتخلفہ (مواہب ص۱۷۴)(کہ اپنے بھائی (مسلمان) سے جھگڑا اور مزاح نہ کیا کرو اور نہ اس سے ایسا وعدہ کرو کہ پھر اس کی خلاف ورزی کردیں) پھر آپؐ کی عظمتِ شان اور علوِّ مقام بھی تو اتنا رفیع ہے کہ بظاہر تو مذاق اس کے شایانِ شان نہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے جواب میں یہی فرمایا کہ انی لا اقول الاحقا ای مطابقاً للواقع (مواہب ص۱۷۴) میری عام بات اور میرا مذاق بھی وہی ہوتا ہے، جو واقع کے مطابق اور حق ہو' مبالغہ، استہزاء، تمسخر، دلآزاری نہیں بلکہ دل لگی، دل جوئی ،خوش طبعی، موانست و محبت اور حقیقت پر مبنی ہوتا ہے، فمن حافظ علی قول الحق مع بقاء المھابۃ والوقار فلہ المداعبۃ بل ھی سنۃ (مواہب ص۱۷۴) (پس جو شخص اپنے مزاح میں حق بات کہنے اور اپنے عزت وقار اور بارعب رہنے کی رعایت رکھے گا تو اس کے لئے تو خوش طبعی جائز ہے بلکہ سنتِ نبوی ﷺ ہے) یہ تو پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ آپؐ کے ایک مزاحی جملہ سے بھی محدثین نے سینکڑوں مسائل کا استخراج کیا ہے۔

(۴/۲۳۱) حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَنسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَجُلًا اِسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ حَامِلُکَ عَلٰی وَلَدِ نَاقَةٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ هَلْ تَلِدُ الْاِبِلَ اِلَّا النُّوْقُ .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث قتیبۃ بن سعید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو خالد بن عبداللہ نے حمید کے حوالہ سے بیان کیا اور انہوں نے یہ روایت حضرت

Marfat.com

انس بن مالکؓ سے نقل کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضور اقدسؐ سے درخواست کی کہ کوئی سواری کا جانور مجھے عطا فرمادیا جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، ایک اونٹنی کا بچہ تم کودیں گے، سائل نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! میں بچے کو کیا کروں گا (مجھے سواری کے لئے چاہئے) حضورؐ نے فرمایا کہ ہر ایک اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

راوی حدیث (۵۰۵) خالد بن عبداللہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

والا بل اسم جمع لا واحد له من لفظه و هو بكسر تين و سمع تسكين الباء للتخفيف والنوق جمع ناقة و هی انثی الا بل قال ابو عبیدة لا تسمٰی ناقة حتی تجذع (مواہب ص ۱۷۵)

سوال وجواب میں حزم واحتیاط کرنا چاہئے :

قصہ سارا تحت اللفظ ترجمہ میں آ گیا ہے۔ یہ رجل، کوئی صاحبِ ضرورت سادہ بزرگ تھے۔ وکان به بله (مواہب ص ۱۷۴) استحمل بابِ استفعال سے ہے۔ اس میں طلب کے معنیٰ پائے جاتے ہیں، یعنی سواری طلب کی کہ انہیں کہیں سفر درپیش تھا۔ آپؐ نے فرمایا انی حاملک علی ولد ناقة (میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا) اور بعض نسخوں میں ولد الناقة بھی آیا ہے۔ آپؐ کے اس جملہ مبارک سے اولِ وہلہ میں بظاہر یہی متبادر بھی ہوتا ہے کہ آپؐ اسے اونٹ کا چھوٹا بچہ دینے کا فرمارہے ہیں۔ یتبادر منه ماهو الصغیر من اولاد الابل ، حالانکہ اسے تو سفر درپیش ہے۔ اسے بچہ نہیں اونٹ چاہیئے، مگر حضورؐ نے ایسا جملہ لطافت، دل لگی اور موانست کے لئے اختیار فرمایا مداعبة و ملاطفة و مباسطة له (مواہب ص ۱۷۴)

اس حدیث میں ایک تو آپؐ کا لطیف مزاح مذکور ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ غور وفکر کرنے کے بعد سوال کرنا چاہیئے اور جواب پر بھی غور وفکر کرنا چاہئے۔

Marfat.com

ملا علی قاریؒ شرح حدیث میں فرماتے ہیں، فکانه یقول له لو تدبرت فی الکلام لعرفت المرام ففیه مع المباسطة له الاشارة الی ارشاده و ارشاد غیره بانه ینبغی لمن سمع قولاً ان یتامله و لایبادر الی رده الا بعد ان یدرک غوره (جمع ج۲ ص۳۵)(حاشیہ مشکوٰۃ ص۴۱۶) (گویا حضور ﷺ اس کو کہہ رہے ہیں کہ اگر آپ نے میری بات میں کچھ غور وفکر کیا ہوتا تو آپ مقصد کو جان لیتے آپؐ نے اس کہنے میں خوش طبعی کے ساتھ ساتھ اس شخص کو اور ایسے دوسرے لوگوں کی یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ جب کوئی شخص کسی بات کو سنے تو مناسب ہے کہ اس میں تدبر اور غور وفکر کرے اور اس کے جلدی جواب دینے اور رد کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے)

(۲۳۲/۵) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْبَادِیَةِ کَانَ اسْمُهٗ زَاهِرًا وَ کَانَ یُهْدِیْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَدِیَّةً مِنَ الْبَادِیَةِ فَیُجَهِّزُهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَخْرُجَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ زَاهِرًا بَادِیَتُنَا وَ نَحْنُ حَاضِرُوْهُ وَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُحِبُّهٗ وَ کَانَ رَجُلًا دَمِیْمًا فَاَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا وَ هُوَ یَبِیْعُ مَتَاعَهٗ وَاحْتَضَنَهٗ مِنْ خَلْفِهٖ وَهُوَ لَایُبْصِرُهٗ فَقَالَ مَنْ هٰذَا اَرْسِلْنِیْ فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ لَا یَاْلُوْمَا اَلْصَقَ ظَهْرَهٗ بِصَدْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ عَرَفَهٗ فَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ یَشْتَرِیْ هٰذَا الْعَبْدَ فَقَالَ الرَّجُلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا وَاللّٰهِ تَجِدُنِیْ کَاسِدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لٰکِنَّ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِکَاسِدٍ اَوْ قَالَ اَنْتَ عِنْدَ اللّٰهِ غَالٍ۔

ترجمہ : امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت اسحٰق بن منصور نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدالرزاق نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت معمر نے بیان کی۔

Marfat.com

انہوں نے یہ حدیث ثابت سے روایت کی اور انہوں نے اسے حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت کیا۔ حضرتِ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جنگل کے رہنے والے جن کا نام زاہر بن حرام تھا، وہ جب حاضر خدمت ہوتے، جنگل کے ہدایا سبزی ترکاری وغیرہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور وہ جب مدینہ منورہ سے واپس جانے کا ارادہ کرتے تھے، تو حضور اقدس ﷺ شہری سامان خورد و نوش کا ان کو عطا فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارا جنگل ہے، اور ہم اس کے شہر ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کو ان سے خصوصی تعلق تھا۔

زاہر کچھ بدشکل بھی تھے، ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے ہوئے وہ اپنا کوئی سامان فروخت کر رہے تھے کہ حضور اقدس ﷺ تشریف لائے اور پیچھے سے ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا کہ وہ حضور ﷺ کو دیکھ نہ سکیں، انہوں نے کہا ارے ! کون ہے، مجھے چھوڑ دے لیکن کن انکھیوں وغیرہ سے دیکھ کر حضور ﷺ کو پہچان لیا، تو اپنی کمر کو بہت اہتمام سے پیچھے کو کر کے حضور اقدس ﷺ کے سینۂ مبارک سے ملنے لگے (کہ جتنی دیر بھی تلبس رہے ہزار نعمتوں اور لذتوں سے بڑھ کر ہے) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کون شخص ہے، جو اس غلام کو خریدے۔ زاہر ؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ ! اگر آپ مجھے فروخت فرماویں گے تو کھوٹا اور کم قیمت پائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں اللہ کے نزدیک تو تم کھوٹے نہیں ہو، بلکہ بیش قیمت ہو۔

بارگاہِ نبوت میں دیہاتی ہدایا :

مضمون حدیث اور حضور اقدس ﷺ کے قولی مزاح کی طرح عملی مزاح کا ایک نمونہ بھی تحت اللفظ ترجمہ میں قارئین کے سامنے آ گیا ہے۔ ان رجلاً من اھل البادیۃ یہ صاحب حضورِ اقدس ﷺ کے جلیل القدر بدری صحابی حضرت زاہر بن حرام اشجعی ہیں، جن سے آپ ؐ کو بے تکلفی تھی۔ دیہاتی آدمی تھے جب حاضرِ خدمت ہوتے، تو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں دیہاتی ہدیہ لایا کرتے تھے، ہدیہ دیہاتی ظاہر ہے سبزیاں، ساگ اور پودینہ وغیرہ، ہوا کرتا تھا هدية من البادية ای حاصلة منها مما یوجد فیها من الازهار

Marfat.com

والاثمار والنبات وغیرھا (جمع ج ۲ ص ۳۵) یہ ہدایا آپ ان سے قبول کرتے تھے، لانھا تکون مرغوبۃ عزیزۃ عند اھل الحضر (مواہب ص ۱۷۵) (اس لئے کہ سبزیاں پھول اور میوے وغیرہ شہریوں کو پسند اور مرغوب ہوتے ہیں)

حضورِ اقدس ﷺ کے ہدایا:

فیجھزہ یعنی پھر جب واپس جاتے تو حضورِ اقدس ﷺ بھی ان کے لئے اُن کے مناسبِ حال شہری ضرورتوں کی تکمیل کر دیا کرتے تھے۔ ضروری برتن اور اہم اشیاء انہیں مرحمت فرماتے ' مما یعینہ علی کفایتھم والقیام بکمال معیشتھم (مواہب ص ۱۷۵) (جو ان کی کمالِ معیشت اور برتاؤ میں معین و مددگار ثابت ہوتے)

آپ کا قولی مزاح:

ان زاھراً بادیتنا ' یہ حضورِ اقدس ﷺ کے قولی مزاح کی مثال ہے، جو حق ہے۔ آپ فرمایا کرتے کہ زاہرؓ ہمارا دیہات ہے اور ہم اس کے شہر ہیں۔ ملا علی قاریؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں' ای نستفید منه مایستفید الرجل من بادیته من انواع النباتات فصار کانه بادیته و قیل من اطلاق اسم المحل علی الحال او علی حذف المضاف ای ساکن بادیتنا کما حقق (جمع ج ۲ ص ۳۶) (یعنی ہم اس سے وہ چیزیں حاصل کرتے ہیں جو کوئی شخص ان کو دیہات سے حاصل کرتا ہے یعنی سبزیاں میوہ وغیرہ تو گویا زاہرؓ ہمارا دیہات ہوا۔ بعض نے کہا کہ یہ از قبیل ذکر محل (دیہات) اور مراد حال (یعنی جو اس میں ہوں سبزیاں وغیرہ) کے ہے۔ یا پھر یہاں مضاف محذوف ہے یعنی لفظِ ساکن دراصل عبارت ان زاھراً ساکن بادیتنا ہوگا یعنی زاہرؓ ہمارے دیہات کے رہنے والے ہیں)

ونحن حاضروہ! ای اھل النبوۃ اوالجمع للتعظیم حاضروہ! ای حاضر و المدینة له و فیه کمال الاعتناء به والاھتمام بشأنه (جمع ج ۲ ص ۳۶) (نحن حاضروہ۔ یعنی ہم اہلِ نبوت اس کے شہر ہیں یا یہ جمع صرف تعظیم کے لئے ہے مراد آپ ﷺ ہیں اس کہنے میں حضرت زاہرؓ کی شان کا اہتمام بخوبی معلوم ہو رہا ہے)

Marfat.com

ہدیہ میں اسوۂ حسنہ :

مراد یہ ہے، ہم ان کو یہاں سے وہ چیز عنایت فرماتے ہیں، جنہیں انہیں اپنے دیہات میں ضرورت پڑتی ہے۔ اس میں اُمت کے لئے یہ ارشاد و پیغام ہے کہ ہدیہ کے مقابلہ میں اسی کے برابر بلکہ اس سے بہتر ہدیہ دینا چاہئے۔ علامہ مناویؒ فرماتے ہیں فانما هو ارشاد للامة الى مقابلة الهدية بمثلها او خير منها. (مناوی ج۲ص۲۶)

مدارِ قبولیت حسنِ باطن پر ہے :

وکان ... حضورِ اقدس ﷺ حضرت زاہرؓ سے محبت کرتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے تھادوا تحابوا یہ جملہ آئندہ آنے والی عبارت کے لئے بمنزلہ توطئہ وتمہید ہے، وکان رجلاً یہ اُن لوگوں میں سے تھے، جن کے بارے قرآن نے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور:۳۷) (وہ ایسے مرد کہ نہیں غافل کرتی ان کو سوداگری اور نہ بیچنا، یادِ خدا سے) گواہی دی ہے، دمیما ! ای قبیح الصورة مع کونه ملیح السیرة (جمع ج۲ص۳۶) (یعنی بدصورت ہونے کے باوجود نیک سیرت تھے) اس میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ بارگاہِ قدس میں قبولیت کا مدار حسنِ باطن پر ہے، حسنِ ظاہر پہ نہیں جیسا کہ ارشاد ہے ان اللّٰه لاینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم (بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالداری کو نہیں دیکھتے لیکن تمہارے دلوں اور اعمال پر نظر رکھتے ہیں) ۔

ہوتے سیرت سے ہیں مردانِ دلاور ممتاز
ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز سے چیل

حضورِ اقدس ﷺ کا فعلی مزاح :

فاتاہ ...... بہر حال حضرت زاہرؓ صورت میں جیسے بھی تھے، سیرت میں اجمل و اکمل تھے، وہ بادیہ سے آتے تو بازار میں دیہاتی چیزیں فروخت کر کے اپنی ضروریات بازار سے خرید کر واپس تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ آپ کا بازار جانا ہوا تو حضرتِ زاہرؓ

Marfat.com

اتفاق سے بازار میں اپنا سامان فروخت کر رہے تھے، و متاعه کان قربة لبن و قربة سمن (مواہب ص ۱۷۶) (اور ان کا سامان ایک مشکیزہ دودھ کا اور ایک مشکیزہ گھی کا تھا) اور اپنے کام میں انہماک تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے انہیں دنیوی کام میں منہمک دیکھا تو پیچھے سے آئے اور ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا، تاکہ آپ ؐ کو پہچان نہ سکے ۔ و اخذ عینیه بیدیه کیلا یعرفه (جمع ج ۲ ص ۳۶) اور پیچھے سے انہیں اپنے ساتھ ملا کر دبوچ لیا اور گود میں لے لیا احتضان کا معنی گود میں لینا ہے۔

ای ادخله فی حضنه و هو مادون الابط الی الکشح و جاء من ورائه و ادخل یدیه تحت ابطیه (مواہب ص ۱۷۶) (یعنی حضور ﷺ نے حضرت زاہر ؓ کو اپنے حضن میں لیا (حضن بغل سے نیچے پہلو تک جگہ کا نام ہے) یعنی آپ ﷺ اس کے پیچھے سے آئے اور ان کے دونوں ہاتھ اس کی بغل کے نیچے ڈالے) آگے قصہ بڑھانے سے پہلے یہ بھی واضح کر دیا جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بازار میں داخلہ اور حسنِ مخالطت جائز ہے۔ یؤخذ منه جواز دخول السوق و حسن المخالطة (مواہب ص ۱۷۶)

تقاضائے عشق و محبت :

فالتفت ...... پس جب انہوں نے آنکھوں کے کناروں سے آپ ؐ کو پہچان لیا ،ای عرفه بنعت الجمال علی وجه الکمال (جمع ج ۲ ص ۳۶) (یعنی جب حضرت زاہر ؓ نے آپ ﷺ کو پوری طرح حسن و جمال کی صفت کے ساتھ پہچان لیا) تو اپنی پیٹھ کو بڑے اہتمام کے ساتھ پیچھے کر کے آپ ؐ کے سینہ مبارک سے ملنے لگے۔ تبرکاً و تلذذاً به و تدللاً علی محبوبه (بطورِ تبرک تلذذ اور اپنے محبوب پر ناز برداری کے لئے) ظاہر ہے کہ اس وقت وہ آپ ؐ کے ہاتھوں میں بندھے ہوئے تھے، ورنہ مقتضاءِ عشق و محبت اور کمال ادب تو یہ تھا کہ ان یقع علی رجلیه و یقبلهما بمقلتیه و یتبرک بغبار قدمیه و یجعله کحل عینیه۔ (وہ حضور ﷺ کے قدموں مبارک پر گر کر آنکھوں سے چومتے اور آپ ﷺ کے قدموں کی غبار کو تبرکاً اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا لیتے) (جمع ج ۲ ص ۳۷)

Marfat.com

هذا العبد کی بحث :

جب انہوں نے آپؐ کو پہچان لیا تب آپؐ نے مزاحاً فرمایا من یشتری هذا العبد (یہ غلام کون خریدے گا) یہ جملہ بھی خلافِ واقع نہیں ہے کہ بعض نسخوں من یشتری العبد آیا ہے، جو بغیر اسم اشارہ کے ہے، گویا یہ ایک عام جملہ ہوا۔ حضرت زاہرؓ کی طرف اشارہ نہیں۔ مگر دیکھنے والا حضرت زاہرؓ کو ہی عبد سمجھ رہا ہے۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اشتراء اور عبد کے ظاہری معنیٰ متروک ہیں، کیونکہ نبی کا یہ حق ہے کہ عبد کو حر اور حر کو عبد قرار دے، اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ○ (الاحزاب: ٦) نبی بہت شفقت کرنے والا ہے مسلمانوں پر ان کی جانوں سے بھی) یا پھر عبد کا معنیٰ عام ہے، کیونکہ ہر انسان اللہ تعالیٰ کا عبد ہے ووجه تسمیته عبدا واضح فانه عبدالله (جمع ج۲ ص ۳۷) (اور حضرت زاہرؓ کو عبد کہنے کی وجہ تسمیہ تو ظاہر ہے کہ وہ اللہ کے بندے تو ہیں) و کما فی قوله تعالیٰ اِنْ كُلُّ مَنْ الی قوله تعالیٰ اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (مریم:۹۳) (اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ نہیں کوئی شخص کہ بیچ آسمانوں اور زمین کے ہے مگر آتا ہے رحمٰن کے پاس بندہ ہوکر) اسی طرح اشتراء کا لفظ بعض اوقات اختیار کے معنیٰ میں آتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ...... (التوبہ:۱۱۱)

گویا اس جملہ میں ایک گونہ توریہ ہے اشتراء کا معنیٰ قریب تو خریدنا اور بیچنا ہے۔ مگر آپؐ نے اس کا معنیٰ بعید اختیار فرمایا ہے، بمعنی اختیار کے، ای من یقابل هذا الانسان بالاکرام مع انه دمیم و من اهل البادیة (جمع ج۲ ص ۳۷) (کون پسند کرے گا اس انسان (زاہرؓ) کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھنا۔ باوجود یہ کہ وہ خوبصورت بھی نہیں اور دیہاتی ہے)

حضرت زاہرؓ کی انکساری :

فقال یا رسول الله اذًا ! اس جملہ میں حضرتِ زاہرؓ کس قدر عجز وانکسار ظاہر کررہے ہیں جواب و جزاء لِشرط محذوف ای ان بعتنی اذا ' کاسدًا ای متاعًا

Marfat.com

رخیصاً او غیر مرغوب فیه(جمع ج۲ص۳۷)(اذا کاسداً الخ یہ جملہ جواب اور جزا شرطِ محذوف ان بعتنی کے لئے ہے یعنی اگر آپ ﷺ نے مجھے بیچا تو میں تو بے کار اور سستا سامان ہوں جس کو لوگ پسند بھی نہیں کرتے) کہ یہ زشت رو تو بہت کم قیمت ہے، مگر نگاہِ نبوت میں اس زشت رو کی کتنی قیمت ہے' فرمایا لکن عند الله لست بکاسدٍ' او قال، انت عندالله غال (لیکن تو اللہ کے نزدیک کم قیمت نہیں یا آپ ﷺ نے فرمایا تو اللہ کے نزدیک بڑا قیمتی ہے) یہ راوی کو شک ہے کہ آپؐ نے پہلا جملہ ارشاد فرمایا یا دوسرا۔ اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلص دوست کی مناسب مدح جائز ہے۔ فیؤخذ منه جواز مدح الصدیق بماینا سبه (مواہب ص۱۷۶)

مزاحِ نبوت' علوم ومعارف کا گنجینہ :

حضورِ اقدس ﷺ کا مزاحِ مبارک بھی علوم ومعارف کا گنجینہ ہوا کرتا تھا۔ اس ایک مزاحی قول وفعل سے بھی دسیوں فقہی مسائل کا علماء نے استخراج کیا ہے۔ اساتذہ' دورۂ حدیث کے طلبہ اور اربابِ ذوق کے لئے امام شیخ عبدالرؤف مناویؒ کے نقل کردہ بعض استخراجی مسائل بھی نقل کر دیے جاتے ہیں۔

و فیه جواز مصادقة اهل البادیة و محبتهم ' و دخول السوق و اعتناق من یحبه من خلفه و لایبصره ' و تسمیة الحر عبدا و حسن المخالطة ' و مواساة الفقراء و عدم الالتفات الی الصور ان الله لا ینظر الی صورکم و لکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم ' ورفع الصوت فی مقام العرض علی البیع ' وعدم المبالات بمنع الماخوذ علی اخذه فی مقام المداعبة و جواز مداعبة الادنی مع الاعلی و مدح الصدیق بما یناسبه و الاخبار بالعلم بمحبة من یحبک ' و قبول الهدیة و المکافاة علیها و ذلک معروف من عادته صلی الله علیه وسلم ' اما العمال بعده فیحرم علیهم قبولها الا مااستثنیٰ فی محله ' والاخبار بقدر من له قدر عند الله و غیر ذلک و ذلک کله من فوائد مزاح ذلک الجناب الافخم صلی الله علیه وسلم فمزاحه لیس مزاحاً الا باعتبار الصورة اذ لا یخلو عن بشری فاضلة او مصلحة شاملة او فائدة کاملة

Marfat.com

فهو بالحقيقة غاية الجد و من ذلک ممازحته لعائشة و مسابقته لها و تراخيه حتى سبقته كما رواه فى العلل عنها فانه مع ما فيه من الملاطفة والمجابرة فيه رياضة تنفع البدن و تفريح يذهب الحزن (مناوی، ص: ۳۷، ۳۸) (دیہاتیوں کے ساتھ دوستی اور محبت کا ثبوت بازار کو جانے اور اپنے محبوب کے ساتھ پیچھے سے ایسا معانقہ کرنا کہ وہ آپ کو نہ دیکھ پائے کا جواز اور ایک آزاد کو عبد کہنا اور اچھی مخالطت (ملنا جلنا) اور فقیروں کی غمخواری اور کسی کی صرف صورت کو مدنظر نہ رکھنا بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو پیش نظر رکھنا کہ اللہ تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتے بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال پر ہی نظر رکھتے ہیں اسی طرح کسی چیز کی فروخت کے وقت آواز بلند کرنا اور خوش طبعی ادنیٰ کی اعلیٰ کے ساتھ کا جواز اور اپنی دوست کی مناسب طریقہ پر مدح وتعریف کرنا اور محبوب کو اپنی محبت بتلا دینا اور ہدیہ قبول کر لینے اور اس کا بدلہ دینے کا جواز -- اور یہ تو حضور ﷺ کی عادتِ معروفہ تھی رہا بعد کے عمّال وغیرہ کا معاملہ تو ان کے لئے لوگوں سے ہدایا اور تحفے قبول کرنا ٹھیک نہیں مگر جن صورتوں کی استثناء اپنے محل میں ہوئی ہے اور اسی طرح جن کی اللہ تعالیٰ کے پاس قدر ومنزلت ہو ان کو ان کے درجہ اور مرتبے کی خبر دینا وغیر ذلک - یہ سب مسائل وفوائد حضور ﷺ کے مزاح کرنے ہی سے مستنبط ہوئے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا مزاح صرف صورۃً مزاح ہوتا (کیونکہ آپ ﷺ کا مزاح بشارتِ فاضلہ، مصلحتِ عامہ یا پھر فائدہ کاملہ سے خالی نہ ہوتا) ورنہ حقیقت میں وہ انتہائی حق وصدق پر مشتمل ہوتا تھا اور اسی نوعیت سے ہے مزاح اور خوش طبعی - آپ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان اور مسابقت یعنی ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے لئے دوڑنا اور پھر آپ ﷺ کی تاخیر وتراخی تاکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بڑھ جائے جیسے کہ کتاب العلل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے دیکھو اس میں ان کی آپس میں ملاطفت اور مجابرت کے ساتھ ساتھ ایسی ورزش بھی ہے جو بدن کے لئے نافع اور ایسی تفریح بھی جو حزن اور غمگینی کو ٹالنے والی ہے)

غیر اللہ میں اشتغال، خواہشات کی بندگی ہے :

امام مناویؒ نے مزید حکم واسرار بھی نقل کئے ہیں، کہتے ہیں کہ جب حضورِ اقدس

Marfat.com

ﷺ نے حضرت زاہرؓ کو دیکھا کہ وہ دل کی گہرائیوں سے کاروبارِ دنیا میں مشغول ہیں، تو آپؐ پر یہ شاق گذرا کہ آپؐ کا ایک محبّ صادق حُبِّ دنیا کے قعر مذلت میں غرق ہو جائے اور اس کا دل ذکرِ حق سے غافل ہو، تو آپؐ نے اُن کو اپنی گود میں لیا، دبوچا، جس طرح ہلاکت کے گڑھوں کے کناروں پر کھڑے ہوئے گرنے والوں کو پکڑا جاتا ہے، تو آپؐ نے اسے پکڑا اور من یشتری هذا العبد کہہ کر اسے تنبیہ فرمائی کہ وہ دنیاوی اُمور میں منہمک ہو کر عبد الدینار والدراهم (درہم ودینار کی غلامی) کے راستے پر چل پڑا ہے۔ دنیاوی خواہشات کا غلام بن چکا ہے۔ اشارة الی ان من شغل بغير الله فهو عبد هواء (مناوی ج۲ ص ۳۸) (اس میں یہ اشارہ ہے کہ جو بھی اللہ کے سوا دوسرے امور میں ہمہ تن مشغول ہو جائے وہ خواہشات نفسانی کا غلام ہے)

حضرتِ زاہرؓ نے بھی دیکھا کہ آپؐ کی ادنیٰ توجہ سے صفائے باطن میں اضافہ ہوا، تجلیاتِ ربانی کا دل میں مسکن بنا، تو اس نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ مزید حصولِ نور کے لئے اپنے کو آپؐ کے جسدِ اقدس سے ملنے لگا۔ بل اجتهد فی تمکین صدره بصدر ذلک الصدر الاعظم لیزداد امدادا (مناوی ج۲ ص ۳۸)

(۲۳۳/۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ حَدَّثَنَا الْمُبَارَكُ بْنُ فُضَالَةَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اَتَتْ عَجُوْزُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّدْخِلَنِيَ الْجَنَّةَ فَقَالَ يَا اُمَّ فُلَانٍ اِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَدْخُلُهَا عَجُوْزٌ قَالَ فَوَلَّتْ تَبْكِىْ فَقَالَ اَخْبِرُوْهَا اِنَّهَا لَا تَدْخُلُهَا وَهِىَ عَجُوْزٌ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ○ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ○ .

ترجمہ : امامِ ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبد بن حمید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے مصعب بن مقدام نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے مبارک بن فضالہ نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت حسن سے سُنی۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا یا

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ دعا فرمادیجئے کہ حق تعالیٰ جل شانہ مجھے جنت میں داخل فرمادے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہوسکتی۔ وہ عورت روتی ہوئی لَوٹنے لگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اس سے کہدو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی، بلکہ حق تعالیٰ جل شانہ سب اہل جنت عورتوں کو نوعمر کنواریاں بنادیں گے اور حق تعالیٰ شانہ کے اس قول انا انشأ نا ھن انشاءً ○ فجعلنٰھن ابکارًا ○ الأیة میں اس کا بیان ہے، جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں (بیان القرآن) (یعنی ہمیشہ کنواریاں ہی رہتی ہیں، صحبت کے بعد پھر کنواریاں بن جاتی ہیں)

راویان حدیث (۵۰۶) المبارک بن فضالہ ؒ اور (۵۰۷) الحسن ؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظِ عجوز کی تشریح :

قصہ تو سارا تحت اللفظ ترجمہ میں واضح ہوگیا ہے ۔ أتت عجوز ایک بوڑھی خاتون یہ خاتون صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں، جو زبیر بن العوام کی والدہ تھیں، وعمة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ ابن حجر (مواہب ص ۱۷۷) (اور حضور ﷺ کی پھوپھی تھیں ابن حجرؒ نے اس کو ذکر کیا ہے) عجوزۃ نہ کہا کہ یہ لغت متروک ہے، ولا تقل عجوزۃ اذھی لغة ردیئة (جمع ج ۲ ص ۳۸)

قرآن میں بھی لفظِ 'عجوز' مذکور ہے۔ حضرت سارۃ زوجۂ حضرتِ ابراہیمؑ نے اس لفظ کو اپنے حق میں استعمال فرمایا تھا۔ جب فرشتے نے ان کو بیٹے کی بشارت دی تو کہنے لگی یٰوَیْلَتٰیٓ ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ ھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا (ہود: ۷۲) (ہائے میری کم بختی! میرے ہاں اولاد کیسے ہوسکتی ہے، میں خود بڑھیا اور یہ میرے خاوند بھی بڑے عمر کے ہیں) لفظِ عجوز کا اطلاق عورتوں کی طرح مردوں پر بھی ہوتا ہے۔ گویا جنت میں داخلے کے وقت عورتوں کی طرح مرد بھی جوان بنادیئے جائیں گے۔

Marfat.com

مسلمان مرد اور خواتین' جوان ہو کر جنت میں داخل ہوں گے :

جب بارگاہِ نبوت میں حاضری کے بعد اس خاتون نے آپؐ سے جنت میں داخلے کے لئے دعا کی درخواست کی ، تو آپؐ نے اُن سے فرمایا ، اِن الجنة لاتدخلها عجوز (کہ جنت میں تو بوڑھی عورتیں داخل نہیں ہوں گی) آپ کا یہ ارشاد مذاق و مزاح ہے اور حق ہے۔ قالها ممازحة و مداعبة لها (اتحافات ص ۲۸۸) (آپ ﷺ نے اس کو بطورِ مزاح اور خوش طبعی کے کہا) وہ خاتون آپؐ کے ارشاد مبارک کی حقیقت کو نہ سمجھ سکی اور خود کو جنت سے محروم تصور کر کے بے قرار ہو گئیں۔ فولت تبکی' روتی ہوئی واپس لوٹی فجزعت المرأة فولت باكية (اتحافات ص ۲۸۸)

تب حضورِ اقدس ﷺ نے اپنے ارشاد مبارک کی وضاحت فرمائی کہ جنت میں کوئی خاتون بھی بڑھاپے کی حالت میں نہیں پہنچے گی ، بلکہ اللہ پاک اسے جوانی کی حالت میں لوٹا دے گا۔ اسی طرح مسلمان مردوں کا حال ہوگا۔ ہر خاتون اور ہر مرد کو تیس پینتیس سال کی عمر دیدی جائے گی۔ بل یرجعها اللہ شابة بكراً جميلة هي والنساء المسلمين (اتحافات ص ۲۸۸) (بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو اور باقی مسلمان عورتوں کو باکرہ اور حسین و جمیل شکلوں میں جنت میں داخل فرماویں گے) اس کے استدلال میں آپؐ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی ۔ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ٥ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا (واقعہ: ۳۶،۳۵)

==============================

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ کَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی الشِّعْرِ

باب ! حضور اقدس ﷺ کے ارشادات در بابِ اشعار

غرضِ انعقادِ باب :

اس باب میں مصنفؒ نے حضور اقدس ﷺ سے جن اشعار کا پڑھنا یا سننا احادیث میں آیا ہے، وہی یہاں نقل کررہے ہیں۔

شعروشاعری اوراس کا شرعی حکم :

شِعر بالکسر کا لغوی معنیٰ ادراک ہے اور شعراء کی اصطلاح میں وہ موزون کلام ہے، جس میں ردیف قافیہ اور وزن ہو اور قصداً ایسا بنایا گیا ہو هو الکلام الموزون المقفٰی قصداً (اتحافات: ۲۹۰) جب ہم قصداً کی قید لگاتے ہیں، تو قرآن وحدیث کے ایسے تمام جملے جو وزنِ شعر پر برابر اترتے ہیں سے احتراز ہوجاتا ہے، کیونکہ وہ شعر نہیں ہیں، اس سے عظمتِ رسول ﷺ بھی سامنے آجاتی ہے کہ آپؐ جب نثر میں اتنا عمدہ کلام کرلیتے تھے، جو وزنِ شعر کی طرح از خود غیر ارادی طور پر موزون ہوجاتا تھا، اگر قصداً شعر پر توجہ دیتے تو کتنے عمدہ اشعار بناسکتے تھے۔

شعر حضور ﷺ کے شایانِ شان نہیں :

مگر یہ آپؐ کے شایان نہ تھا وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَایَنْبَغِیْ لَهٗ (یٰسین: ۶۹) (نہ تو ہم نے اس کو شعر سکھائے اور نہ یہ اس کے لائق ہے)

قرآن مجید کے بارے میں رب العالمین کا اعلان ہے، وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (الحاقۃ: ۴۱) (یہ کسی شاعر کا قول نہیں)

Marfat.com

مذموم اشعار :

پس جو اشعار حقیقت پر مبنی، ظنیات اور وہمیات سے مبرا، مبالغہ اور کذبات سے پاک ہوتے ہیں، ان کا بنانا، پڑھنا اور سننا وسنانا جائز ہے، مگر جو اشعار وہمیات، ظنیات، مبالغوں اور کذبات پر مشتمل ہوتے ہیں، وہ مذموم وممنوع ہیں۔ شعر مذموم وہی ہے، جس میں خلافِ واقعہ اُمور اور تخیلات وتصورات نمایاں ہوں، جذبات کی انگیخت ہو اور فحش اُمور کی ترغیب ہو، صاحب اتحافات فرماتے ہیں کہ ولعل الشعر المذموم هو المبدوء بالتشبيب المفضوح، والملئى بتحسين غير الحسن و ذم الحسن من الأمور (اتحافات ص ۲۹۰) متنبّی شعر کی مذمت کرتے ہوئے کہتے ہیں ......

لاتحسبن الشعر فضلا بارعا ما الشعر الا هجنة و خيال

الهجو قذف، والرثاء نياحة والعتب ضغن والمديح سوال

(ضرور بضرور شعر وشاعری کو فضیلت میں یکتا ہونا گمان نہ کر شعر تو غلط کلام اور خیالات ہی ہیں مثلاً ہجو تو تہمت لگانا اور مرثیہ رونا دھونا ہے اور عتاب تو کینہ پروری اور مدیح سوال اور مانگنا ہے)

قرآن میں شعراء کا تذکرہ :

اس لئے قرآن نے بھی حضور اقدس ﷺ سے شعر کی نفی ہے اور قرآن میں ایسے اشعار اور شعراء اور ان کے متبعین کی مذمت ہے، جو گندے اشعار بناتے، سناتے اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ o اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِىْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ o (الشعراء: ۲۲۵) (شاعروں کی پیروی وہ کرتے ہیں، جو بھٹکے ہوئے ہوں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ شاعر ایک ایک بیابان میں سر ٹکراتے پھرتے ہیں)

اچھے اشعار :

حضرتِ عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ سے شعر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، الشعر كلام حسنه حسن و قبيحه قبيح (اتحافات: ۲۹۰)(

Marfat.com

مشکوٰۃ ص ۴۱۰) (شعر ایک ایسا کلام ہے کہ اس کا اچھا تو اچھا ہے اور اس کا بُرا بُرا ہی ہوگا) حضور اقدس ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ و إن مِن البیان لسحرا، وإن من الشعر لحکمة و قال عمرؓ تعلموا الشعر، فان فیه محاسن تبتغی، و مساوئ تتقی (اتحافات ص ۲۹۰) (بعض بیانات البتہ جادو اثر ہوتے ہیں اور اشعار میں سے بعض دانائی اور حکمت کی باتوں پر مشتمل ہوتے ہیں اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اشعار سیکھا کرو اس میں بعض ایسی خوبیاں ہوتی ہیں جو تلاش کی جاتی ہیں یعنی ضرورت ہوتی ہے اور بعض ایسی برائیاں بھی ہوتی ہیں جن سے بچا جاتا ہے)

(۲۴۴/۱) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا شَرِیْکٌ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَیْحٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قِیْلَ لَهَا هَلْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَمَثَّلُ بِشَیْئٍ مِّنَ الشِّعْرِ قَالَتْ کَانَ یَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَ یَتَمَثَّلُ وَ یَقُوْلُ وَ یَاْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ.

ترجمہ : امامِ ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث علی بن حجر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے شریک نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت مقدام بن شریح سے ان کے باپ کے واسطہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ حضرت عائشہؓ سے کسی نے پوچھا کیا حضور اقدس ﷺ کبھی شعر بھی پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں مثال کے طور پر کبھی عبداللہ بن رواحہؓ کا کوئی شعر بھی پڑھ لیتے تھے (اور کبھی کبھی کسی اور شاعر کا بھی) چنانچہ کبھی طرفہ کا یہ مصرعہ بھی پڑھ دیا کرتے تھے، و یاتیک بالاخبار من لم تزود یعنی تیرے پاس خبریں کبھی وہ شخص بھی لے آتا ہے، جس کو تو نے کسی قسم کا معاوضہ نہیں دیا۔

راویانِ حدیث (۵۰۸) المقدام بن شریحؒ (۵۰۹) عن ابیہؒ اور (۵۱۰) ابن رواحہؓ کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ ﷺ اچھے اشعار شوق سے سنتے تھے :

هل کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یتمثل بشیٔ من الشعر......

Marfat.com

حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا جارہا ہے کہ کیا حضورِ اقدس ﷺ نے کبھی کوئی شعر پڑھا ہے؟ اصلاً بات یہ ہے کہ آپؐ نے نہ تو شاعری کی اور نہ کبھی از خود قصداً شعر موزون فرمایا اور نہ شاعری کو باعثِ افتخار جانا، بلکہ صاف ارشاد فرمایا، ما انا بشاعرٍ ہاں کبھی کبھار مناسب موقع پر ایک آدھ شعر پڑھ دیتے تھے، جیسے کہ آپؐ نے غزوہ خندق کے موقعہ پر چند اشعار پڑھے۔ بخاری اور مسلم شریف کی روایات میں ان کا ذکر ہے۔ البتہ اشعار سن لیا کرتے تھے اور اچھے اشعار شوق سے سنتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کان یتمثل بشعر ابن رواحۃ۔

حضور اقدس ﷺ کا ایک محبوب مصرعہ :

ویتمثل و یقول ...... حضور اقدس ﷺ کبھی کبھار یہ مصرعہ بھی پڑھ لیا کرتے تھے ویأتیک بالاخبار من لم تزود یعنی تیرے پاس کبھی کوئی ایسا شخص بھی خبریں لے آیا کرے گا، جس کو تو نے اس خبر رسانی کے عوض کوئی مال و دولت نہیں دی ہوگی۔

یہ مصرعہ حضرت ابن رواحہؓ کا نہیں بلکہ طرفہ ابن عبد کا ہے، جس کا نام عمرو ہے، جو زمانۂ جاہلیت کا معروف شاعر ہے۔ سبعہ معلقہ نمبر۲ میں یہ شعر اس طرح موجود ہے ....

؎

سَتُبدِیْ لَکَ الایَّامُ مَا کُنْتَ جَاهِلاً
وَیَأْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ

یعنی زمانہ تیرے سامنے ایسے واقعات لائے گا اور ایسے حالات بیان کرے گا، جن سے تو اس وقت تک بے خبر ہے اور تمہارے پاس خبریں لانے والا بھی ایسا فرد ہوگا، جس کو تو نے کوئی معاوضہ ادا نہیں کیا اور نہ زادِ راہ دیا۔

ایک پسند فرمودہ مصرعہ کے دو معانی :

زمانۂ قدیم میں جب ڈاک، تار، ٹیلی فون اور اخبار ایجاد نہیں ہوئے تھے، خبر رسانی کے لئے اخراجات، اسفار اور وقت کی قربانی دینی پڑتی تھی۔ زادِ راہ اور معاوضہ

Marfat.com

بھی ادا کرنا پڑتا تھا، اس شعر میں یہ پیش گوئی ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے کہ بغیر معاوضہ وادائیگی زادِراہ کے خبریں پہنچ جایا کریں گی۔

دوسرا مضمون شعر کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لوگ فیس دے کر کاہنوں کے پاس جاتے اور جھوٹی خبریں معلوم کرتے ہیں اور آپؐ بلا معاوضہ وحی، قرآن، جنت، جہنم، اللہ کے احکام اور گذشتہ اقوام اور انبیاء کی تاریخ، واقعات اور تفصیلی حقائق پر مبنی سچی خبریں سنا رہے ہیں۔

گویا شعر میں پہلے سے آپؐ کی ذات کے حق میں پیش گوئی ہے کہ عنقریب مبعوث ہونے والے پیغمبر تمہیں سچی خبریں بلا معاوضہ سنایا کرے گا۔

شعر میں تقدیم تاخیر کا مقصد :

شیخ ابراہیم البیجوریؒ لکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اس شعر کو تقدیم وتاخیر سے پڑھا، پہلا مصرعہ بعد میں اور بعد والا پہلے پڑھا، تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا **لیس ھکذا یارسول اللہ !** یارسول اللہ ! یہ تو اس طرح نہیں ہے **قال ما انا بشاعرٍ** تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا میں بھی تو شاعر نہیں ہوں۔ گویا آپؐ نے اس کے معنیٰ سے استشہاد فرمایا، جو عمدہ مضمون اور مقصود تھا، اسی کو مضمونِ فضلہ پر مقدم فرمایا، مگر شاعر پر چونکہ وزنِ شعر اور ذوقِ نظم مسلط ہوتا ہے، اس لئے بغرضِ وزن شعر وہ فضلہ کو عمدہ پر مقدم کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتا۔ جب حضرت صدیقؓ نے آپؐ کو اصل شعر پر آگاہ فرمایا، تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کے نقل کرنے سے شعر گوئی غرض نہیں، بلکہ اصلِ معنیٰ جو ایک حقیقت ہے، اس سے آگاہ کرنا ہے **ما انا بشاعر قاصد شعریته وانما قصدت معناه وھو اعم من أن یکون فی قالب وزن اولا** (مواہب ص ۱۷۹) (میں تو ایسا شاعر نہیں کہ اس کے شعر ہونے کے ارادہ سے پڑھا ہو بلکہ میں نے اس کے معنیٰ اور مطلب کا ارادہ کیا تھا اور یہ عام ہے چاہے وزن کی صورت میں ہو یا نہ ہو)

حضرت درخواستیؒ کی ایک ادا :

ہم نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں دیکھا سنا، بلکہ بارہا سنا کہ حافظ الحدیث حضرت

Marfat.com

مولانا محمد عبداللہ درخواستی ؒ اشعار پڑھا کرتے تھے، مگراس کے مصرعوں میں ان سے تقدیم و تاخیر ہوجایا کرتی تھی، پھروہ اس انداز سے پڑھتے کہ وہ ان ہی کے ساتھ جچتا تھا، ان کی تقدیم وتاخیر سے کسی بھی سننے والے کو قباحت محسوس نہ ہوتی تھی، بچپنا تھا، ہم لوگ کہتے کہ حضرت درخواستی ؒ کو اشعار پڑھنا نہیں آتا، مگراب یہ معلوم ہوا کہ اس کے پس منظر میں بھی گویا ان سے اتباعِ سنت پر عمل کرایا جارہا تھا، ہم لوگ اگر شعر میں تقدیم تاخیر کردیں تو موردِ الزام ٹھہریں، مگر یہ اُن کی شان تھی اوران کے ساتھ جچتی تھی کہ وہ تقدیم وتاخیر سے پڑھ رہے ہیں اورلوگ اس سے حظِ وافر حاصل کررہے ہیں، نہ کسی کو اعتراض ہے، نہ کوئی اسے خلافِ ادب سمجھتا ہے، اورنہ یہ کسی کو عیب محسوس ہوتا ہے۔

(٢٣٥/٢) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْسَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ اَصْدَقَ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ . اَلَا كُلُّ شَيْئٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ ...... وَ كَادَ اُمَيَّةُ بْنُ اَبِي الصَّلْتِ اَنْ يُّسْلِمَ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت سفیان نے عبدالملک بن عمیر کے واسطہ سے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے ابوسلمة نے صحابی رسول حضرت ابوہریرہؓ سے سُن کر بیان کیا۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضوراقدس ﷺ نے ارشادفرمایا کہ سب سے زیادہ سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا، وہ لبید بن ربیعہ کا یہ کلمہ ہے ...... الاکل شئی ما خلا اللہ باطل آگاہ ہوجاؤ، اللہ جل شانہٗ کے سوا دنیا کی ہر چیز فانی ہے اورامیة بن ابی الصلت قریب تھا کہ اسلام لے آئے۔

حضرتِ لبیدؓ :

ان اصدق کلمة ... یہاں ذکرکلمة کا ہے مراد کلام ہے المراد بھا ھنا الکلام (مواہب ص١٧٩) و کلمة لبید' یہ ابن ربیعہ ہیں، جوزمانۂ جاہلیت کے عظیم شاعروادیب

تھے وھو المشھور من فصحاء العرب و شعرائھم (جمع ج۲ص۴۲) سبعہ معلقہ میں چوتھا قصیدہ انہی کا ہے، جسے خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا۔ نوے (۹۰) سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔اس کے بعد پچاس سال تک زندہ رہے ۴۱ھ میں انتقال ہوا ۔ مات سنة احدی و اربعین وله من العمر مائة و اربعون سنة (جمع ج۲ص۴۲) اسلام لانے کے بعد اشعار کہنا چھوڑ دیئے، فرمایا کرتے کہ میرے لئے شعروشاعری کے بجائے قرآن کی سورۃ بقرہ ہی کافی ہے۔ولم یقل شعراً بعد الاسلام و کان یقول یکفینی القرآن (مواہب ص۱۷۹)

حضرت لبیدؓ کا ایک شعر جو حضور ﷺ کو پسند تھا :

الا کل شیٔ یہ شعر بھی حضرت لبیدؓ کا ہے، جوانہوں نے زمانہ جاہلیت میں کہا تھا ،ان کا کلام آپؐ کو پسند تھا۔اس کا ایک مصرعہ حدیث میں منقول ہے، تمام شعراس طرح ہے ....

اَلا کُلّ شَیٔ مَا خَلا اللّٰہ بَاطِلٌ وَ کُلّ نَعِیمٍ لَا مَحالَۃَ زَائِلٌ
نَعِیُمکَ فِی الدُّنیاغُرُورٌوَحَسرَۃٌ وَ اَنْتَ قَرِیْبًا عَنْ مَقِیلِکَ رَاحِلٌ

سوائے ذات باری تعالیٰ کے دنیا کی ہر چیز باطل ہے، فانی ہے والمراد بالباطل الفانی المضمحل (جمع ۲ص۴۳) اور بلاشبہ ہر نعمت (دنیوی) ختم ہوجانے والی ہے، فلا یرد نعیم الجنة فانه دائم لا یزول (مواہب ص۱۷۹) (اس لئے جنت کی نعمتوں کے متعلق اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ وہ دائمی ہیں ان کا زوال نہ ہوگا) اور تیرے پاس موجود دنیا کی تمام نعمتیں دھوکہ اور حسرت ہیں اور تو بھی جلد اس دارِفانی سے کوچ کرنے والا ہے۔

یہ شعر اگرچہ حضرت لبیدؓ نے زمانۂ جاہلیت میں کہا تھا، مگر عقیدۂ توحید' عظمتِ خداوندی' دنیا کے بے ثباتی اور فکرِ آخرت کی انگیخت میں ایک حقیقت اور قرآنی تعلیمات کے موافق ہے، اس لئے آپؐ کو بھی پسند تھا، قرآن میں بھی یہی مضمون اچھوتے، لافانی، اور معجزانہ انداز میں اس طرح منقول ہے کُلُّ مَنْ عَلَیھَا فَانٍ ۝ وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۝ (الرحمٰن:۲۶،۲۷) (زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔

Marfat.com

صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے، باقی رہ جائے گی)۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ہے کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (قصص: ۸۸) (ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، مگر ذات اس کی)

امیۃ بن ابی الصلت :

وکاد امیۃ! اور قریب تھا کہ امیہ بن ابی الصلت اسلام قبول کر لیتا، امیۃ بن ابی الصلت زمانۂ فترت کا عظیم شاعر تھا۔ قیامت کا قائل تھا اور اپنے اشعار میں حقائق بیان کرتا تھا۔

جب حضور اقدس ﷺ مبعوث ہوئے تب بھی موجود تھا، مگر قدرت نے یاوری نہ فرمائی، حسد میں مبتلا ہوا اور اسلام قبول نہ کر سکا۔ اس نے بدر میں قتل ہونے والے کفار کا مرثیہ بھی کہا تھا، ورثی من قتل ببدر (مواہب: ۱۷۹) بعض کہتے ہیں کہ اس نے کہا نبوت میرا حق تھا، محمدؐ کو یہ مقام کیسے مل گیا کان یطمع ان یکون نبی الامۃ (اتحافات: ۲۹۲) بعض روایات میں ہے کہ ان کے اشعار تو اسلام لائے، مگر خود مسلمان نہ ہوا ۔ قال فیہ النبی ﷺ آمن شعرہ و کفر قلبہ (اتحافات ص ۲۹۲) اس سلسلہ کی مزید تفصیل آئندہ صفحات میں اسی باب کی حدیث نمبر ۸ میں درج ہے۔

(۲۳۶/۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ اَنْبَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ الْبَجَلِيِّ قَالَ اَصَابَ حَجَرٌ اِصْبَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَمِيَتْ فَقَالَ هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن مثنیٰ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اس کی خبر محمد بن جعفر نے دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے شعبہ نے اسود بن قیس کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے یہ روایت جندب بن سفیان بجلیؓ سے نقل کی۔

جندب بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک پتھر حضور اقدس ﷺ کی انگلی میں لگ گیا تھا، جس [illegible] وجہ [illegible] وہ خون میں آلود ہوگئی تھی، تو حضور اقدس ﷺ نے یہ شعر

Marfat.com

پڑھا، جس کا حاصلِ ترجمہ یہ ہے، تو ایک اُنگلی ہے، جس کو اس کے سوا کوئی مضرت نہیں پہنچی کہ خون آلود ہوگئی اور یہ بھی رائیگاں نہیں بلکہ اللہ جل شانہٗ کی راہ میں یہ تکلیف پہنچی، جس کا ثواب ملے گا۔

راوی حدیث (۵۱۱) جندب بن سفیان ؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

خلعتِ خون کی سعادت :

قال اصاب حجر ...... حضور اقدس ﷺ کی انگلی مبارک کے زخمی ہونے کا یہ واقعہ احد میں پیش آیا، **قال الکرمانی قیل کان ذلک فی غزوۃ احد** (جمع ج ۲ ص ۴۳) یہی جمہور علماء کی رائے ہے، بعض لوگوں نے اسے ہجرت سے قبل کا واقعہ قرار دیا ہے۔ جب انگلی مبارک زخمی اور لہو آلود ہوئی، تو آپ کی زبان مبارک پر یہ شعر جاری ہوا ......

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

مقصد واضح ہے کہ انگلی کا زخمی اور لہولہان ہونا کوئی صدمہ اور درد والم کی بات نہیں، یہ تو سعادت واعزاز ہے کہ اللہ کریم کی راہ میں اسے خلعتِ خون کی سعادت سے سرفراز کیا جارہا ہے۔

ایک اشکال سے جواب :

اسی پر بظاہر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آپ ؐ نہ تو شاعر تھے اور نہ شعر بنانا آپ ؐ کے شایان شان ہے پھر کیوں یہ شعر ارشاد فرمایا۔ حضراتِ محدثین ؒ جواب میں فرماتے ہیں۔

(۱) اولاً ! تو یہ اصطلاحی شعر ہی نہیں کیونکہ شعر کلامِ موزون و مقفیٰ قصداً کو کہتے ہیں اور یہ کلماتِ طیبات آپ ؐ کی زبانِ فیض ترجمان سے بغیر قصدِ شعر کے نکلے اور موزون ہوگئے، قرآن مجید میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں، بلکہ ایک مصری عالم نے بحورِ شعریہ میں سے ہر ہر بحر میں قرآن مجید کی آیات لائی ہیں، پھر تو سارا قرآن شعر قرار پائے گا، حالانکہ قرآن میں ایک شعر بھی نہیں ہے، لہٰذا ہر کلامِ موزون اور ہر کلامِ مقفیٰ و مسجع شعر نہیں، بہت

Marfat.com

دفعہ اوزانِ شعریہ پر بظاہر کلام منطبق ہو جاتا ہے، لیکن اس سے مقصود شعر نہیں ہوتا۔

(۲) ثانیاً ! یہ کہ یہ شعر عبداللہ بن رواحہ کا ہے، بعض نے کہا ولید بن المغیرہ کا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے اسے اپنی زبانِ فیض ترجمان سے ادا فرمایا ہے۔

(۳) بعض حضرات نے اسے رجز قرار دیا ہے، جو شعر نہیں ہوتا۔

(۴) بعض نے یہ جواب بھی دینے کی کوشش کی ہے کہ ایک آدھ شعر کہہ دینے سے آدمی شاعر نہیں کہلاتا النادر کالمعدوم (نادر چیز نایاب کے حکم میں ہوتی ہے)۔

(۵) بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے، دمیت اور لقیت میں تا ساکنہ ہے، مکسورہ نہیں، لہٰذا وزنِ شعر نہیں بنتا، تاہم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ دوسری توجیہ کو راجح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بندۂ ناچیز کے نزدیک اگر اس کی توجیہ یہ کی جائے کہ یہ شعر حضور اقدس ﷺ کا نہیں بلکہ منقول ہے، کسی دوسرے شاعر کا شعر ہے، چنانچہ واقدی نے اسے ولید بن ولید کا بتایا ہے، اور ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب محاسبۃ النفس میں اسے ابن رواحہ کا بتایا ہے، اور ممکن ہے کہ دونوں نے یہ شعر کہا ہو۔ (خصائل ص ۱۸۷)

شعر کا پسِ منظر :

واخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب محاسبة النفس ان جعفرا لما قتل بمؤتة دعا الناس بابن رواحة فاقبل و قاتل فاصيبت اصبعه فارتجز و جعل يقول ......

هل انت الا اصبع دميت — و فی سبيل الله ما لقيت
يا نفس الا تقتلی فتموتی — هذا حياض الموت قد صليت
فما تمنيت فقد لقيت — ان تفعلی بفعلها هديت

ثم ثبت حتى استشهد و تمثل النبی صلی الله عليه وسلم بقوله (اتحافات:۲۹۳)

(محاسبۃ النفس میں ابن ابی الدنیا سے منقول ہے کہ حضرت جعفرؓ جب غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تو لوگوں نے حضرت ابن رواحہؓ کو کمان سنبھالنے کے لئے بلایا آپؓ تشریف لائے اور کفار کے ساتھ قتل وقتال کرتے رہے کہ اس دوران ان کی انگلی زخمی ہوگئی تو اس کو خطاب کرتے ہوئے رجز کے طور پر کہا اور نہیں تو مگر ایک انگلی جو خون آلود ہوگئی اور جو کچھ

Marfat.com

تکلیف پہنچی وہ بھی اللہ ہی کے راستہ میں ہوئی اے نفس! اگر تو قتل و قتال نہ بھی کرتا تب بھی تو مرجاتا۔۔۔ یہ موت کا حوض ہے جس میں تو داخل ہوئی ہے جو تیری آرزو و تمنا تھی وہ تو تجھے حاصل ہوگئی اگر تو اس جیسا کام کرے تو تجھے بھی اس راستہ کی ہدایت و رہنمائی ہو جائے گی پھر حضرت ابن رواحہؓ ثابت قدمی سے لڑتے رہے اتنے تک کہ شہید کر دیے گئے حضور ﷺ نے ان کے قول کو بطور تمثیل کے کہا ہے)

(۲۳۷/۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ لَهُ رَجُلٌ اَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا عُمَارَةَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ لٰكِنْ سُرْعَانُ النَّاسِ تَلَقَّتْهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهٖ و اَبُوْسُفْيَانُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اٰخِذٌ بِلِجَامِهَا وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے یحیٰی بن سعید نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ روایت سفیان ثوری نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے ابواسحٰق نے براء بن عازب کے واسطہ سے بیان کیا۔ براء بن عازبؓ سے کسی نے پوچھا کیا تم سب لوگ حضور اقدس ﷺ کو چھوڑ کر جنگِ حُنین میں بھاگ گئے تھے، انہوں نے فرمایا کہ نہیں حضور اقدس ﷺ نے پشت نہیں پھیری۔ بلکہ فوج میں سے بعض جلد بازوں نے (جن میں اکثر قبیلۂ بنی سلیم اور مکہ کے نومسلم نوجوان تھے) قبیلۂ ہوازن کے سامنے تیروں کی وجہ سے منہ پھیر لیا تھا، حضور اقدس ﷺ (جن کے ساتھ اکابر صحابہؓ کا ہونا ظاہر ہے) اپنے خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن الحارثؓ اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ حضور اقدس ﷺ اس وقت یہ فرمارہے تھے انا النبی لا کذب.....انا ابن عبد المطلب میں بلاشک وشبہ نبی ہوں اور عبدالمطلب کی اولاد (پوتا)

Marfat.com

وں۔

اوی حدیث (۵۱۲) یحییٰ بن سعیدؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

یا ابا عمارۃ 'الخ' بضم العین حضرت براء بن عازب کی کنیت ہے۔ وکان السوال عن فرارھم جمیعاً و لکن البراء أکد ان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لم یفر بل ثبت علی بغلہ و یقول انا النبی (اتحافات ص ۲۹۴) (اس شخص کا سوال تو سب کے فرار ہو جانے کا تھا لیکن حضرت براءؓ نے حضور ﷺ کے فرار ہونے کی نفی مؤکد بیان کر کے فرمایا کہ آپؐ تو فرار نہیں ہوئے بلکہ اپنے خچر پر ثابت قدمی سے بیٹھے ہوئے فرما رہے تھے کہ انا النبی لا کذب ...)

شعر موزون کرنے کے اشکال سے جواب :

یہاں پر بھی وہی اشکال وارد ہے کہ آپؐ شعر کہہ رہے ہیں، حالانکہ نہ تو آپؐ شاعر تھے، اور نہ شعر کہنا آپؐ کے شایانِ شان ہے۔

امام احمد عبدالجواد الدومیؒ جواب میں فرماتے ہیں وکلام النبی ﷺ من قبیل الرجز لا الشعر او ھو شعر غیر مقصود (اتحافات ص ۲۹۴) (کہ نبی کریم ﷺ کا کلام از قبیل رجز کے تھا شعر نہ تھا یا ایسا شعر ہے جو مقصود نہیں یعنی شعر گوئی کے ارادہ سے نہیں پڑھا گیا)

مفاخرتِ نسبی کا شرعی حکم :

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ مفاخرت نسبی کی ممانعت ہے، مگر مقابلہ میں جب کفار انساب پر فخر کرتے ہوں، تو اس وقت مفاخرت کی اجازت ہے، ویؤخذ من ھذا الحدیث جواز قول الشخص انا فلان بن فلان او نحوہ لا للمفاخرۃ والمباھاۃ و منہ قول علی کرم اللہ وجھہ' انا الذی سمتنی امی حیدرۃ و

Marfat.com

قول سلمة انا ابن الاکوع فان کان للمفاخرة والمباهاة کما هو دأب الجاهلية کان منهيًا عنه (مواہب ص۱۸۲) (اور اس حدیث سے کسی شخص کا یہ کہنا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں یا اسی قسم کے دوسرے الفاظ جب فخر و مباہات کے لئے نہ ہوکا جواز معلوم ہوتا ہے اور اس قبیل سے حضرت علیؓ کا یہ قول بھی ہے۔

کہ میں تو وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ اور حضرت سلمہؓ کا یہ قول کہ میں اکوع (بہادر شخص) کا بیٹا ہوں۔ ہاں اگر ایسی قسم کے اقوال فخر و مباہات کے لئے ہوں جیسے کہ اہل جاہلیت کا دستور و طریقہ ہے تو پھر یہ شرعاً ممنوع ہوں گے)

حدیث کی مفصل تشریح :

باقی رہی مزید شرحِ حدیث تو وہ ذیل میں مِن وعَن خصائل سے نقل کر دی جارہی ہے۔ اس موقع پر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے خلافِ معمول جو تفصیل سے کلام فرمایا ہے وہ لاجواب ہے اور تمام شروحات سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ البتہ اس میں عنوانات معہ تقسیم مضامین احقر نے کردی ہے، تاکہ اساتذہ وطلبہ کو پڑھنے اور پڑھانے اور افادہ واستفادہ میں سہولت ہو۔

دادا سے نسبت کی توجیہات :

حضورِ اقدس ﷺ نے اپنے آپ کو بجائے باپ کے اپنے دادا عبد المطلب کی طرف اس لئے نسبت کیا کہ (۱) انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے غلبہ کی اطلاع کفارِ قریش کو دی تھی اور یہ وقت گویا اس کی تصدیق کا تھا (۲) بعض نے یہ وجہ بتائی ہے کہ چونکہ آپ کے والد کا انتقال زمانۂ حمل ہی میں ہو گیا تھا، اس لئے آپؐ ابن عبد المطلب ہی کے ساتھ مشہور تھے (۳) نیز یہ بھی کہا گیا کہ چونکہ عبد المطلب مشہور سردار تھے، اس لئے شہرت کی وجہ سے اس طرف نسبت فرمائی (۴) حافظ ابن حجرؒ نے ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ کفار میں یہ بات مشہور تھی کہ عبد المطلب کی اولاد میں ایک شخص پیدا ہوگا جس سے لوگوں کو ہدایت ہوگی، وہ خاتم النبیین ہوں گے۔ اس لئے حضور ﷺ نے اس نسبت کے ساتھ ان لوگوں کو یہ

Marfat.com

مشہور چیز یاد دلائی۔

پسِ منظر اور تفصیلی واقعہ :

غزوۂ حنین ۸ھ میں ہوا ہے۔ قبائل عرب ایک زمانہ سے اپنے اسلام لانے میں فتح مکہ کے منتظر تھے کہ اگر حضور ﷺ نے اس پر قبضہ کرلیا تب تو سمجھو کہ آپؐ غالب ہیں اور بے چون وچرا اطاعت کرو اور اگر مکہ مکرمہ فتح نہ ہو تو سمجھ لو کہ یہ غالب نہیں ہوسکتے۔ بالآخر جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تو قبیلۂ ہوازن وغیرہ بھی جو مواضع حنین وغیرہ کے رہنے والے تھے، اپنی قسمت آزمائی کا فیصلہ چاہا اور چند قبائل نے مل کر یکجا لڑائی کے خیال سے حنین پر جو مکہ مکرمہ سے طائف وعرفات کی جانب تقریباً دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے، وہاں مجتمع ہوئے، ہر چند کہ بعض تجربہ کار بوڑھوں نے ان کو اس ارادہ سے روکا، مگر بعض جوشیلے نوجوانوں نے نہ مانا اور یہ کہہ کر کہ مسلمانوں کو اب تک تجربہ کار لڑنے والوں سے مسابقہ نہیں پڑا تھا۔ اس لئے غالب ہوتے جارہے ہیں۔ مبادا ہم پر بھی حملہ کریں، اس لئے خود ہی ابتدا کرنی چاہئے۔ بیس ہزار کا مجمع جس میں مہاجرین وانصار اور فتح مکہ کے نومسلم شریک تھے، نیز ایک جماعت کفارِ مکہ کی شریک تھی، جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئی تھی۔ ان میں سے بعض لوگ غنیمت کی لالچ سے شریک ہوئے تھے اور بعض لوگ محض لڑائی کا نظارہ دیکھنے گئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ اس لشکر کے ساتھ ۹ رشوال ۸ھ کو حنین کی جانب روانہ ہوئے، مسلمانوں کو حنین تک پہنچنے کے لئے ایک نہایت تنگ گھاٹی سے گزرنا پڑتا تھا۔ دشمنوں نے اپنے لشکر کو اُن پہاڑوں میں چھپا رکھا تھا، جیسے ہی مسلمان وہاں سے گزرے انہوں نے دفعۃً تیروں کا نشانہ بنایا۔ مسلمان اس بے خبری کے حملہ سے سخت گھبرائے اور پریشان ہوکر اِدھر اُدھر متفرق ہوگئے۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے ابتدائی حملہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی اور وہ پیچھے بھاگے، یہ لوگ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے کہ دفعۃً اُن لوگوں نے جو پہاڑوں میں چھپے ہوئے تھے، چاروں طرف سے حملہ کردیا۔ یہ مجمع نہایت پریشانی کی حالت میں اِدھر اُدھر منتشر ہوگیا۔ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ بجز چند اکابر صحابہ حضرت ابوبکرؓ

Marfat.com

، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ وغیرہ وغیرہ چند حضرات کے کوئی بھی نہیں رہا تھا۔ اس پریشانی کی حالت میں بعض ضعیف الاسلام لوگوں کا عقیدہ بھی متزلزل ہوا اور بعض نے آوازے اور فقرے کسنا شروع کیے۔ بعض لوگ بھاگ کر مکہ واپس آ گئے اور مسلمانوں کے مغلوب ہو جانے کا مژدہ اُن لوگوں کو سنایا، جو مسلمان نہ ہوئے تھے، یا ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا تھا، حضور اکرم ﷺ کا ہاشمی خون اُس وقت جوش پر تھا، آپؐ نے اس خوفناک منظر میں اپنی سواری سے اُتر کر پا پیادہ انا النبی لا کذب فرماتے ہوئے دشمنوں کی فوج کا رُخ کیا اور حضرت عباسؓ نے مہاجرین و انصار اور اصحاب شجرہ کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک آواز دی کہ کہاں جا رہے ہو، اِدھر آؤ۔ آواز کا سننا تھا کہ پریشان حال متفکر جماعت لبیک کہتی ہوئی ایسی جوشِ محبت میں لوٹی، جیسے اونٹنی اپنے بچے کی طرف لوٹتی ہے۔ مسلمانوں کا لوٹنا تھا کہ طرفین میں ایک گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ حضور اقدس ﷺ نے زمین سے کچھ مٹی کنکریاں وغیرہ اٹھا کر شاھت الوجوہ فرماتے ہوئے مقابل پر پھینکی، تھوڑی دیر لڑائی کا یہ منظر رہا، اُس کے بعد لڑائی کا رُخ ایسا پھرا کہ جس میدان میں مسلمان پریشان نظر آ رہے تھے، اب کافر بدحواس بھاگتے ہوئے نظر آنے لگے اور اپنا مال و متاع اہل و عیال مسلمانوں کے لئے مالِ غنیمت بنا کر ایسے بھاگے کہ اِدھر کا رُخ بھی نہ کیا۔ قصہ حسبِ ضرورت مختصر طور سے لکھا گیا جو صاحب مفصل دیکھنا چاہیں، اردو اسلامی تاریخ میں دیکھ لیں۔

ایک انتباہ :

یہاں پر ایک امر پر تنبیہ اشد ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی واقعہ کے متعلق صرف ایک دو روایت دیکھنے سے کسی قسم کا اشکال پیدا کر لینا یہ علم کی کوتاہی ہے، کسی ایک دو حدیث میں اکثر واقعہ کی پوری تفصیل آ سکتی ہے، نہ مقصود ہوتی ہے۔ ہر واقعہ کے متعلق اگر کوئی رائے قائم کرنا ہو تو جب تک اس واقعہ کے پورے حالات سامنے نہ ہوں، رائے زنی بے محل ہے۔ اسی جنگِ حنین کے متعلق کسی مختصر تاریخ کو دیکھ کر یا ایک دو حدیثوں کا ترجمہ دیکھ کر یہ خیال کرنا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی ساری جماعت یا پورا لشکر دس ہزار بھاگ گیا تھا اور بجز

Marfat.com

دو چار نفر کے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ کوئی بھی نہیں رہا تھا۔ واقعہ کے خلاف ہونے کے علاوہ عقل سے بھی دور ہے۔ کفار کی جماعت جو بیس ہزار سے زیادہ تھی، اس کو کیا مشکل تھا کہ دو چار نفر کا محاصرہ کر لیتے، جب کہ سب بھاگ چکے تھے۔ چہ جائیکہ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تنہا تھے، کوئی بھی ساتھ نہ تھا، زیادہ تعجب ان لوگوں پر ہے، جو لڑائیوں کے حالات سے واقف ہوتے ہیں، لشکروں کی ترتیب اور حملہ کے حالات پر بصیرت رکھتے ہیں، وہ کسی ایسی روایت سے متعجب یا متاثر ہوں۔ لشکر کی عام ترتیب کے مطابق پانچوں حصوں پر حضور اقدس ﷺ نے اس لشکر کی بھی ترتیب فرمائی تھی۔ مقدمۃ الجیش (لشکر کا اگلا حصہ) میمنہ میسرہ (دایاں بایاں حصہ) قلب یعنی درمیانی حصہ جس میں امیرِ لشکر کی حیثیت سے نبی کریم ﷺ جلوہ افروز تھے اور پانچواں حصہ لشکر کا پچھلا حصہ اس کے علاوہ ہر ہر جماعت کا مستقل حصہ تھا، جس کا ایک امیر مستقل جھنڈا لیے ہوئے تھا اس کی جماعت اس کے ساتھ تھی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سعد بن ابی وقاصؓ، اُسیدؓ بن حضیر، خبابؓ بن منذر وغیرہ حضرات ایک ایک جماعت کے امیر بنے ہوئے اپنی مقررہ جگہ پر مامور تھے۔ مقدمۃ الجیش میں قبیلۂ بنی سلیم کی جماعت تھی، جس کا جھنڈا حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں تھا، یہ جماعت لشکر کا اگلہ حصہ تھا۔ اسی جماعت کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ جب یہ گھاٹیوں کے درمیان سے نکلے تو دشمنوں نے اول پسپائی اختیار کی، جس کی وجہ سے ان کو آگے بڑھنے اور اپنے کو غالب سمجھ کر مالِ غنیمت کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ ملا اور چھپے ہوئے دشمنوں نے چاروں طرف سے تیر برسانا شروع کر دیا۔ ایسی صورت میں اس جماعت کی پسپائی بھی فطری چیز تھی اور ان کی پسپائی سے تمام لشکر میں تشویش انتشار ادھر اُدھر دوڑنا ضروری تھا، لیکن اس کا مطلب یہ لینا کہ سارا ہی لشکر بھاگ گیا تھا، پورے حالات پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن ایک شخص کا بیان نقل کرتے ہیں کہ جو اُس وقت کافر تھا کہ جب ہم نے مسلمانوں پر حنین میں حملہ کیا اور ان کو پیچھے ہٹانا شروع کیا، تو وہ ہمارے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور پیچھے ہٹتے رہے، ہم لوگ ان کا تعاقب کرتے رہے اور آگے بڑھتے رہے، بڑھتے بڑھتے

Marfat.com

ہم ایک ایسے شخص تک پہنچے جو سفید خچر پر سوار تھے اور نہایت حسین چہرہ والے۔ لوگ ان کے گرد جمع تھے، انہوں نے ہم کو دیکھ کر شاھت الوجوہ ارجعوا کہا۔ یہ کہنا تھا کہ ہم مغلوب ہونا شروع ہو گئے اور وہ جماعت ہم پر چڑھ گئی۔ اسی بناء پر حضرت براءؓ نے شمائل کی روایت میں جو اوپر گزری یہ کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے منہ نہیں پھیرا، بلکہ کچھ تیز رو لوگ جو تیروں کی برداشت نہ کر سکے بھاگے تھے۔ اس کے ساتھ ہی یہ قصہ بھی پیش آیا کہ حضور اقدس ﷺ جس راستے سے بڑھ رہے تھے، اس کو ترک فرما کر دائیں جانب کو بڑھنا شروع کیا۔

غور کی بات ہے کہ اس انتشار کی حالت میں لشکر کے اکثر حصہ کو کیسے یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے اس وقت کس جانب کو بڑھنے کا ارادہ فرمایا۔ ایسی حالت میں حضور ﷺ کے قریب ایک وقت میں سو (۱۰۰) آدمیوں کا رہ جانا جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہے اور ایک موقعہ پر اسی (۸۰) کا رہ جانا جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہے، حتیٰ کہ جب حضور ﷺ نے خچر کو تیزی سے بڑھایا تو سامنے سے لوگ ہٹتے رہے اور صرف بارہ آدمی رہ گئے اور اس کے بعد صرف وہ چار اشخاص رہ گئے، جو خچر کی باگ اور رکاب تھامے ہوئے تھے یا رکاب وغیرہ پکڑے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ جب خچر بھی حضور اکرم ﷺ کی منشاء کے موافق نہ بڑھ سکا تو حضور اکرم ﷺ اس پر سے اُتر کر تنِ تنہا کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر ان کی طرف بڑھ گئے، یہی وقت ہے، جس کو بخاری شریف کی روایت میں اس سے تعبیر کیا کہ حضور ﷺ تنہا تھے، کوئی بھی ساتھ نہ تھا، اس کے ساتھ ایک اجمالی مضمون اپنے ذہن میں یہ ہونے سے کہ اس جنگ میں لوگ بھاگ گئے تھے، یہ تجویز کر لینا کہ سارے ہی صحابہؓ حضور اکرم ﷺ کے علاوہ بھاگ گئے تھے، پورے واقعات پر نظر نہ ہونے کا ثمرہ ہے، چونکہ پورے لشکر میں انتشار تھا اور یقیناً بہت سے لوگ بھاگ بھی رہے تھے، بلکہ بعض لوگ اس ہزیمت سے خوش بھی ہو رہے تھے، جیسا کہ مفصل واقعات میں مذکور ہے۔ ایک دوسرے کی خبر نہ تھی، جیسا کہ انتشار کے وقت لازمی نتیجہ ہے۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے حضرت عباسؓ سے جو نہایت بلند آواز تھے، لوگوں کو آوازیں دلوائیں اور مہاجرین انصار اصحاب شجرہ وغیرہ جماعتوں کو علیحدہ علیحدہ آواز دلائی، جس کے سننے پر وہ سب پھر

Marfat.com

حضور ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور دوسرے حملہ میں میدان مسلمان کے ہاتھ تھا۔ بہر حال اس مضمون میں کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ اُس وقت کتنے آدمی تھے، مختلف روایتیں ہیں اور ہر روایت اپنے اپنے موقع پر چسپاں ہے۔ حتیٰ کہ صحیح بخاری کی روایت کہ حضور اکرم ﷺ تنِ تنہا تھے، کوئی ساتھ نہ تھا، بھی اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے خچر سے اُتر کر آگے بڑھ کر ان پر کنکریاں یا مٹی پھینکی تو سب ہی اس وقت پیچھے رہ گئے تھے اور حضور اکرم ﷺ تنہا بڑھے جا رہے تھے، لیکن کسی روایت میں بھی یہ نہیں ہے کہ جتنے لوگ کسی وقت حضور اکرم ﷺ کے قریب تھے، ان کے علاوہ باقی سب ہی بھاگ گئے تھے (خصائل ص ۱۸۸ تا ۱۹۲)

علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں صحیح مسلم کے حوالہ سے یہ بھی نقل کر دیا کہ حضور ﷺ نے کفار کی طرف کنکریاں پھینکتے ہوئے **انهزموا و رب محمد** (انہوں نے شکست کھائی ربِ محمد کی قسم) کے الفاظ ادا فرمائے، جو کفار کی شکست کا سبب بنے اور ابن اسحٰق کی روایت سے حضرت جبیر بن مطعمؓ کا یہ قول بھی نقل فرمایا : **لقد رأيت قبل هزيمة القوم والناس يقتتلون يوم حنين مثل النجاد الاسود اقبل من السماء حتى سقط بيننا و بين القوم فنظرت فاذا نمل اسود مبثوث قد ملأ الوادى فلم يكن الّا هزيمة القوم فلم اشك انها الملائكة** (زاد المعاد: ج ۲ ص ۲۰۹) (میں نے جنگ حنین کے دن سے کفار کی شکست سے پہلے جبکہ لوگ لڑ رہے تھے آسمان کی طرف سے کالی دریوں یا پرتلوں جیسے چیزیں آتی دیکھیں حتی کہ وہ ہمارے اور کفار کے درمیان گر گئیں جب میں نے ان کو دیکھا ناگہاں مجھے وہ پھیلی ہوئی اتنی زیادہ چیونٹیاں نظر آئیں کہ پوری وادی ان سے بھری ہوئی تھی ابھی کوئی زیادہ وقت نہ گزرا کہ اسی دوران کفار کو شکست فاش ہوئی تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ فرشتے ہی تھے)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کا ارشاد :

احقر نے اپنے مربی و شیخ، محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کو بارہا مجاہدین اور طالبان کو یہ وظیفہ بتاتے ہوئے سنا کہ جب دشمن سے مقابلہ ہو اور

Marfat.com

محاصرہ میں پھنس جاؤ، تو کنکریاں لے کر شاہت الوجوہ کہتے ہوئے دشمن کی طرف پھینکو۔ حضور اقدس ﷺ کی سنت بھی ہے اور دشمن سے حفاظت کا ذریعہ بھی۔ چنانچہ مجاہدین نے اس پر عمل کیا اور اللہ پاک نے ان کی نصرت فرمائی اور ایسے متعدد واقعات پیش آئے کہ طالبان اور مجاہدین کی اللہ نے حفاظت فرمائی۔ ایسے متعدد واقعات احقر نے ''صحبتے با اہل حق''، میں قلم بند کر دیے ہیں۔ شائقین وہاں دیکھ سکتے ہیں۔

(۵/۲۳۸) حَدَّثَنَا اِسۡحٰقُ بۡنُ مَنۡصُوۡرٍ حَدَّثَنَا عَبۡدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا جَعۡفَرُ بۡنُ سُلَیۡمَانَ اَنۡبَانَا ثَابِتٌ عَنۡ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَکَّۃَ فِیۡ عُمۡرَۃِ الۡقَضَآءِ وَابۡنُ رَوَاحَۃَ یَمۡشِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَ ھُوَ یَقُوۡلُ :

خَلُّوۡا بَنِی الۡکُفَّارِ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ اَلۡیَوۡمَ نَضۡرِ بۡکُمۡ عَلٰی تَنۡزِیۡلِہٖ
ضَرۡبًا یُزِیۡلُ الۡھَامَ عَنۡ مَقِیۡلِہٖ وَ یُذۡھِلُ الۡخَلِیۡلَ عَنۡ خَلِیۡلِہٖ

فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ یَا ابۡنَ رَوَاحَۃَ بَیۡنَ یَدَیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَ فِیۡ حَرَمِ اللّٰہِ تَعَالٰی تَقُوۡلُ شِعۡرًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ خَلِّ عَنۡہُ یَا عُمَرُ فَلَھِیَ اَسۡرَعُ فِیۡھِمۡ مِنۡ نَضۡحِ النَّبۡلِ .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت اسحٰق بن منصور نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدالرزاق نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے جعفر بن سلیمان نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ روایت ثابت نے حضرت انسؓ کی وساطت سے بیان کی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، تو عبداللہ بن رواحہؓ آگے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے، خلوا بنی الکفار' الخ ،اے کافر زادو! ہٹو آپ کا راستہ چھوڑ و آج حضور اقدس ﷺ کے مکہ مکرمہ آنے سے روک دینے پر جیسا کہ تم گزشتہ سال کر چکے ہو، ہم تم لوگوں کی ایسی خبر لیں گے کہ کھوپڑیوں کو تن سے جدا کر دیں گے اور دوست کو دوست سے بھلا دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے ابنِ رواحہؓ کو روکا کہ اللہ کے حرم میں اور حضور اقدس ﷺ کے سامنے شعر

Marfat.com

پڑھتے جا رہے ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عمرؓ ! روکو مت یہ اشعار اُن پر اثر کرنے میں تیر برسانے سے زیادہ سخت ہیں۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

الهام، هامة کی جمع ہے بمعنی سر کے، مقیل کا معنی وقت القیلولة ہے۔ یہاں مراد محلِ استقرار الرؤس ہے (مواہب ص ۱۸۲) ینهل، ذهول سے ہے بمعنی بھول جانا۔

غرضِ ایرادِ حدیث :

مضمونِ حدیث تو سارا تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہو گیا ہے، ایرادِ حدیث کا مقصود بھی یہی ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے عمرة القضاء کے موقع پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سے اشعار نہ صرف سنے ہیں بلکہ حضرت عمرؓ کی نکیر کے باوجود بھی انہیں پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی، بلکہ انہیں بھی فرمایا اور ادھر بھی اشارہ فرمایا کہ اشعار کا گھاؤ، تلوار کے گھاؤ سے شدید ہوتا ہے۔ خلّ عنه یا عمر فلهی اسرع فیهم من نضح النبل اے عمر! اسے چھوڑ دو، یہ اشعار پڑھتا رہے، کیونکہ یہ اشعار ان میں اثر کرنے میں تیر برسانے سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ زاد المعاد میں ابن قیمؒ نے عمرة القضاء کے واقعہ کے ضمن میں تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وهم یطوفون بالبیت و عبد الله رواحة بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم یرتجز متوشحا بالسیف یقول : خلوا بنی الکفار عن سبیله قد انزل الرحمن فی تنزیله فی صحف تتلیٰ علی رسوله یا ربّ انی مومن بقیله انی رأیت الحق فی قبوله الیوم نقریکم علی تاویله ....

ضربا یزیل الهام عن مقیله

و ینهل الخلیل عن خلیله

(زاد المعاد ج ۲ ص ۱۶۸)

(اور مسلمان بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے اور حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ تلوار لٹکائے ہوئے حضور ﷺ کے سامنے رجز پڑھتے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے یہ کافر زادے

Marfat.com

چھوڑ دو حضور ﷺ کا راستہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو ایسے صحیفوں میں اتارا جو تلاوت کیے جاتے ہیں اس کے رسول پر اے ربّ! میں ان کے قول پر ایمان و یقین رکھنے والا ہوں میں نے حق کو ان کے ماننے میں دیکھا ہے آج ان کے حکم پر آپ لوگوں کی ایسی مہمانی کریں گے کہ کھوپڑیوں کو تن سے جدا کر دیں گے اور دوست کو دوست سے جدا کر دیں گے)

کافیہ اور شرح جامی پڑھنے پڑھانے والوں کو طالب علمی کے زمانے سے یہ شعر خوب یاد رہتا ہے ....

جراحات السنان لها التيام ولا يلتام ماجرح اللسان

(تلواروں کے گھاؤ تو مندمل ہو جاتے ہیں، مگر زبان کا لگایا ہوا زخم کبھی درست نہیں ہوتا)

استخراجِ مسائل:

فقہاءِ کرام اس حدیث سے یہ استنباط کرتے ہیں کہ ایسا کام اور اقدام جس سے کفار کو اذیت پہنچے جائز ہے، بلکہ بعض حضرات نے اسے واجب قرار دیا ہے۔ حدیثِ پاک میں تو اشعار جن سے کفار کی اذیت مقصود ہو، حرم پاک میں اور نبی آخر الزمان ﷺ کی موجودگی میں پڑھے جا رہے ہیں، اور آپؐ اس پر خوش ہو رہے ہیں، اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ لشکر اسلام کے دار الحرب پہنچنے پر انہیں ہدایت کی جائے کہ وہ دار الحرب کے بچھوؤں اور سانپوں کو قتل نہ کریں، تا کہ وہ کفار کو تکالیف پہنچاتے رہیں (عالمگیری)

فقہاء نے اس حدیث سے ایک مسئلہ یہ بھی مستنبط کیا ہے کہ عبادات نافلہ شروع کرنے کے بعد اگر توڑ دی جائیں تو واجب القضاء ہو جاتی ہیں، کیونکہ آپؐ نے ہجرت کے چھٹے سال نفلی عمرہ شروع فرمایا تھا، مگر کفار کی رُکاوٹ اور پھر صلح حدیبیہ کے پیش نظر اسے توڑ ڈالا اور اگلے سال قضاء ادا فرمائی۔ اس لئے تو اسے عمرۃ القضا کہتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے نکیر کیوں فرمائی:

باقی رہی یہ بات کہ حضرتِ عمرؓ نے نکیر کیوں فرمائی تھی۔ جواب ظاہر ہے کہ ان کے خیال کے مطابق حالات بظاہر نا موافق تھے۔ کفار کا غلبہ تھا۔ دوسرا یہ کہ شعر کی قرآن و

Marfat.com

حدیث میں مذمت مذکور ہے۔ لہٰذا یہ مناسب نہ تھا کہ حضرت ابن رواحہؓ حضور ﷺ کے سامنے اور پھر حرم پاک میں اشعار پڑھتے۔ اس سے دشمن کے جذبۂ انتقام کی آگ بھی بھڑک سکتی تھی اور قتال فی الحرم تک نوبت پہنچ سکتی تھی۔ وایضاً فقد یحرک غضب الاعداء فیلتحم القتال فی الحرم (مواہب ص۱۸۳) مگر حضورِ اقدس ﷺ نے وقتی مصلحت، حالات اور تقاضوں کو سمجھتے ہوئے اجازت فرمائی اور تصویب وتائید بلکہ حوصلہ افزائی فرمائی

انشاء واستماع شعر کے جواز پر استدلال :

شیخ ابراھیم الباجوریؒ فرماتے ہیں ویوخذ منه جواز بل ندب انشاء الشعر و استماعه اذا کان فیه مدح الاسلام والحث علی صدق اللقاء و مبایعة النفس للّٰه تعالیٰ (مواہب ص۱۸۳) (اور اس حدیث سے شعر کہنے اور سننے کا جواز پر استدلال کیا جاتا ہے جب کہ اس میں اسلام کی مدح اور مسلمانوں کو جذبہ جہاد اور اللہ ہی کے واسطے لڑنے پر ابھارنے کا ذریعہ ہوں)

(۶/۲۳۹) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَنْبَاَنَا شَرِیْکٌ عَنْ سِمَاکِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَالَسْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ وَ کَانَ اَصْحَابُهٗ یَتَنَا شَدُوْنَ الشِّعْرَ وَ یَتَذَاکَرُوْنَ اَشْیَآءَ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ وَهُوَ سَاکِتٌ وَ رُبَّمَا تَبَسَّمَ مَعَهُمْ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں علی بن حجر نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اس کی شریک نے سماک بن حرب کے واسطہ سے خبر دی، انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت جابر بن سمرةؓ سے روایت کی۔ حضرت جابر بن سمرةؓ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں سو (۱۰۰) مجلسوں سے بھی زیادہ بیٹھا ہوں، جن میں صحابہؓ اشعار پڑھتے تھے اور جاہلیت کے زمانے کے قصے قصائص نقل کرتے تھے۔ حضور اقدس ﷺ (اُن کو روکتے نہیں تھے) خاموشی سے سنتے تھے، بلکہ کبھی کبھی ان کے ساتھ ہنسنے میں شرکت فرماتے تھے۔

Marfat.com

سو سے زائد حاضریوں کا ایک مشاہدہ :

جالست ...... حضرت جابر بن سمرۃ حضور اقدس ﷺ کے ہمہ وقتی حاضر باش صحابیؓ تھے۔ سو سے زائد مرتبہ حاضریوں کا ایک مشاہدہ نقل فرماتے ہیں کہ حضراتِ صحابہ کرامؓ آپ کی مجلس مبارک میں اشعار سنایا کرتے اور زمانۂ جاہلیت کے واقعات نقل کرتے، تو آپ سُن لیا کرتے خاموش رہتے اور کبھی کبھی مسکرا دیا کرتے۔ آپؐ میر مجلس اور میر محفل تھے۔ صحابہ کرامؓ نے آپؐ کی ایک ایک ادا کو محفوظ فرمایا۔ آدابِ مجلس سے ایک یہ معلوم ہوا کہ اہل مجلس پر ہمہ وقت اپنی بات نہ ٹھونکی جائے۔ فطرت طبیعت میلانات ورجحانات اور حالات کے مطابق جو بات چل رہی ہو، اسے چلنے دیا جائے، جیسا کہ حضرت زید بن ثابتؓ کاتبِ وحی فرماتے ہیں: کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پڑوس میں رہتا تھا، جب وحی نازل ہوتی تو مجھے طلب فرما کر اس کو لکھوا دیا کرتے تھے۔ ہم لوگ جب دنیا کے تذکرے کرتے، تو حضور اکرم ﷺ بھی دنیا کا تذکرہ فرماتے تھے اور جب ہم آخرت کے متعلق تذکرہ کرتے، تو حضور اکرم ﷺ بھی آخرت کا تذکرہ فرماتے، جب ہم کھانے کا کوئی تذکرہ کرتے، تو حضور اکرم ﷺ بھی اسی نوع کا تذکرہ فرماتے۔ مطلب یہ ہے کہ جس نوع کا تذکرہ صحابہؓ کرام کرتے تھے، تو حضور اقدس ﷺ کمالِ شفقت و رأفت کی وجہ سے اُسی نوع کے تذکرے ان کی دلداری کے لئے فرماتے، یہ نہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں صرف دین ہی دین کا تذکرہ ہو اور کوئی تذکرہ حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں نہ آئے کہ ان مختلف انواع کے تذکروں سے حضور ﷺ کے ساتھ محبت اور موانست بڑھتی تھی اور جب ایک ہی نوع کا ذکر ہر وقت رہے، تو بسا اوقات توحّش کا سبب بن جاتا ہے، بالخصوص اجنبی کے لئے کہ اجانب عموماً دنیاوی اغراض لے کر آتے ہیں اور یہی تذکرے ان کے تعلقات اور موانست کا سبب بنتے ہیں (خصائل ص ۱۹۴)

حضور ﷺ کی خاموشی کا راز :

وھو ساکت .... ای ممسک عن الکلام مع القدرۃ علیه لایمنعھم (مواھب ص ۱۸۳)

Marfat.com

(حضور ﷺ باوجود قدرۃ علی الکلام کے کچھ کہنے سے رکے رہتے اور صحابہؓ کو شعر گوئی سے منع بھی نہ کرتے) ظاہر ہے کہ اگر آپؐ زبان مبارک سے شعر و شاعری کی اجازت مرحمت فرماتے، تو وہ لازماً شریعت کا حکم بن جاتا، سنت کا درجہ حاصل کر لیتا اور اگر منع فرماتے تو حرام ہو جاتا، حالانکہ یہ امرِ مباح تھا۔ اس لئے آپؐ خاموش رہے کہ مباح' مباح رہے۔ اس لئے عملاً شرکت نہیں فرمائی اور شرکت پر اپنے جذبات اور فرطِ مسرت کا اظہار بھی نہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ شاعری مستقل اختیار کرنا کوئی اچھا مشغلہ بھی نہیں

حضور ﷺ کی محفل میں لطائف و تبسم :

و ربّما تبسّم معهم ---- اور حیرت و استعجاب کی چیزوں پر مسکرا دیا کرتے تھے کہ یہی لازمۂ بشریت ہے۔ جیسا کہ ایک صحابی کا شعر ہے، جس میں کفار کی جاہلیت کا اظہار ہے ....

لقد ضلّت القوم باصنام ما بلّت علیها الثعالب

(البتہ تحقیق قوم تو ایسے بتوں کے ذریعے گمراہ ہوئی جن پر لومڑیوں نے پیشاب کیا تھا)

شاید اس شعر کا پس منظر بھی یہ واقعہ ہوا، جسے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ آپؐ کی مجلس میں ایک صحابی نے عرض کیا کہ میں نے ایک لومڑی کو دیکھا کہ میرے معبود (بت) کے سر پر چڑھ دوڑی اور اس کے سر آنکھوں پر پیشاب کر دیا۔ اس بت کی مصنوعی آنکھیں بھی بند ہو گئیں تو میں نے کہا کہ یہ کیسا خدا ہے، جس کے سر پر لومڑیاں پیشاب تک کر جاتی ہیں اور وہ کچھ نہیں کہتا، لہٰذا میں نے جاہلیت چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا۔ اسی صفحہ پر ملا علی قاریؒ نے ایک اور واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک صحابی نے آپؐ کی محفل میں کہا کہ جتنا نفع مجھے میرے صنم (بت) نے پہنچایا ہے اور کسی کو نہیں پہنچایا ہوگا کہ وہ میری تھیلی میں ہوا کرتا تھا (غالباً آٹے وغیرہ سے بنایا ہوگا) جب قحط پڑا اور کھانے کو کچھ نہ ملا، تو میں نے اپنے خدا (بت) کو تھیلی سے نکال کر توڑ ڈالا اور حلوہ بنا کر خود بھی کھایا اور احباب کو بھی کھلایا (جمع ج ۲ ص ۵۲) ظاہر ہے کہ جب محفل میں اس قسم کے لطائف و ظرائف سنائے جا رہے ہوں گے، تو آپؐ بھی مسکرا دیا کرتے ہوں گے۔

Marfat.com

اس حدیث سے بھی شعر بنانے' سننے کے جواز پر استدلال ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ فحش اور گندے مضامین پر مشتمل نہ ہو۔ ویوخذ منه حل انشاد الشعر و استماعه اذا کان لا فحش فیه و ان اشتمل علی ذکر ایام الجاهلیة و وقائعهم فی حروبهم و مکارمهم و نحو ذلک (مناوی ج۲ص۵۳)

(حدیث سے ایسی شعر گوئی کا جواز پر استدلال کیا جاتا ہے جس میں فحش اور بے ہودہ کلام تو نہ ہو اگر چہ وہ جاہلیت کے واقعات اور ان کے جنگی کارناموں اور اپنے آباء واجداد کے مکارم اخلاق وغیرہ کے تذکروں پر مشتمل ہوں) ۔

(۲۴۰/۷) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَنْبَأَنَا شَرِیْکٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَشْعَرُ کَلِمَةٍ تَکَلَّمَتْ بِهَا الْعَرَبُ کَلِمَةُ لَبِیْدٍ . اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں علی بن حجر نے یہ حدیث بیان کی ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اس کی خبر شریک نے عبدالملک بن عمیر کے واسطہ سے دی، انہوں نے یہ روایت ابی سلمہ سے، انہوں نے اسے ابوہریرہؓ سے سماعت کیا۔ حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدس ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ شاعرانِ عرب کے کلام میں بہترین کلمہ لبید کا یہ مقولہ ہے الا کل شئی ما خلا اللّٰه باطل

حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت اسی باب میں دوسرے نمبر پر گذر چکی ہے، وہاں تفصیل سے بحث کردی گئی ہے۔ اشعر کلمة ای اجودها و احسنها وأدقها وارقها (مواهب ص ۱۸۳)

کلمة سے مراد کلام ہے، فالمراد بالکلمة الکلام (مواهب ص ۱۸۳) (اشعر کلمة کا معنیٰ علامہ بیجوریؒ یہ لکھتے ہیں کہ اچھا جید و خوبصورت اور دقیق کلمہ جو دلوں میں نرمی اور رقت پیدا کرنے والا ہو)

Marfat.com

(۸/۲۴۱) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطَّآئِفِیِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِیْدِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کُنْتُ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَاَنْشَدْتُهٗ مِائَةَ قَافِیَةٍ مِنْ قَوْلِ اُمَیَّةَ بْنِ اَبِی الصَّلْتِ کُلَّمَا اَنْشَدْتُهٗ بَیْتًا قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ هِیْهِ حَتّٰی اَنْشَدْتُهٗ مِائَةً یَعْنِیْ بَیْتًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْ کَادَ لَیُسْلِمُ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں احمد بن منیع نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے مروان بن معاویہ نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن طائفی کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت عمرو بن شرید سے ان کے باپ کے واسطہ سے سُنی۔ حضرت شریدؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ سواری پر آپؐ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت میں نے حضور ﷺ کو امیّہ کے سو شعر سُنائے۔ ہر شعر پر حضور ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ اور سُناؤ اخیر میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا اسلام لے آنا بہت ہی قریب تھا۔

اچھے اشعار حضور ﷺ کو پسند تھے :

یہ تو پہلے اسی باب کی دوسری حدیث میں کسی قدر عرض کیا جا چکا ہے کہ آپؐ کو امیّہ بن ابی الصلت کے اشعار پسند تھے۔ باقی شرح حدیث بھی وہاں کر دی گئی ہے۔ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے، اچھے اشعار جن کا مضمون درست ہو، حق کے موافق ہو، علم و ادب کے معیار پر درست ہو، حضور ﷺ انہیں سن لیا کرتے تھے۔

هیه : کا معنیٰ زیادہ کر اور پڑھ بکسر الهائین بینهما یاء ساکنة والهاء الاولیٰ مبدلة من الهمزة والاصل ایه، وهو اسم فعل بمعنیٰ زدنی (کلمہ هیه کی تشریح اس طرح ہے کہ یہ لفظ دونوں ھاء کے کسرہ کے ساتھ اور ان کے درمیان یاء ساکنہ ہو اور پہلی ھا ہمزہ سے بدلی ہوئی ہے اصل میں ایہ تھا اور یہ اسم فعل بمعنیٰ زدنی کے ہے) اسے کلمۂ استزادہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے مفہوم میں پسندیدگی کا معنیٰ بھی پایا جاتا ہے، جب کوئی کلام پسند آجائے تو لفظِ هیه سے اس کی زیادتی کا مطالبہ کیا جاتا ہے، اسم فعل ہے، بمعنیٰ تکلم کے۔

Marfat.com

امیة ابی الصلت کا ایک لاجواب شعر :

فقال النبی ﷺ ان کاد لیُسلم قریب تھا کہ امیہ اسلام قبول کر لیتا، کیونکہ ان کے اشعار توحید، حقائق، معاد اور اسلامی تعلیمات کے مضامین پر مشتمل ہوتے تھے

بسبب اشتمال شعره علی التوحید و الحکم البدیعة نحو قوله .... ہے

لَکَ الْحَمْدُ وَالنَّعْمَاءُ وَالْفَضْلُ رَبَّنَا

فَلا شَیْئٌ اَعْلٰی مِنْکَ حَمْداً وَلا مَجْدًا

(مواہب ص ۱۸۴)

ترجمہ : اے ہمارے رب ! آپ ہی کے لئے تعریفیں ہیں اور آپ ہی کی ملکیت میں تمام نعمتیں ہیں اور آپ ہی کے لئے سب فضیلتیں ہیں، نہ آپ سے زیادہ کوئی تعریف کے قابل ہے، نہ آپ سے زیادہ کوئی بڑائی والا ہے ۔

(۲۴۲/۹) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیلُ بْنُ مُوْسَی الْفَزَارِیُّ وَ عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ وَ الْمَعْنٰی وَاحِدٌ قَالَا اَنْبَاَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَضَعُ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنْبَرًا فِی الْمَسْجِدِ یَقُوْمُ عَلَیْهِ قَآئِمًا یُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ یُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ یَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یُؤَیِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا یُنَافِحُ اَوْ یُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیلُ بْنُ مُوْسٰی وَ عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت اسمٰعیل بن موسیٰ فزاری اور علی بن حجر نے بیان کی ۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم کو عبدالرحمٰن بن ابی زناد نے خبر دی، انہوں نے یہ روایت ہشام بن عروہ سے ان کے باپ کے واسطہ سے اخذ کی ۔ وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ حسان

Marfat.com

بن ثابتؓ کے لئے مسجد میں منبر رکھوایا کرتے تھے تاکہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس ﷺ کی طرف سے مفاخرہ کریں، یعنی حضور ﷺ کی تعریف میں فخریہ اشعار پڑھیں یا حضور ﷺ کی طرف سے مدافعت کریں، یعنی کفار کے الزامات کا جواب دیں۔ یہ شکِ راوی ہے اور حضور اکرم ﷺ یہ بھی فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ جل شانہ روح القدس سے حسانؓ کی امداد فرماتے ہیں، جب تک کہ وہ دین کی امداد کرتے ہیں۔

امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ راوی اس حدیث جیسی دوسری حدیث اس طرح بیان کرتے ہیں۔ ہمارے پاس یہ حدیث اسمٰعیل بن موسیٰ اور علی بن حجر نے بیان کی۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس یہ روایت عبدالرحمٰن بن ابی زناد نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت ہشام ابن عروۃ سے ان کے باپ کے واسطہ سے روایت کی۔ انہوں نے یہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سُنی، جو حضور نبی کریم ﷺ سے پہلی روایت کے ہم معنیٰ حدیث بیان کرتی ہیں۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح:

یفاخر یعنی حضور اقدس ﷺ کے مفاخر بیان فرماتے تھے **ای یذکر مفاخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أو ینافح** بمعنیٰ مدافعت کے ہے، **ای یدافع** (اتحافات ص ۲۹۷) **ینافح ای یخاصم عن قبلہ و یدافع عن جھتہ فقیل المنافحۃ المخاصمۃ فالمراد انہ کان یھاجی المشرکین و یذمھم عنہ** (جمع ج ۲ ص ۵۵) (یعنی حضرت حسانؓ آپ ﷺ کی جانب سے مدافعت اور مخاصمت کرتے تھے یعنی مشرکین کی ہجو برائی اور مذمت کیا کرتے تھے)

روح القدس ! مراد حضرت جبرئیل ہیں، **ای جبریل و سمی بہ لانہ یأتی الانبیاء بما فیہ الحیاۃ الا بدیۃ والمعرفۃ السرمدیۃ و اضافتہ الی القدس و ھو الطھارۃ لانہ خلق منھا و قد جاء فی حدیث مصرحاً وھو ان جبریل مع حسان** (جمع ج ۲ ص ۵۶) (جبرئیل علیہ السلام کو روح القدس اس لئے کہا جاتا تھا کہ وہ انبیاء کرام کو ایسی چیز (وحی) لاتے جس میں ان کے لئے حیاتِ ابدی اور معرفتِ سرمدی ہوتی اور اس کی اضافت قدس کی طرف (بمعنیٰ

Marfat.com

طہارت کے) اس لئے ہے کہ وہ اس سے پیدا ہوئے ہیں اور حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جبرئیلؑ حضرت حسانؓ کے ساتھ ہیں)

نعتِ حسانؓ کے لئے حضور ﷺ کا اہتمام :

حضورِ اقدس ﷺ مسجد نبوی میں منبر رکھواتے اور حضرت حسانؓ مفاخرہ کرتے، یعنی آپؐ کے اخلاقِ کریمانہ، معجزات، کمالات، تعریف، خاندانی شرافت وعظمت، حقانیت و علوِ مرتبت اور مدح اور حسنِ ظاہری و باطنی کا بیان کرتے اور فخریہ اشعار پڑھتے یا کفار کے الزامات کا جواب دے کر آپؐ کی مدافعت کرتے اور یہی اس زمانے کا دستور تھا۔ حضور ﷺ بھی اپنے دور کے مطابق جہاد بالسیف کے ساتھ ساتھ جہاد باللسان بھی کرتے تھے۔ کفار کے خطیب وشعراء اگر اپنے جوانوں کو شعر وخطابت سے آگے بڑھاتے تھے، تو آپؐ بھی جوابِ آں غزل کے طور پر حضراتِ صحابہؓ سے خطابت وشعر گوئی کرا کے ان کے دندان شکن جواب کا اہتمام فرماتے تھے۔

بنوتمیم کے وفد سے شعر وخطابت میں مقابلہ :

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبیلۂ بنوتیم کا وفد بارگاہِ قدس میں حاضر ہوا اور ان کے ساتھ اُن کا مشہور شاعر اقرع بن حابس بھی تھا۔ انہوں نے آ کر دروازہ پر دستک دی اور کہا **یا محمد اخرج الینا نفاخرک او نشاعرک فان مدحنا زین و ذمنا شین**، (اے محمد! ہماری طرف نکل آؤ ہم آپ سے مشاعرہ اور مفاخرت کرنا چاہتے ہیں اگر ہم نے آپ کی مدح کی تو خوبصورت ہو جاؤ گے اور اگر ہم نے مذمت کی تو معیوب ہو جائے گا) حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری بعثت نہ تو اشعار کے لئے ہوئی ہے اور نہ کسی کی مدح وذم میں مقابلہ کے لئے، **انی لم ابعث بالشعر ولا بالفخر ولکن ھاتوا**، مگر آؤ اس میں خود کو آزمالو! ان کا خطیب کھڑا ہوا، تو آپؐ نے ثابت بن قیس سے فرمایا کہ ان کے خطیب کا جواب دو۔ حضرت ثابتؓ نے تقریر کی تو غالب آ گئے، ان کے شاعر اقرع بن حابس کھڑے ہوئے اور کہا .... ؎

Marfat.com

اتیناک کما یعرف الناس فضلنا اذا خالفونا عند ذکر المکارم

و انا رؤس الناس فی کل معشر و ان لیس فی ارض الحجاز کدا رم

(ہم آپ کے پاس آئے جیسا کہ ہماری فضیلت اور شرافت کو سب لوگ جانتے ہیں جس وقت کہ تم ہمارے مخالفت کرتے ہو، شرفاء کے تذکروں کے وقت اور ہر گروہ و جماعت میں ہم لوگوں کے سردار ہیں اور ارضِ حجاز میں بنو دارم جیسے شریف لوگ نہیں ہیں)

تو حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت حسانؓ کو جواب کے لئے حکم دیا۔ حضرت حسانؓ نے جواباً فرمایا..............

بنی دارم لا تفخروا ان فخرکم یعود وبالا عند ذکر المکارم

هبلتم علینا تفخرون و انتم لنا خول ما بین قن و خادم

(جمع ج ۲ ص ۵۷)

(اے بنی دارم! فخر مت کرو اس لئے کہ تمہارا فخر کرنا شرفاء لوگوں کے تذکرہ کے وقت تمہارے لئے وبال اور نقصان دہ ہوگا۔

حیلہ گری اور چالاکی کے ذریعہ تم ہمارے اوپر فخر کرتے ہو حالانکہ تم ہمارے غلام اور نوکر ہو یا تم ہمارے چرواہے بصورت غلام اور نوکر کے ہو)

اس میں بھی مسلمان غالب آئے **فکان اول من اسلم شاعرهم** 'سب سے اول ان کا شاعر مسلمان ہوا۔

تلوار کی طرح زبان سے بھی جہاد ضروری ہے:

اصل بتانا یہ مقصود ہے کہ خطابت و اشعار سے بھی مقابلہ تھا اور یہ اس زمانہ میں جہاد کا ایک ہتھیار تھا۔ حضرت کعبؓ نے حضور اقدس ﷺ سے اشعار کے بارے میں دریافت کیا، تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی اور یہ بھی روایات میں ہے کہ ان پر یہ اشعار تیر کی طرح لگتے ہیں، جیسا کہ اسی باب کی پانچویں حدیث میں آپؐ کا ارشاد نقل ہے۔ **فلھی اسرع فیھم من نضح النبل۔**

Marfat.com

حضرت حسانؓ کے بعض مشہور اشعار :

ذیل میں عاشقانِ رسول ﷺ کی ضیافت طبع کے لئے حضرت حسانؓ کے بعض اشعار بھی نقل کردیے جاتے ہیں۔ حضرت حسانؓ فرماتے ہیں ....

هجوت محمدا او اجبت عنه — و عند الله فی ذاک الجزاء

هجوت مطهرًا برًا حنيفًا — امين الله شيمته الوفاء

اتهجوه و لست له بكفء — فشر كما لخير كما الفداء

فان ابی و ولدی و عرضی — لعرض محمد منكم وقاء

اے مخاطب ! تو نے معاذ اللہ حضور ﷺ کے حق میں ہجو کی ہے، تو میں اس کا جواب دیتا ہوں اور اس جواب دینے میں میری جزا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ (۲) تو نے ایک ایسی برگزیدہ ہستی کے متعلق ناشائستہ الفاظ استعمال کئے ہیں جو کہ پاکیزہ ترین، انتہائی نیکوکار اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں مستغرق ہیں، پھر وہ اللہ کے امانت دار ہیں اور وہ مجسمہ وفا ہیں۔

(۳) کیا تو ایسی ہستی کی ہجو کرتا ہے تو ہرگز ہرگز اس میں حق بجانب نہیں ہے، پس تمہارا شر اور تمہاری برائی ایسے رسولِ مقبول کے حق میں جو تم سب سے بہتر ہے، صفر کے برابر ہے

(۴) پس میرا باپ اور اولاد اور میری عزت سرورکونین ﷺ کی آبرو کے لئے تمہارے مقابلے میں ڈھال ہے۔

اور حضور ﷺ کی تعریف میں فرماتے ہیں ....

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ — كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

وَ اَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ — وَ اَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

اے محبوبِ خدا ! آپؐ ہر ایک عیب سے پاک پیدا کئے گئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ اس طرح پیدا ہوئے، جیسا کہ آپؐ نے چاہا، اور آپؐ سے زیادہ خوبصورت میری آنکھ نے کسی کو نہیں دیکھا، اور آپؐ سے زیادہ حسین کسی وقت کسی ماں نے نہیں جنا۔

Marfat.com

اچھے اشعار مندوب ہیں :

اس سے قبل باب ھذا کی روایت میں آپؐ کا شعر سننا تو ثابت تھا، مگر سننے سنانے کے اہتمام اور کمالِ توجہ سے پسندیدگی کا اظہار نہیں تھا۔ اس روایت میں اشعار کے سننے، سنانے اور حضور ﷺ کا اس کے اہتمام کرنے، توجہ دینے اور پسند فرمانے سے اس کی مندوبیت معلوم ہوتی ہے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ اشعار میں فی نفسہ مندوبیت نہیں ہے، بوقتِ ضرورت اس کی طلب محمود ہے، چونکہ کفارِ ناہنجار حضور اقدس ﷺ کی ہجو کہتے تھے، تو جَـزَاؤُ سَيِّـئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (الشوریٰ:۴۰) کے مطابق اس کا جواب دیا جانا چاہئے تھا تاکہ کفار کو غلبہ نہ ہو، تو اس صورت میں اشعار کو مطلوبیت، محمودیت اور مندوبیت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

==============================

Marfat.com

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی السَّمَرِ

باب ! حضورِاقدس ﷺ کا کلام رات کو قصہ گوئی کے بیان میں

لفظِ سمر کا معنیٰ، تشریح اور احکام :

السمر (بفتح السین و المیم) لغت میں چاندنی اور عرف میں حدیث اللیل کو کہتے ہیں۔ بعض نے بسکون المیم بھی پڑھا ہے، تو اس صورت میں مصدر ہوگا ۔ بمعنیٰ المسامرة و ھی المحادثة (اتحافات:۲۹۸) سمور چاندنی رات میں باتیں کرنے اور قصہ گوئی کو کہتے ہیں۔ صاحبِ نہایہ نے لکھا ہے، السمر : ضوء لون القمر سمّی به لانهم کانوا یتحدثون فیه (جمع ج۲ص ۵۷)

غرضِ انعقادِ باب :

اس باب میں مصنفؒ نے دو حدیثیں نقل کی ہیں۔ یہ بتانا مقصود ہے کہ رات کو قصہ گوئی جائز ہے، جب بے ہودگی اور مضرت سے پاک ہو۔ بلکہ آپ ﷺ نے اسے سنا بھی ہے اور کیا بھی ہے و المقصود من ھذا الباب انه صلی اللّٰه علیه و سلم جوز السمر و سمعه و فعله (مواہب ص۱۸۹)

باب کی دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے عشاء کے بعد قصہ سنا بھی اور سنایا بھی، پھر اندرون خانہ خاندان کے افراد کو سنایا تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ گھر میں دل لگی اور تفریحِ طبع کے لئے قصہ سنانا مستحسن عمل ہے اور حضورِاقدس ﷺ سے ثابت ہے

(۲۴۳/۱) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحِ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا اَبُوْعَقِیْلِ الثَّقَفِیُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَقِیْلٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ حَدَّثَ رَسُوْلُ

Marfat.com

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ نِسَآءَہٗ حَدِیْثًا فَقَالَتِ امْرَأَۃٌ مِنْھُنَّ کَأَنَّ الْحَدِیْثَ حَدِیْثُ خُرَافَۃَ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا خُرَافَۃُ اِنَّ خُرَافَۃَ کَانَ رَجُلًا مِّنْ عُذْرَۃَ اَسَرَتْہُ الْجِنُّ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَمَکَثَ فِیْھِمْ دَھْرًا ثُمَّ رَدُّوْہُ اِلَی الْاِنْسِ فَکَانَ یُحَدِّثُ النَّاسَ بِمَا رَاٰی فِیْھِمْ مِنَ الْاَعَاجِیْبِ فَقَالَ النَّاسُ حَدِیْثُ خُرَافَۃَ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں حسن بن صباح بزار نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابونضر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کو بیان کرنے والے ابوعقیل ثقفی عبداللہ بن عقیل ہیں۔ انہوں نے یہ روایت مجالد سے شعبی کے واسطہ سے بیان کی اور انہوں نے اسے مسروق سے سنا، انہوں نے یہ حدیث ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے سنی۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے گھر والوں کو ایک قصہ سنایا۔ ایک عورت نے کہا یہ کہ قصہ حیرت اور تعجب میں بالکل خرافہ کے قصوں جیسا ہے (عرب میں خرافہ کے قصے ضرب المثل تھے) حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ جانتی بھی ہو خرافہ کا اصل قصہ کیا تھا۔ خرافہ بنو عذرہ کا ایک شخص تھا جس کو جنات پکڑ کر لے گئے تھے، ایک عرصہ تک انہوں نے اس کو اپنے پاس رکھا، پھر لوگوں میں چھوڑ گئے، وہاں کے زمانۂ قیام کے عجائبات وہ لوگوں سے نقل کرتا تھا تو وہ متحیر ہوتے تھے، اس کے بعد سے لوگ ہر حیرت انگیز قصے کو حدیثِ خرافہ کہنے لگے۔

راویانِ حدیث (۵۱۳) حسن بن صباح البزارؒ (۵۱۴) ابوالنضرؒ اور (۵۱۵) ابوعقیل الثقفی عبداللہ بن عقیلؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

عربوں کے ملکاتِ فاضلہ :

عربوں کے کچھ خاص عادات تھے، کچھ روایتیں اور رواجات تھے۔ اچھی روایات بھی تھیں اور قبیح اعمال بھی تھے۔ تاہم قدرت نے انہیں صحیح الفطرت اور ملکاتِ فاضلہ دے کر تخلیق فرمایا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمانؐ کو ان ہی میں مبعوث فرمایا۔ عربوں نے اپنی روایات کے مطابق ہر کام کے لئے اوقات مخصوص کر رکھے تھے۔ جیسا کہ مشہور ہے ، یوم الغیم للصید و یوم المطر للشرب (کہ ابر و بادل کا دن شکار کھیلنے

کے لئے اور بارش کا دن شراب وکباب کے لئے) اسی طرح چاندنی رات میں ایک طبعی نشاط، اور فرحت وسرور کے لمحات ہوتے ہیں، تو عربوں نے چاندنی راتوں کو قصہ گوئی کے لئے خاص کررکھا تھا، اسی قصہ گوئی کو سمر کہتے ہیں۔ اس سے سمران ہے بمعنیٰ چھوٹی کہانیاں، مگر توسعاً اور مجازاً اس میں عموم آ گیا اور مطلق کلام بعد العشاء کو بھی سمر کہا جانے لگا اور باب ھذا میں یہی معنیٰ مراد ہے۔

ازواجِ مطہرات کی تعلیم وتربیت کا اہتمام :

حدث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذات لیلۃ نساءہ .....

حضور اقدس ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات کے لئے علیحدہ علیحدہ کمرے بنوائے ہوئے تھے۔ سب علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے کمرہ میں رہتی تھیں۔ آپؐ باری باری ہر ایک کے ہاں رات بسر فرماتے تھے۔ حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کے لئے وقف کردی تھی۔ اس لئے حضرت عائشہؓ کے ہاں آپ کی دوراتیں گذرتیں تھیں، دو بیبیاں حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینبؓ کا انتقال تو آپ کی زندگی میں ہوگیا تھا۔ باقی نو (۹) بیبیاں آپؐ کی رحلت کے بعد تک زندہ رہیں۔ آپؐ کے اس معمول کے مطابق آپؐ کو جس بیوی کے ہاں رات گذارنی ہوتی، تو دیگر ازواجِ مطہرات بھی آغازِ شب میں اسی کے گھر جمع ہوجاتیں تاکہ دینی مسائل، خواتین کے مخصوص مسائل اور تعلیم وتربیت حاصل کرکے اسے خواتینِ اُمت میں فروغ دیا جاسکے، تعدّدِ ازدواج کی غرض بھی تو یہی تھی، تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ تفریح، دل لگی، نقلِ حکایات کا سلسلہ بھی چلتا تھا کہ اُمت کی معلمات اپنی تعلیمات اور دعوت وتبلیغ میں خواتینِ اُمت کی صحیح تعلیم وتربیت کرسکیں۔

ذات لیلۃ کی وضاحت :

لفظِ ذات عربی میں متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے (۱) لفظِ ذات بمعنیٰ حال کے آتا ہے۔ فَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ (الانفال: ۱) میں لفظِ ذات بمعنیٰ حال کے استعمال ہوا ہے، یعنی اپنے درمیان حال کو درست رکھو۔ (۲) شب وروز کا کوئی لمحہ، دن رات کی کوئی

Marfat.com

گھڑی اور وقت مراد ہوتا ہے۔

(۳) ذات بمعنیٰ اِنسان کی ذات یعنی اس کے جسم کے لئے بھی آتا ہے۔ (۴) ذات بمعنیٰ نفس کے بھی آتا ہے۔ (۵) اور ذات بمعنیٰ ارادہ اور عزائم کے بھی جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (الملک:۱۳) یعنی اللہ تعالیٰ انسان کے مخفی ارادوں کو بھی جانتا ہے۔ تاہم اس جگہ ذات سے مراد وقت ہے، یعنی رات کا کوئی وقت، کوئی لمحہ اور کوئی گھڑی ای فی ساعاتِ ذات لیلة فذات صفة موصوف محذوف أو لفظ ذات مقحم فهو مزید للتاکید (مواہب ص۱۸۹) (تو لفظِ ذات یا تو موصوف محذوف کی صفت ہے یعنی ساعات کی اور یا وہ زائد برائے زیادتیء تاکید ہے)

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

نساء ہ .... یہ تو پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جس بیوی کے ہاں آپ ؐ کی باری ہوتی تھی، اُمہات المؤمنین اسی کے کمرہ میں جمع ہو جایا کرتی تھیں، فارغ ہوتیں تو سب آ جاتیں، ورنہ اکثر اس معمول کو نبھایا کرتی تھیں، نساء ہ سے بھی جمیع أزواجه او بعضهن (اتحافات:۲۹۸) (کل بیویاں یا بعض مراد ہیں) مراد ہیں۔ حدیثاً! بمعنیٰ کلامِ عجیب کے ہے، ای کلاماً عجیبا أو کلاماً غریباً (اتحافات:۲۹۸)

کأن الحدیث خرافة میں بھی اس کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد عجیب و غریب دلچسپ اور حیرت انگیز قصہ ہے، ورنہ کیا مجال کہ آپ ؐ کی طرف کسی جھوٹ کی نسبت کی جاسکے، المراد انه حدیث مستملح ولا نرید بحال أنه کذب (اتحافات ص۲۹۶) (حدیثِ خرافہ سے مراد دلچسپ واقعات اور کہانیاں ہیں اور اس سے کسی صورت میں جھوٹ کا ارادہ نہیں)

حدیث خرافہ :

چونکہ آپ ؐ کا سنایا ہوا قصہ بھی ایک تعجب انگیز، حیران کن، دلچسپ قصہ تھا، اس لئے ایک زوجہ صاحبہ نے اسے حدیث خرافہ سے تشبیہ دی۔ خرافہ کا لغوی معنیٰ جھوٹی بات، بے

Marfat.com

وقوفوں کی بات‘ بے عقلی اور لایعنی باتیں کرنا ہے۔ خرافات بکنا لایعنی باتیں کرنا، عربی میں بھی خرافہ لایعنی باتوں کے معنٰی میں استعمال ہوا ہے ....

أَأَتْرُکُ لَذَّةَ الصَّهْبَآءِ صَرْفًا
لِمَا وَعَدُوْهُ مِنْ لَحْمٍ وَّ خَمْرٍ
حَيَاةٌ ثُمَّ مَوْتٌ ثُمَّ نَشْرٌ
حَدِيْثُ خُرَافَةَ يَا أُمَّ عَمْرٍو

(الملل والنحل ج۳ ص۲۲۱)

کیا میں صرف اس وعدے پر شراب و کباب سے لطف اندوزیاں چھوڑ دوں کہ یہ چیزیں مجھے جنت میں جا کر ملیں گے اور یہ کہ زندگی کے بعد موت ہے، پھر حیات ہے۔ اے ام عمرو! یہ سب محض خرافات ہیں یعنی لایعنی باتیں ہیں۔

وجہ تشبیہ :

اس تفصیل سے غرض یہ ہے کہ اگر حدیث خرافہ سے صرف جھوٹی اور قابل تعجب باتیں ہی مراد لیا جائے تو یہ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں، بلکہ بعض اجزاء میں تشبیہ ہے، یعنی اکاذیب میں تشبیہ نہیں بلکہ مستبعدات میں تشبیہ ہے۔ **وانما ارادت التشبیه فی الاستملاح فقط** (مواہب ص۱۸۶) علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، **الاظهر أن حدیث خرافة یطلق علی کل ما یستملح** ۔ (اتحافات ص۲۹۸) (اور زیادہ واضح یہی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث خرافہ کا اطلاق ہر کلام ملیح عجیب و غریب پر ہوتا ہے)

خرافہ کون تھا :

اتدرون ما خرافة! حضور اقدس ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا کیا تم جانتی ہو، یہ خرافہ کون تھا۔ بعض نسخوں میں **أتدرین** مؤنث کا صیغہ استعمال ہوا ہے پھر تو کوئی اشکال ہی نہیں، أتدرون کی صورت میں شیخ ابراہیم البیجوریؒ فرماتے ہیں، **خاطبهن خطاب الذکور تعظیماً لِشأنهن.** (مواہب ص۱۸۶) (ان کے ساتھ مذکرین کا خطاب ان کی عظمتِ

Marfat.com

شان کے لئے استعمال کیا گیا)

اس کی مثال لو شئت طلقت النساء سوا کم ہے' قرآن مجید میں اس کی نظیریں ملتی ہیں' وکانت من القانتین ۔اور انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ۔(ان مذکورہ تینوں مثالوں میں مذکر کے صیغے (سواکم .القانتین .عنکم)مؤنثات کی تعظیم شان کے لئے مستعمل ہوئے ہیں)اور یہ بھی ممکن ہے، مخاطب محض خواتین نہ ہوں، مرد بھی ہوں، جو اس موقع پر موجود ہوں گے تو واقعہ نزولِ حجاب سے قبل کا قرار پائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ محارم میں سے کچھ مرد وہاں موجود ہوں یا اجنبی ہوں، لیکن پسِ پردہ۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں ۔ وتحتمل انه کان بعض المحارم من الرجال او من الاجانب معھن ولکنھن وراء النقاب (جمع ج ۲ص ۵۷)

کان رجلاً... یہ یمن کے ایک قبیلہ عذرۃ کا ایک فرد تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں اس کو جنوں نے پکڑا اور اٹھا کر لے گئے، پھر وہ ایک عرصہ تک جنات میں رہا، وہاں پر اس نے جنات کے حرکات وسکنات' مختلف اشکال' واقعات وواردات اور حالات کا مشاہدہ کیا۔ ان کی طرزِ زندگی، بودوباش، رسم ورواج اور مختلف مناظر دیکھے۔ جنات کے شہر، بستیاں اور ان کے گھر دیکھے، جنہوں نے اپنے ہاں طویل عرصہ اسے ٹھہرائے رکھا، پھر اسے واپس چھوڑ دیا۔ فکان یحدث ... واپسی پر وہ لوگوں سے وہاں کے عجیب مناظر، حیران کن واقعات اور تعجب انگیز قصے بیان کیا کرتا تھا۔ بالآخر معاشرہ میں خرافہ کی ذات ایک ضرب المثل بن گئی اور جب کبھی کوئی عجیب حیران کن واقعہ ذکر ہوتا تو لوگ کہتے کہ یہ تو حدیث خرافہ ہے۔

استنباطِ مسائل :

شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ بعد العشاء اہل وعیال سے حسنِ معاشرت، نقل حکایات' مفید قصوں کا بیان، دلجوئی ودل لگی، محمود ومسنون ہے ۔جیسے کہ صاحبِ اتحافات نے بھی اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کردیا یؤخذ من الحدیث حسن معاشرة الرجل لاھله و سمرة معھم و اخبارہ لھم بالخفیف من الامور

Marfat.com

وقصته علیهم القصص المفیده اقتداء به صلی الله علیه وسلم فإن التشبه باهل الفلاح فلاح۔ (اتحافات: ۲۹۸ تا ۲۹۹)

ایک حدیث میں جو بعد العشاء گفتگو کرنے سے نہی آئی ہے، وہاں کلام بیہودہ مراد ہے، والنهی الوارد عن الکلام بعد العشاء محمول علی مالا یعنی عن الکلام بعد العشاء و لذالک قال فی المنهج و کره نوم قبلها و حدیث بعدها لا فی خیر (مواہب ص۱۸۷) (جو عشاء کے بعد کلام کرنے سے منع وارد ہوئی ہے تو اس سے فضول اور بیہودہ گفتگو مراد ہے اس لئے تو صاحبِ منہج نے فرمایا کہ عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد نیکی کے علاوہ گفتگو کرنا مکروہ ہے)

ملا علی قاریؒ نے تطبیق ان الفاظ سے فرمادی کہ فالنهی الوارد محمول علی کلام الدنیا ومالایعنی فی العقبیٰ والحکمة ان یکون خاتمة فعله و قوله بالحسنیٰ و مکفرة لما وقع له فیما مضی (جمع ج۲ص۵۸) (جن احادیث میں بعد العشاء کلام سے نہی ہے ان کا محمل دنیوی گفتگو اور جو آخرت میں بے فائدہ ہو اور اس میں حکمت اور راز یہی ہے کہ انسان کے افعال واقوال کا خاتمہ ایسے امور پر ہو جو نیکی کا سبب اور جو گذشتہ غلطیوں کے لئے کفارہ بن سکیں)

حَدِیْثُ اُمِّ زَرْعٍ .... ام زرع کا قصہ

(۲/۲۴۴) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَخِیْهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَلَسَتْ اِحْدٰی عَشْرَةَ اِمْرَاَةً فَتَعَاهَدْنَ وَ تَعَاقَدْنَ اَنْ لَّا یَکْتُمْنَ مِنْ اَخْبَارِ اَزْوَاجِهِنَّ شَیْئًا ...... فَقَالَتِ الْاُوْلٰی – زَوْجِیْ لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ عَلٰی رَاْسِ جَبَلٍ وَعْرٍ لَا سَهْلٍ فَیُرْتَقٰی وَ لَا سَمِیْنٍ فَیُنْتَقٰی۔

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں علی بن حجرؒ نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر عیسیٰ بن یونس نے دی، انہوں نے یہ روایت ہشام بن عروۃ سے سنی، جنہوں

Marfat.com

نے اسے اپنے بھائی عبداللہ بن عروۃ کے واسطہ سے اورانہوں نے اپنے باپ عروۃ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ حدیث ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے سماعت کی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ گیارہ عورتیں یہ معاہدہ کر کے بیٹھیں کہ اپنے اپنے خاوند کا پورا پورا حال سچا سچا بیان کردیں کچھ چھپائیں نہیں۔ ایک عورت ان میں سے بولی کہ میرا خاوند ناکارہ دُبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے اور گوشت بھی سخت دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو کہ نہ پہاڑ کا راستہ سہل ہے، جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا ممکن ہو اور نہ وہ گوشت ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے سو (۱۰۰) دقت اٹھا کر اس کے اتارنے کی کوشش کی ہی جائے اور اس کو اختیار کیا ہی جائے۔

راوی حدیث (۵۱۶) اخیہ عبداللہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

سند کے لطائف :

حدیث امّ زرع کے لطائف میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں تین تابعین کرام کی روایت بعضهم عن بعض کے طرز پر منقول ہے اور یہی روایة الاقارب بعضهم عن بعض بھی ہے، جیسے علامہ مناویؒ نے فرمایا کہ و من لطائف اسناده ان فيه رواية ثلاثة تابعين بعضهم عن بعض هشام و عبد الله وعروة ورواية الاقارب بعضهم عن بعض فقد روى الاخ عن اخيه عن ابيه عن خالته (مناوی ج۲ ص۵۹) (اس اسناد کے لطائف میں سے یہ بات ہے کہ اس میں تین تابعین عظام میں سے بعض کی روایت بعض سے نقل ہے یعنی حضرت ہشام عبداللہؒ اور عروہؒ اور اس میں اقارب (رشتہ داروں) کی روایت بعض کی بعض سے ہے کیونکہ اس میں روایت ایک بھائی کی دوسرے بھائی سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنی خالہ سے روایت کرتے ہیں)

تمہیدی گذارش :

حدیثِ اُم زرع ! زمانۂ قدیم میں یہی رواج تھا کہ مرد عام طور پر کام کاج، محنت اور طلب رزق کے لئے دور دراز کے اسفار کرتے اور مہینوں بلکہ سالوں سالوں گھر سے غائب رہتے

Marfat.com

پیچھے گھروں میں خواتین باقی رہتیں، جو اپنے گھریلو امورِ خانہ داری سے فارغ ہو کر خود اپنے گھر میں گھر کی خواتین، یا اڑوس پڑوس کسی گھر میں جمع ہو جاتیں، قصہ گوئی ہوتی، تفریحِ طبع کے لئے نقل حکایات کا سلسلہ چلتا۔ اسی ضمن میں بے تکلف ہو جاتیں، تو سب کچھ اگل دیتیں اور خواتین کے اپنے مزاج کے مطابق بعض اپنے شوہر کی مدح و محبتیں، یا نفرتیں اور ان کی شکایات تک بیان کر دیا کرتیں۔ اس سے اپنے مجروح و غمزدہ دلوں کے لئے تسکین کا سامان فراہم کرتیں اور وقت گذاری بھی ہو جاتی۔ حدیث امّ زرع میں جن گیارہ خواتین کا ذکر ہے، وہ بھی اسی طرح کی ایک محفل جما کر بیٹھیں باہمی معاہدہ کیا اور اسے پختہ کر کے اپنے اپنے شوہر کی حقیقی تصویر ادبی پیرایوں میں بیان کی۔

وجہ تسمیہ :

اس حدیث کا نام حدیث امّ زرع رکھا گیا ہے، جسے مسلم اور بخاری نے بھی نقل کیا ہے، چونکہ ان گیارہ خواتین میں سب سے لمبا اور واضح بیان امّ زرع کا ہے، جس کا اصلی نام عاتکہ بتایا جاتا ہے۔ نیز امّ زرع کی نقل حکایات کے بعد حضور اقدس ﷺ نے سیدہ عائشہؓ سے فرمایا کنتُ لکِ کابی زرع لام زرع (میں تیرے لئے (شفقت محبت میں) ایسا ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لئے تھا) اس سے امّ زرع کی فضیلت و اہمیت اور امتیاز بھی واضح ہو گیا، جواب میں سیدہ عائشہؓ نے فرمایا، بابی و امی لانت خیرلی من ابی زرع لام زرع۔ (میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ تو میرے لئے بہت ہی خیر خواہ ہیں بہ نسبت ابوزرع کا ام زرع کے لئے)

یہ قصہ کہاں ہوا :

یہ قصہ کہاں پیش آیا؟ اور یہ عورتیں کہاں اور کس جگہ جمع ہوئیں تھیں؟ اس سلسلہ میں کوئی یقینی اور قطعی امر سامنے نہیں آیا۔ البتہ بعض شارحینِ حدیث نے کمزور روایات کا سہارا لے کر مقام اور جگہ کی تعیین کرنے کی کوشش کی ہے، مگر جمہور نے ان کی اس تحقیق پر اعتبار نہیں کیا۔ بعض محققین نے اسے یمن، بعض نے اسے مکۃ المکرمہ اور حجاز کا واقعہ قرار دیا

Marfat.com

ہے و اللہ اعلم بالصواب ۔ شیخ احمد عبد الجواد الدومیؒ فرماتے ہیں، کانت الاحدیٰ عشرة امرأة من بعض قری مکة أو الیمن۔ (اتحافات ص ۳۰۰)

باقی رہی یہ بات کہ ان گیارہ خواتین کے نام کیا تھے۔ اس سلسلہ میں بھی شارحین نے اپنے طور پر تحقیق کر کے کچھ نام بتائے ہیں، مگر بات پھر وہی ہے، اس سلسلة میں جن روایات کا سہارا لیا گیا ہے، وہ کمزور ہیں، مگر چونکہ ان کے اسماء پر کوئی علمی مسئلہ موقوف نہیں ہے، اس لئے عام شارحینِ حدیث نے اسے توجہ بھی نہیں دی ہے و کأن المصنف لم یثبت ذلک عنده فلذلک لم یتعرض لاسمائهن علی انه لا یتعلق بذکر اسمائهن غرض یعتد به ولذلک لم یسمّ ابا زرع ولا ابنته ولا جاریته ولا المرأة التی تزوجها ولا الوالدین ولا الرجل تزوجته بعد أبی زرع ۔ (مواہب ص ۱۸۷)

(علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں چونکہ مصنفؒ کے نزدیک ان کے اسماء کی تحقیق پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی اس لئے تو ان گیارہ عورتوں کے ناموں کا تذکرہ نہیں کیا اس کے علاوہ ان کے اسماء کے معلوم کرنے میں کوئی خاص غرض بھی متعلق نہ تھی اس لئے تو مصنفؒ نے نہ تو ابو زرع کا نام اور نہ ان کی بیٹی اور کنیزہ کا اور نہ اس عورت کا جس کے ساتھ نکاح کیا تھا اور نہ والدین کا اور نہ اس شخص جس سے ام زرع نے ابوزرع کے بعد نکاح کیا کے ناموں کا تذکرہ کیا ہے)

عہد و عقد کا معنیٰ و تشریح :

فتعاهدن ...... لفظِ عہد عربی زبان میں اور قرآن میں بھی عام استعمال ہوا ہے۔ وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ اِنَّ الۡعَهۡدَ کَانَ مَسۡـُٔوۡلًا (بنی اسرائیل:۳۴) اپنے عہد کو پورا کرو، کیونکہ عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ ان خواتین نے اپنے اوپر ایک عہد لازم کر لیا ای الزمن انفسهن عهدًا ۔ (مواہب ص ۱۸۷)

وتعاقدن : عطف تفسیری ہے بمعنٰی پھر اس عہد کو پختہ کر لیا، جیسا کہ قرآن میں بھی عقد بمعنیٰ پختگی کے آیا ہے۔ اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ (مائدہ:۱) یعنی اپنے عہدوں کو پختہ کرو۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، ای عقدن علی الصدق من ضمائرهن (جمع ج ۲ ص ۶۰) (یعنی

Marfat.com

انہوں نے اپنی دل کی بات کو سچ سچ بتلانے کا پختہ عہد کرلیا تھا)

ان لا یکتمن :یعنی ان خواتین نے اولاً باہمی معاہدہ کیا کہ وہ اپنے شوہروں کے اصلی صفات وحالات ٹھیک ٹھیک بیان کریں گی، پھر اس عہد کو پختہ کیا، علی ان لا یخفین شیئًا من اخبار ازواجھن مدحًا او ذمًا بل یظھرن ذلک و یصدقن (مواہب ص ۱۸۷) (اپنے خاوندوں کی مدح وذم کی خبر دینے میں کسی چیز کو خفیہ نہیں رکھیں گی بلکہ سچ کہہ کر اس کا اظہار کردیں گی)

پہلی خاتون کا بیان :

قالت الاولیٰ ...... حضرت ام المومنینؓ فرماتی ہیں کہ ان میں سے پہلی خاتون نے کہا، الاولیٰ ای فی التکلم او التعدد (مناوی ج۲ص۶۰) (یا تو بات کرنے میں پہلی تھی یا شمار کرنے میں) زوجی لحم جملغثٍ میرا خاوند تو ایسا ہے جیسے لاغر اونٹ کا گوشت ہو، لحم جمل زوجی کی خبر ہے یعنی ایک قباحت تو اس میں یہ ہے کہ وہ اونٹ کا گوشت ہے ، جس میں لوگ پہلے سے کم رغبت کرتے ہیں، ای کلحم جمل فی الردائة (مواہب ص ۱۸۷) پھر اونٹ بھی ایسا جو غثٍ (لاغر) ہے، جس میں کسی کی رغبت ہوتی ہی نہیں ، گویا میرا شوہر بھی لاغر اونٹ کے گوشت کی طرح مرغوب فیہ نہیں ہے ۔ غثٍ کا معنی شدید الھزال (مناوی ج۲ص۶۰) (انتہائی کمزور) ہے اس کو اگر مجرور پڑھیں تو جمل کی صفت ہے، مرفوع پڑھیں تو لحم کی صفت ہے ، مگر پہلی صورت راجح ہے ۔ ملا علی قاریؒ نے مرفوع ہونے کی صورت میں دو احتمال اور بھی لکھے ہیں (ا) کہ یہ دوسری خبر ہو یا یہ مبتدا محذوف کے لئے خبر ہو۔فرماتے ہیں و مرفوع علی انه خبر بعد خبر او علی انه خبر مبتدا محذوف ای ھو غث (جمع ج۲ص۶۰) والمقصود منه المبالغة فی قلة نفعه و الرغبة عنه و نفار الطبع منه ۔ مطلب ظاہر ہے کہ اولاً تو وہ زوج اونٹ کا گوشت ہے، جو کسی کام کا نہیں، پھر وہ سوء خلق، زشت روئی کے پیش نظر اتنا بعید ہے کہ اس سے کچھ فائدہ حاصل ہوتا نہیں۔

علی رأس جبل و عرٍ۔ وہی خاتون اپنے زوج کی مزید مذمت کرتے ہوئے کہتی ہے کہ وہ ناکارہ گوشت بھی پہاڑ کی چوٹی پر ہے، جو سہل الحصول نہیں، پھر پہاڑ بھی

Marfat.com

وعر یعنی سخت دشوار گذار ہے ، ای غلیظ یصعد الصعود الیه و یعسر القعود علیه، وھذا کنایة عن سوء خلقه و کبره (اتحافات ص۳۰) (ایسا سخت ودشوار کہ اس پر چڑھنا اور بیٹھنا مشکل ہو اور دراصل یہ اس کی بداخلاقی اور متکبر ہونے سے کنایہ ہے) پھر اس پر مزید یہ کہ لا سھل' یہاں لابمعنیٰ لیس کے ہے، جس کا اسم محذوف ہے، ای لا الجبل سھل (مناوی ج۲ص۶۰) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، وقیل المعنیٰ انه مع قلة خیره و کثرة کبره سیئی الخلق عظیم الخلق یعجز عنه کل احد فی اظھار الحق (جمع ج۲ص۶۰) (اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی خیر و بھلائی کی قلت اور مغرور ہونے کی کثرت کے باوجود بے ڈھنگا موٹا پا اور بداخلاق بھی ہے اور ہر ایک شخص اس کے سامنے حق بات کے اظہار کرنے سے عاجز ہے) فیر تقٰی رقی سے ہے' بمعنیٰ اوپر کو چڑھنا' ای فیصعد الیه (جمع ج۲ص۶۰)

ولاسمین فینتقٰی 'وہ اونٹ بھی ایسا کہ اس میں چربی بھی نہیں' جس کا تناول بجائے صحت کے مضرت ہے۔ یہ لفظ تـقـی" سے ماخوذ ہے، بمعنیٰ کسی چیز کے چھانٹ لینے اور اختیار کرنے کے' یعنی اس گوشت میں کوئی عمدگی ہی نہیں کہ شدید مشقت کے ساتھ اس کو اختیار کیا جا سکے۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہ لفظ نقی بمعنیٰ گودا سے ماخوذ ہے۔ معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ گوشت ایسا ہے کہ اس کی ہڈیوں میں گودا ہی نہیں، جو لاغر اور حد درجہ بوسیدہ اور فرسودہ ہے۔ آخر جس میں گودا ہی نہ ہو وہ کیا گوشت ہو سکتا ہے۔

لاسھل و لا سمین کا اعراب :

اس میں تین اعراب پڑھے جا سکتے ہیں (۱) یا دونوں مبنی علی الفتح ہوں۔ (۲) یا دونوں مجرور اور صفت برائے جبلٍ ہوں (۳) یا دونوں مرفوع ہوں اور لا بمعنیٰ لیس کے ہو 'ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ قال میرک لاسھل و لا سمین فیھما ثلاثة اوجه البناء علی الفتح لانه اسم لا لنفی الجنس والجر علی انه صفة جبل ای غیر سھل و لاسمین والرفع علی ان لا بمعنی لیس (جمع ج۲ص۶۰)

بعض نسخوں میں فینتقل بھی آیا ہے، یعنی وہ گوشت اس قابل نہیں کہ اسے پہاڑ کی

Marfat.com

چوٹی سے لانے کی زحمت برداشت کرکے وہاں سے منتقل کیا جائے، ای بصیغة المجھول ای فیوخذ او یحمل بل یترک لردائته فی ذلک المحل (جمع ج۲ص۶۱) (شمائل کے بعض نسخوں میں فینتقل بصیغہ مضارع مجہول منقول ہے اور یہ معنیٰ ہوں گے کہ نہ وہ موٹا ہے کہ اسے اٹھا کر لایا جائے بلکہ بوجہ ردی اور بے کار ہونے کے اسی جگہ چھوڑ دیا جاتا ہے)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بے کار ہستی ہے، جس سے کسی کو جانی یا مالی نفع نہیں ہے، پھر اس کے باوجود متکبر اور بدخلق اس درجہ کا ہے کہ اس تک رسائی بھی مشکل ہے، نہ ملتے بن پڑے نہ چھوڑتے بن پڑے کسی مصرف کی دوا نہیں (خصائل ص ۲۰۰)

دوسری خاتون کا بیان :

قَالَتِ الثَّانِيَةُ زَوْجِي لَا اَبُثُّ خَبَرَهُ اِنِّي اَخَافُ اَنْ لَّا اَذَرَهُ اِنْ اَذْكُرْهُ اَذْكُرْ عُجَرَهُ وَ بُجَرَهُ۔

ترجمہ : دوسری عورت بولی (کہ میں اپنے خاوند کی بات کہوں تو کیا کہوں اس کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتی) مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر اس کے عیوب شروع کروں تو پھر خاتمہ کا ذکر نہیں اگر کہوں تو ظاہری اور باطنی عیوب سب ہی کہوں۔

قالت الثانیہ...... الخ : پہلی عورت نے بیان ختم کیا، تو دوسری گویا ہوئیں، **لا ابث خبرہ** :بث، یبث، پھیلانا اور ظاہر کرنا، بعض روایات میں **لا اثیر** کے الفاظ آئے ہیں، دونوں کا معنیٰ ایک ہے خبرہ بمعنیٰ حالات کے ہے، یعنی کتمانِ حالات تو کرتی نہیں کہ باہمی معاہدہ کی پابندی کرنی ہے۔ البتہ اشارات میں سب کچھ واضح کر دوں گی **والاشارۃ اشد من الصریح** (اور اشارہ زیادہ سخت (اور کارگر) صریح کلام سے ہوتا ہے) کیونکہ اگر صراحۃً کہا تو یہ خبر پھیل جائے گی اور میری خیر نہ ہوگی۔ **فتخاف من ذکر خبرہ ان یطلقھا** (مواہب ص۱۸۸) (تو اس کی مکمل خبر دینے سے یہ خوف ہے کہ مجھے طلاق نہ دیدے۔

Marfat.com

حالات کے تفصیلی بیان سے انکار کی وجہ :

انی اخاف ...... : مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں اس کی قباحت وشناعت اور داستانِ ظلم واستکبار شروع کر دوں، تو اس کی برائیاں، مظالم اور قباحتیں اس قدر طویل ہیں، ان لا اذرہ ، کہ میں ان کو درمیان میں چھوڑ نہ سکوں گی اور تم سنتے سنتے بھی تھک جاؤ گے۔ اذر اور وزر دونوں کا معنی ایک ہے، یعنی چھوڑنا۔ یہاں پر لا زائدہ ہے، جیسے کہ قرآن میں بھی آیا ہے ما منعک ان لاتسجد (اتحافات ص ۳۰۱) (کہ تجھے کس چیز نے منع کیا کہ تو سجدہ کر لیتا) یعنی اس کی اخبار عجیبہ اور قابل مذمت ولائقِ نفرین ہیں ایک بار بیان شروع کیا تو پورا کئے بغیر چھوڑ نہیں سکوں گی ...... اذرہ میں ضمیر غائب کا مرجع اگر زوج قرار پائے تو معنیٰ یہ ہے کہ میں اس کے حالات کا بیان نہیں چھوڑ سکوں گی اور اگر اس کے حالات بیان کئے تو طلاق ملے گی اور میرے وسائل نہیں، زندگی دوبھر ہو جائے گی اور اگر ضمیر غائب کا مرجع خبر قرار پائے تو معنیٰ ہوگا کہ مکمل حالات بیان کئے بغیر اسے ادھورا اور نامکمل نہیں چھوڑ سکتی۔ ای لا اترکہ او لا اترک خبرہ (جمع ج ۲ ص ۱۶۱)

ایک اشکال سے جواب :

اس پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ یہ عورت اجتماعی معاہدہ سے بدعہدی کر رہی ہے اور اپنے زوج کے حالات چھپا رہی ہے، جواب ظاہر ہے کہ اسے اپنے زوج سے بہت شکایات ہیں۔ اسے اس بات کا بھی اندیشہ ہے کہ اگر میں نے صاف صاف حالات بیان کر دیئے اور وہ خاوند تک پہنچ گئے تو وہ بد اخلاق ہے، طلاق دیدے گا، تو اس نے اس ایک جملہ میں اس کی پوری داستانِ حیات بیان کر دی کہ بداخلاق' تندخو' سخت مزاج' درشت رویہ اور نادان وظالم ہے کہ آخری اقدام تک کر ڈالنے کا فیصلہ بھی کر سکتا ہے۔ بل وفّت علی ادق وجہٍ و اکملہ کما لایخفٰی علی اولئک الفصحاء البلغاء (مواہب: ۱۸۸) (بلکہ اس نے تو اپنے عہد وپیمان کو کامل اور دقیق طرز وطریقہ پر پورا کر دیا جیسے کہ یہ بات ایسے فصیح اور بلیغ لوگوں پر مخفی نہیں ہونی چاہئے)

Marfat.com

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں ، وفی علم التفصیل ' تلمیح اقوی من التصریح . (اتحافات ص۳۰۱) (اور تفصیل نہ کرنے میں ایسے اشارات ہیں جو تصریح کرنے سے بھی قوی ہیں)

علامہ عبدالرؤف مناویؒ نے بھی اشکالِ مذکور کے جواب کو اس انداز سے پیش کیا ہے کہ وهذه المرأة قد وفت بما تعاهدت و تحالفت عليه من علم كتمان شئى من ذلك و شرحت ذلک علی اوفی وجه واکمله بلاغة کما لایخفی علی اولئک الفصحاء البلغاء وان خفی علی غیرهم (مناوی ج۲ص۶۱) (اس دوسری عورت نے کسی چیز کو بھی خفیہ نہ رکھنے والے پختہ معاہدے اور حلف کی پاسداری کرتے ہوئے اسے پورا کیا اور پھر اس کی تشریح و توضیح کو اس نے جس فصیح و بلیغ اور کامل طریقہ سے بیان کیا وہ اگر چہ غیر فصیح لوگوں پر مخفی بھی ہو لیکن ان جیسے فصیح و بلیغ حضرات پر ہر گز مخفی نہیں)

عُجَر بُجَر کی تحقیق :

اذکر عجره و بجره : عجر ' عجرة کی جمع ہے ، بمعنی گردن کی رگوں کا پھول جانا ، نفخة فی عروق العنق (اتحافات ص۳۰۱) مراد حالاتِ ظاہری ہیں ۔ اچھے ہوں یا برے ، بعض نے اسے صرف ظاہری عیوب کے معنیٰ میں لیا ہے اور بجر ' بجرة کی جمع ہے ، بمعنیٰ ناف کا اوپر کو اٹھنا ، عظم السرة (اتحافات ص۳۰۱) گردن کی رگیں پھول جائیں یا ناف اُبھر جائے ، دونوں عیوب ہیں اور دونوں ساتھ ساتھ بولے جاتے ہیں ۔

وقد قال علی کرم الله وجهه اشکو عجری و بجری الی ربی ای همومی و احزانی (جمع ج۲ص۶۱) (حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے پریشان کن افکار اور غموں کی شکایت صرف اپنے رب کریم کو کرتا ہوں) ظاہری عیوب اور باطنی عیوب دونوں مراد ہیں ۔ والعجر والبجر عیوبه الظاهرة و الخفية (اتحافات ص۳۰۱)

حاصلِ بیان :

ملا علی قاریؒ اس کا حاصل یوں لکھتے ہیں ، وحاصل کلامها انها ترید ان تشکو

Marfat.com

الی اللّٰہ تعالیٰ امورہ کلھا ماظھر و مابطن منھا (جمع ج۲ص۱۶۱) (کہ وہ عورت یہ چاہتی ہے کہ میں اپنے ظاہری و باطنی سب امور کی شکایت صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کو کرتی ہوں)

تیسری خاتون کا بیان :

قَالَتِ الثَّالِثَۃُ زَوْجِی الْعَشَنَّقُ اِنْ اَنْطِقْ اُطَلَّقْ فَاِنْ اَسْکُتْ اُعَلَّقْ۔

ترجمہ : تیسری عورت نے کہا کہ میرا خاوند لم ڈھینگ ہے یعنی بہت زیادہ لمبے قد کا آدمی ہے، اگر میں کبھی کسی بات میں بول پڑوں تو فوراً طلاق، اگر چپ رہوں تو ادھر میں لٹکی رہوں۔

قالت الثالثہ ...... : دوسری کے بعد معاہدہ کے مطابق تیسری خاتون نے اپنے زوج کے حالات بیان کرنا شروع کیئے۔ زوجی العشنق : میرا خاوند لمبے قد والا بے ڈھنگا آدمی ہے۔ دراز قد، لاغر گویا بے وقوف ہے۔ عموماً مشہور یہی ہے کہ درازیٔ قد بے وقوفی کی علامت ہوتی ہے۔

صاحب اتحافات بھی یہی لکھتے ہیں وھو الطویل الممتد' مع نحافۃ و ھذا یدل علی السفہ غالباً (اتحافات: ص۳۰۱) و قد جمعت جمیع العیوب فی ھذہ اللفظۃ (مواہب:۱۸۸) (اس تیسری عورت نے اپنے خاوند کے سب عیوب کو اسی ایک لفظ میں جمع کر دیا)

دو جملوں میں جمیع عیوب کا تذکرہ :

ان انطق اطلق 'اس کی قد کاٹھ تو ہے، غیر متوازن و بدصورت' اخلاق بھی اچھے نہیں، زشت رو اور جلد مشتعل ہو جاتا ہے، کوئی بات' کوئی مطالبہ، کوئی مشورہ دوں، تو فوراً اشتعال میں آ کر طلاق دینے سے بھی گریز نہیں کرتا اور اگر اس وقت میں اس کے عیوب گنوا لوں اور تفصیلات میں چلی جاؤں، تو یقیناً وہ اپنی بداخلاقی کی وجہ سے مجھے طلاق دیدے گا اور

Marfat.com

مجھے یہ پسند نہیں کہ اس سے میری اولاد بھی ہے اور مجھے اس کا احتیاج بھی ہے یا مجھے اس سے تعلقِ خاطر ہے۔ علامہ بیجوریؒ اس کی وضاحت ان الفاظ سے کرتے ہیں ای ان انطق بعیوبہ تفصیلاً یطلق لسوء خلقہ ولا احب الطلاق لأولادی منہ اولحاجتی الیہ او لمحبتی ایاہ (مواہب ص ۱۸۸)

فان أسکت اعلق : اور اگر میں چپ رہتی ہوں، تو گویا لٹکی رہتی ہوں، مطالبات نہ کروں، کوئی ضروریات نہ مانگوں، تو معلق رہتی ہوں، از خود تو اُسے اُمورِ خانہ داری کی ذمہ داریوں کا شعور ہی نہیں یا اگر میں اس کے عیوب بیان کروں، تو پھر بھی میں معلقہ خاتون کی طرح رہ جاتی ہوں۔ میری حالت نہ تو ان خواتین کی طرح ہے جو منکوحہ ہوتی ہیں، اور جن کے شوہر ان کی ضروریات اور تقاضے پورے کرتے ہیں اور نہ ان خواتین کی طرح آزاد ہوں جو مطلقہ ہوتی ہیں اور اپنی مرضی سے دوسری جگہ نکاح کر لیتی ہیں، یا میں اپنے شوہر سے زبردست تعلقِ خاطر و محبت کے پیشِ نظر اس کے عشق و محبت میں معلق رہتی ہوں۔ علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں کہ..... ای و ان سکت عن عیوبہ یصیرنی معلقۃ و ھی المرأۃ التی لاھی مزوجۃ بزوج ینفع ولا مطلقۃ تتوقع ان تتزوج و یحتمل أن المراد اعلق بحبہ فیکون من علامۃ الحب (مواہب ص ۱۸۸)

الغرض پہلی دونوں خواتین کی طرح اس تیسری خاتون نے بھی اپنے شوہر کی برائیاں بڑے بلیغ انداز میں بیان کیں اور شدید مذمت کی۔ قال الزمحشری و ھذا من الشکایۃ البلیغۃ۔ (مناوی ج ۲ ص ۱۶۱

امام زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ اس عورت کی یہ شکایت بڑی بلیغ انداز میں ہے)

چوتھی خاتون کا بیان :

قَالَتِ الرَّابِعَۃُ زَوْجِیْ کَلَیْلِ تِھَامَۃَ لَاحَرٌّ وَلَاقَرٌّ وَلَامَخَافَۃَ وَلَا سَآمَۃَ۔

ترجمہ : چوتھی عورت نے کہا کہ میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح معتدل مزاج ہے، نہ گرم ہے نہ ٹھنڈا نہ اُس سے کسی قسم کا خوف ہے نہ ملال۔

Marfat.com

چوتھی خاتون جس کا نام مہد بنت ابی ہرومہ بتلایا جاتا ہے' نے اپنے شوہر کی تعریف کی اور بتایا کہ وہ بہت اچھا آدمی ہے۔ معتدل مزاج ہے۔ زوجی کلیل تهامة : تہامہ' دامنِ کوہ کو کہتے ہیں، یعنی وہ جگہ جو بلندی کے نیچے واقع ہو، مکہ معظمہ بھی پہاڑیوں کے دامن میں واقع ہے۔ اس لئے اسے بھی تہامہ کہتے ہیں۔ اکثر شعراء تہامہ بول کر مراد مکہ معظمہ لیتے ہیں۔ وتهامة : مكة و ماحولها من الاغوار اى البلاد المنخفضة و أما البلاد العالية فيقال لها نجد والمدينة لا تهامية و لا نجدية لا نها فوق الغور و دون النجد (مواہب ص ۱۸۹) (تہامہ سے مراد مکہ شریف اور اس کے اردگرد ایسے مقامات مراد ہیں جو گہرائی میں واقع ہوں اور جو شہر بلندی پر واقع ہوں ان کو نجد کہتے ہیں اور مدینہ شریف نہ تو تہامیہ (گہرائی والا شہر) ہے اور نہ نجدیہ (بلندی والا شہر) ہے اس لئے کہ وہ گہرائی سے کچھ اونچا اور بہت بلندی سے کچھ نیچے اور گہرائی میں واقع ہے)

تہامہ سے گویا مکۃ المکرمہ اور اس کے اطراف مراد ہیں۔ جہاں دِن کے وقت شدید گرمی، مگر رات معتدل ہوتی ہے، ہوائیں چلتی ہیں تو طبیعت میں بے حد فرحت ونشاط پیدا ہوتا ہے، موسم خوشگوار اور معتدل ہوتا ہے۔

تو چوتھی خاتون اپنے شوہر کی پہلی صفت یہ بیان کرتی ہے، تہامہ کی رات کی طرح، میرا خاوند معتدل المزاج ہے، اى فى كمال الاعتدال و عدم الأذىٰ و سهولة امره ۔(مواہب ص ۱۸۸) (اپنی اعتدالی کیفیت کی وجہ سے نہ وہ مجھے کوئی تکلیف دیتا ہے بلکہ سب امور آسانیاں مہیا کرتا ہے)

اعتدال مزاج کی ایک عمدہ تعبیر :

لا حر و لا قر' اس کے اعراب تین طرح پڑھ سکتے ہیں (۱) (لا بمعنیٰ عطف کے ہے اور ذو محذوف ہے، اى لا ذو حرٍ و لا ذو قرٍ (۲) لا بمعنیٰ لیس اور غیر کے ہے اور یہ الفاظ مرفوع ہیں۔ اى لا حرٌ و لا قرٌ (۳) لا نفی جنس کے لئے ہے اور خبر محذوف ہے ۔ اى لا حرَّ فيه و لا قرَّ فيه ۔ خلاصہ یہ کہ اعراب جس طرح بھی پڑھے جائیں' مراد ایک ہی ہے کہ میرے خاوند کے مزاج میں نہ گرمی ہے اور نہ سردی، بلکہ اعتدال ہے۔

Marfat.com

لا مخافة و لا سآمة : مخافة ایسی چیز جس سے خوف کھایا جائے، یعنی اس میں بلاوجہ طیش میں آنے اور ناراض ہو جانے اور پھر اچانک ناراض ہو کر بہت کچھ کر گزرنے کا کوئی خوف اور اندیشہ نہیں ہے اور نہ اس میں سامۃ یعنی اُکتاہٹ ہے کہ طبیعت اس کی کسی ادا سے گھِن کرے یا نفرت پیدا ہو۔ ای و لا ملالة فی مصاحبته فیسأم عنه (جمع ج۲ص۶۲) و هذا من ابلغ المدح لانها نفت عنه سائر الاسباب الاذی و اثبتت له جمیع انواع اللذة فی عشرته (مناوی ج۲ص۶۲) (اور یہ اس کی بڑے بلیغ انداز میں تعریف ہے کیونکہ اس نے اپنے خاوند سے تکلیف اور ناراض کر دینے کے جمیع اسباب کی نفی کر دی اور اس کے لئے برتاؤ اور معاشرت میں لذت اور سہولیات دینے کے کل ذرائع کا اثبات کر دیا)

پانچویں خاتون کا بیان :

قَالَتِ الْخَامِسَةُ زَوْجِی اِنْ دَخَلَ فَهِدَ وَاِنْ خَرَجَ اَسِدَ وَلَا یَسْأَلُ عَمَّا عَهِدَ۔

ترجمہ : پانچویں عورت کہنے لگی کہ میرا خاوند جب گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اس کی تحقیقات نہیں کرتا۔

قالت الخامسة ! یہ پانچویں خاتون جس کا نام کبشہ بتلایا جاتا ہے' کا بیان ہے، جس میں مدح و ذم دونوں پہلوؤں کا احتمال ہے۔ وهذا کلام محتمل للمدح والذم (اتحافات ص۳۰۱)

فهد کا معنی و تشریح :

زوجی ان دخل فهد' جب میرے شوہر گھر میں آ جاتے ہیں تو وہ چیتے کی طرح ہوتے ہیں مشہور ہے کہ چیتا تین خصلتوں میں زیادہ مشہور ہے۔ کثرتِ نوم، کثرتِ جماع اور کثرتِ تغافل' گویا خاتونِ خامسہ یہ کہنا چاہتی ہے کہ میرے زوج میں بھی مذکورہ تینوں اوصاف موجود ہیں، گھر میں داخل ہوتے ہی خوابِ غفلت، کثرتِ جماع اور تغافل اس کی لاینفک ادائیں ہیں۔ نوم و تغافل ایسا کہ امورِ خانہ داری میں اس کی کوئی دلچسپی نہیں

Marfat.com

ہوتی، کام سنوریں یا بگڑیں، اسے تو اپنی نیند ہی پوری کرنی ہے۔ای اذا دخل و ثب علیھا وثب الفھد لارادۃ جماعھا او ضربھا او نام او تغافل عما یجب علیھا تعھدہ (مناوی ج۲ص۶۲) (جب بھی وہ گھر آتا ہے تو چیتے کی طرح میرے اوپر جماع یا مارنے کے ارادہ سے چھلانگ لگا دیتا ہے یا پھر سو جاتا ہے اور یا ضروری امور میں کوتاہی اور غفلت کا مظاہرہ کرتا ہے) اگر خاتون کی اس گفتگو سے مراد مدح ہو تو معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ گھریلو امور میں مداخلت نہیں کرتے جو چاہیں کھائیں، پکائیں، خریدیں، لے آئیں لیجائیں، ضائع کریں اسے تو اپنے کام ہی سے کام ہے۔ یہ اس کا کرم ہے، حلم ہے، حوصلہ ہے، تحمل ہے اور اگر مراد برائی ہو، ذم ہو تو پھر مراد تکاسل وتغافل اور خوابِ مدہوشی ہے کہ اسے تو اپنے آرام، مدہوشی نیند اور جماع سے کام ہے، اسے گھریلو امور میں کوئی دلچسپی نہیں، کوئی مرے جیئے، بھوک ہو، افلاس ہو، ناداری ہو، بیماری ہو، اِسے کیا پرواہ' اسے تو خوابِ غفلت سے فرصت ہی نہیں۔اسی کو علامہ مناویؒ نے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے فان کان القصد المدح فالمراد التغافل عما اضاعتہ المرأۃ مما یجب علیھا تعھدہ کرماً وحلماً او الذم فالمراد النوم والتکاسل و عدم المبالات بضبطِ امور اھل بیتہ (مناوی ج۲ص۶۳)

لفظِ اسد کا معنیٰ وتشریح :

وان خرج اسد :اور جب گھر سے باہر نکلے تو شیر بن جاتا ہے، یعنی جب لوگوں میں جاتا ہے یا اسے جنگ سے واسطہ پڑتا ہے تو شیر کی طرح میدانِ مبارزت میں اترتا ہے ۔اس کلام میں دونوں احتمال ہیں، مدح ہو تو معنیٰ شجاعت' بہادری اور ہیبت و دبدبہ ہے اور اگر ذم مراد تو غضب وسفاہت کی طرف اشارہ ہے ۔ یحتمل المدح بارادۃ شجاعتہ و مھابتہ والذم بارادۃ غضبہ و سفھہ والاول بسیاقھا اقرب (مناوی ج۲ص۶۳) پانچویں خاتون کے اپنے خاوند کے متعلق مدح اور ذم کا محتمل بیان اکثر روایات میں تو یہی مذکور ہے' البتہ حاشیہ بخاری شریف میں ہے' والاکثر شرحوہ علی المدح ووقع فی روایۃ الزبیر بن بکار مقلوبا انہ اذا دخل اسد و اذا خرج فھد فان صح فالمراد انہ اذا خرج الی الناس کان فی غایۃ الرزانۃ والوقار و حسن السمت و اذا دخل منزلہ

Marfat.com

کان متفضلا و مواسیا ...... وزاد ولا یرفع الیوم لغد ...... وھو یؤید المدح کذا فی التوشیح (حاشیہ بخاری ج۲ ص۷۷۹) (اکثر حضرات نے پانچویں خاتون کے کلام کی تشریح مدح سے کی ہے اور زبیر بن بکارؒ کی روایت میں اس کے الفاظ مقلوب طرز (یعنی آگے پیچھے ہونے کی صورت) پر ہیں یعنی وہ عورت یہ کہتی ہے کہ انہ اذا دخل اسد واذا خرج فھد (جو پہلی عبارت کے برعکس ہیں) اگر یہ الفاظ صحیح ہوں تو پھر مطلب یہ ہے کہ وہ جب باہر لوگوں میں جاتا ہے تو راہ راست پر انتہائی سنجیدگی اور وقار سے ہوتا ہے اور جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو بڑا مہربان اور غمخواری کا اظہار کرتا ہے اور اس روایت میں یہ زیادتی بھی ہے کہ وہ آج کے کام کل کے لئے نہیں چھوڑتے تو اس روایت کے الفاظ مدح ہونے کی تائید کرتے ہیں توشیح میں بھی اسی طرح ہے)

لفظِ عهد کا معنیٰ و تشریح :

ولا یسئل عما عھد 'اور وہ گھریلو معاملات میں کوئی باز پرس نہیں کرتا یعنی امورِ خانہ داری' کھانے پکانے' سودا سلف خریدنے' کپڑے اور زیورات اور خواتین کے تقاضوں اور ضرورتوں تک میں وہ مداخلت نہیں کرتے۔ بانہ کریم الطبع نزہ الھمة حسن العشرة لین الجانب فی بیتہ لا یتفقد ما ذھب من مالہ و اثاثہ ولا یسئل عنہ لشرف نفسہ و سخاء قلبہ و قال بعضھم ھذا یحتمل انہ اما تکرماً و اما تکاسلاً (مناوی ج۲ ص۶۳) (علامہ مناویؒ لکھتے ہیں کہ وہ اچھی طبیعت والے اور بلند ہمت اچھے برتاؤ اور گھر میں نرمی کا مظاہرہ کرنے والے ہیں اور اپنی قلبی سخاوت اور شرافت کے پیش نظر مال و متاع کے گم یا خراب ہونے پر سوال و جواب یا کسی قسم کی گرفت نہیں کیا کرتے۔

بعض حضرات نے کہا کہ اس کے خاوند کا یہ معاملہ رکھنا ہوسکتا ہے کہ عزت و شرافت کی وجہ سے ہو یا پھر اس کی سستی اور کوتاہی کی وجہ سے ہو)

تاہم اس سلسلہ میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ پانچویں خاتون کے کلام کو مذمت پر حمل کرنا قرین قیاس نہیں بلکہ فطرت سلیمہ اس سے اباء کرتی ہے۔ مع ان البناء علی حسن الظن مھما امکن اولیٰ (جمع ج۲ ص۶۳) (اس کو حسن ظن پر محمول کرنے کا جتنا امکان ہو بہتر

Marfat.com

ہے کہ اس پر عمل کیا جائے)

چھٹی خاتون کا بیان :

قَالَتِ السَّادِسَةُ زَوْجِی اِنْ اَکَلَ لَفَّ وَ اِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ وَاِنْ اضْطَجَعَ الْتَفَّ وَلَا یُوْلِجُ الْکَفَّ لِیَعْلَمَ الْبَثَّ ۔

ترجمہ : چھٹی عورت بولی کہ میرا خاوند اگر کھاتا ہے تو سب نمٹا دیتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے، جب لیٹتا ہے، تو اکیلا ہی کپڑے میں لپٹ جاتا ہے، میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا جس سے میری پراگندگی معلوم ہو سکے۔

قالت السادسة : اس خاتون کے بیان میں بھی مدح و ذم دونوں پہلو نکل سکتے ہیں۔تاہم اس کے کلام میں مذمت زیادہ نمایاں ہے۔جیسا کہ پانچویں خاتون کی گفتگو میں مدح زیادہ محتمل تھی۔

ان اکل لفّ :

زوجی ان اکل لفّ ' لفّ کا معنیٰ لپیٹنا' بہت کھانا، یعنی میرے زوج کے دسترخوان پر کھانے کی کثرت ہوتی ہے، کثرت سے کھاتا ہے کہ دسترخوان پر انواع واقسام کے کھانے چنے جاتے ہیں۔اب اگر اس سے مدح مراد لیں تو معنیٰ وہی ہے جو اوپر نقل کر دیا ہے کہ اللہ پاک نے اسے وسیع دسترخوان اور ہمہ اصناف واقسامِ طعام سے مالا مال کر دیا ہے۔اس کے دسترخوان پر ایک کھانے پر اکتفا نہیں کیا جاتا، انه یتنعم باکل صنوف الطعام ولا یکتفی بواحد (مناوی ج۲ص۶۳) اور اگر ذم کا پہلو مراد لیا جائے تو معنیٰ ہوگا کہ وہ بسیار خورہ ہے۔دسترخوان پر بیٹھتا ہے تو سب کچھ ہڑپ کر جاتا ہے، نہ اسے بڑوں کا خیال رہتا ہے نہ چھوٹوں کی فکر رہتی ہے۔اسے اپنا پیٹ بھرنے سے کام ہے۔اہل و عیال بوکھے مر جائیں، سو مر جائیں، بس اس کا تو اپنا پیٹ تازہ رہے۔انه فی الاکل یمنع حق العیال و یاکل الطعام بالاستقلال (مناوی ج۲ص۶۳) (وہ کھانے میں اہل عیال کے

Marfat.com

حق کو منع کر کے سارا کھانا خود ہڑپ کر جاتا ہے) ای اکثر الطعام و خلط صنوفه کالانعام (جمع ج ۲ ص ۶۳) (اور کھانے کی مختلف اقسام کو چوپایوں کی طرح خلط ملط کرتے ہوئے کثرت سے کھاتا رہتا ہے) شیخ ابراہیم البیجوریؒ فرماتے ہیں' والاقرب الی سیاقها ان مرادها ذمه بأنه اِن أکل لم یبق شیئاً للعیال و أکل الطعام بالاستقلال (مواہب ص ۱۸۹) (سیاقِ کلام سے یہ بات زیادہ قریب ہے کہ اس عورت کا ارادہ خاوند کی برائی اور مذمت ہو کہ جب وہ کھانا شروع کرتا ہے تو سب کھانے کو خود ہڑپ کر لیتا ہے اور اہل وعیال کے لئے کچھ بھی باقی نہیں چھوڑتا)

و ان شرب اشتفّ :

یعنی میرا زوج جب پینے پہ آتا ہے تو آخری قطرہ تک پی جاتا ہے' الشفافة برتن میں رہ جانے والے پانی کے آخری قطرے کو کہتے ہیں' والشفافة بقیة الماء فی قعر الاناء یقال لمن شربها اشتفها (مناوی ج ۲ ص ۶۳) (شفافہ کا معنیٰ برتن کے نچلے حصے کا بقیہ پانی جو کوئی اسے بھی پی لیتے ہیں تو اس کے متعلق کہا جاتا ہے فلان اشتفها) ملا علی قاریؒ اسے بمعنیٰ استیعاب کے لیتے ہیں کہ برتن میں پانی ہو یا دودھ آخری قطرہ تک پی لیا جائے' ای استوعب جمیع ما فی الاناء من نحو اللبن والماء (جمع ج ۲ ص ۶۳) (جو کچھ برتن میں دودھ یا پانی تھا سب کا سب پی لیا) اگر مدح مراد لیں تو معنیٰ یہ ہوگا کہ جب پینے کا نمبر آتا ہے، تو اس کے دستر خوان پر پینے پلانے کی بھی جمیع انواع موجود ہوتی ہیں۔ پانی' شربت' دودھ' اللہ نے اسے کثرتِ مال سے نوازا ہے، خرچ کرتا ہے، بخل اور کنجوسی سے کام نہیں لیتا۔ کل کیلئے ذخیرہ کی فکر نہیں کرتا کہ توکّل ہے اور خدا کی ذات پر اعتماد ہے۔ علامہ مناویؒ فرماتے ہیں والمدح بان یراد شرب مع عیاله الشراب کله لکرمه ولا یترک منه شیئاً ولا یدخر لخشیة املاق (مناوی ج ۲ ص ۶۳) اور اگر ذم مراد لیں تو معنیٰ یہ ہوگا کہ جب پینے پہ آئے تو سب کچھ پی جائے، اہل وعیال' دوست واحباب اور خدام کے لئے ایک قطرہ بھی نہ چھوڑے۔

جیسے علامہ بیجوریؒ یہی بیان کرتے ہیں فان ارید به الذم و هو المتبادر من

Marfat.com

کلامھا فالمعنیٰ انه یشرب الماء کله و لایترک شیئاً لعیاله (مواہب ص ۱۹۰)

وان اضطجع التفّ :

وان اضطجع التف ...... جب سوتا ہے تو تنہا کپڑے میں لپٹ جاتا ہے اور نہ میری طرف ہاتھ بڑھاتا ہے کہ میری بے چینی، پریشانی اور اضطراب معلوم کرے۔ مدح مراد ہو تو معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ جھگڑوں سے علیحدہ رہتا ہے۔ دوسروں کی پھٹن میں ہاتھ نہیں ڈالتا یعنی دوسروں کے عیوب کی تفتیش نہیں کرتا اور خواہ مخواہ لوگوں کی کوتاہیوں کو تلاش نہیں کرتا پھرتا۔ اور اگر ذم مراد ہو اور ظاہر ہے کہ ذم کا معنیٰ راجح ہے، تو معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ چادر اوڑھ کر گھر کے ایک کونے میں مجھ سے علیحدہ سوجاتا ہے اور اعراض کرتا ہے۔ ولا یباشرھا ولا یضاجعھا فلا نفع لزوجته منه (مناوی ج ۲ ص ۶۳) (اور نہ اپنی بیوی کے ساتھ سوتا ہے اور نہ مجامعت کرتا ہے تو اس کی بیوی کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے) ولا یولج ...... الخ: لفظی معنیٰ وتشریح تو بیان ہو چکی، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ گویا اسے اپنی اہلیہ سے حد درجہ نفور ہے کہ گھر آجائے تو اسے اپنی اہلیہ کا کوئی فکر وغم نہیں ہوتا، وہ بیمار ہو، اسے زخم ہو، کوئی درد و تکلیف ہو یا کوئی پریشانی یہ اس کے قریب آنے اور چھونے تک کا روادار نہیں ہے۔ محشی بخاریؒ نے فرمایا، حاصله انه اکوّل و مع ذلک لیس بفحول (حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۷۸۰) (خلاصہ یہ کہ وہ بڑا پیٹو ہے اور اس کے باوجود کوئی نر اور جوان مرد نہیں ہے)

و تکون ھذہ المرأۃ قد وصفت زوجھا بالشرہ الشدید و التفریط فی جمیع حقوقھا فلا تنفع منه لا من قریب ولا من بعید (اتحافات ص ۳۰۱) (تو اس عورت نے اپنے خاوند کو سخت حریص اور لالچی ہونے کے باوصف تمام حقوق میں تفریط کا مرتکب ظاہر کیا ہے نہ تو اس میں کوئی قریبی رشتہ دار اور نہ اجنبی اور بعید لوگ کوئی نفع اٹھا سکتے ہیں)

ساتویں خاتون کا بیان :

قَالَتِ السَّابِعَةُ زَوْجِی عَیَایَآءُ اَوْ غَیَایَآءُ طَبَاقَآءُ کُلُّ دَاءٍ لَہٗ دَاءٌ شَجَّکِ اَوْ

Marfat.com

فَلَّکِ اَوْ جَمَعَ کُلًّا لَکِ۔

ترجمہ : ساتویں عورت نے کہا کہ میرا خاوند صحبت سے عاجز نامرد اور اتنا بے وقوف کہ بات بھی نہیں کر سکتا۔ دنیا میں جو کوئی بیماری ہوگی، وہ اس میں موجود ہے۔ اخلاق ایسے کہ میرا سر پھوڑ دے یا بدن زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گزرے۔

قالت السابعة زوجي عياياء او غياياء ۔ ساتویں خاتون (جس کا نام ہند ہے) کا تمام بیان اپنے شوہر کی مذمت میں ہے اور مذمت بھی کی ایسی کہ اس میں کوئی خیر کا پہلو ہے ہی نہیں۔

عیایاء کا معنیٰ :

عیایاء ' علم یعلم کے باب سے ہے بمعنیٰ درماندگی، لاچاری، گونگاپن اور اپنے اظہار مافی الضمیر میں معذوری کو کہتے ہیں، نامردی اور عورت کی خواہش کی تکمیل میں عاجز رہ جانے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں، هو من الابل الذى تعب و اصح هزيلا و تريد بذلك أنه عنين لايقدر على الجماع او العاجز عن تدبير امره (اتحافات ص ۳۰۲) (عیایاء اونٹوں میں اس اونٹ کو جو تھکا ماندہ اور کمزور ہو گیا ہو یہاں اس عورت کا مقصد یہ تھا کہ اس کا خاوند نامرد ہے۔ جماع کرنے پر قادر نہیں اور یا یہ مطلب کہ وہ اپنے امور (کاموں وغیرہ) کے سوچنے سمجھنے سے عاجز ہے)

غیایآء کا معنیٰ :

لفظِ أو راوی کے شک کے لئے ہے یا تعبیر میں تخیر کے لئے ہے یا بمعنیٰ بل کے ہے، و أو للشک من الراوى و يحتمل انها للتخيير فى التعبير او انها بمعنىٰ بل (مواہب: ۱۹۰) غیایاء کا اصل مادہ غیّ ہے بمعنیٰ ضلالت وگمراہی کے ای ذو غيّ و هو الضلالة او الخيبة او ذو غيابة وهى الظلمة (مواہب: ۱۹۰) مطلب واضح ہے کہ میرا شوہر ہر کام میں خائب وخاسر نامراد وناکام ہے۔ اس کی سوجھ بوجھ ہی ایسی ہے

Marfat.com

کہ بے عقلی چھلک پڑتی ہے۔معناہ لا یھتدی الی مسلک (جمع ج۲ص۶۴)(کسی راستہ پر رہنمائی نہیں پاتا)

طباقآء کے مختلف معانی :

طباقآء : اس کے متعدد معانی منقول ہیں، بمعنیٰ احمق و بے وقوف کے، جس پر معاملات اور دنیوی اُمور کے تمام راستے بند ہو جائیں اور وہ کامیابی کا کوئی راستہ نہ پائے، الاحمق الذی تنطبق علیہ الامور فلا یعرف مخرجاً لھا ولا مدخلاً (اتحافات:۳۰۲) دوسرا معنیٰ یہ کیا گیا ہے کہ طباقآ اس شخص کو کہتے ہیں، جو کلام سے عاجز ہو اور گفتگو کے وقت اس کے دونوں ہونٹ منطبق ہو جائیں...... ھو الذی یعجز عن الکلام فتنطبق شفتاہ کذا فی النھایۃ (جمع ج۲ص۶۴)(۳) تیسرا معنیٰ یہ بھی نقل ہوا ہے کہ مباشرت کے وقت اپنا سارا جسم عورت پر ڈال دے، جو بظاہر عورت کے لئے ایذاء ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عجز عن الجماع بھی ہے اور ناپسندیدہ حرکت بھی۔ عاجز عن الجماع أو یطبق علی المرأۃ اذا علاھا بصدرہ لثقلہ فلیس لھا منہ الا الایذاء والتعذیب (مناوی ج۲ص۶۴)

الغرض وہ بتانا چاہتی ہے کہ میرے زوج میں کوئی پہلو بھی خیر کا نہیں، جس چیز میں بھی اقدام کرتا ہے، نامراد لوٹتا ہے۔گویا اَیْنَمَا یُوَجِّھْهُ لَایَأْتِ بِخَیْرٍ (النحل:۷۶)(مالک اسے جس طرف بھی بھیجتا ہے، وہ کوئی اچھی خبر نہیں لاتا) کا صحیح مصداق ہے۔

مجمع الامراض :

کل داء لہ داء ، ہر بیماری اس میں کامل طور پر موجود ہے۔لفظِ کل جب نکرہ پر داخل ہو، تو احاطۂ افراد کے لئے آتا ہے اور جب معرفہ پر داخل ہو تو احاطۂ اجزاء کے لئے آتا ہے، تو یہاں گویا استغراقِ ادعائی ہے، کل داء کے بعد فی الناس مقدر ہے، یعنی لوگوں کی تمام بیماریاں اس میں موجود ہیں۔ای جمیع الادواء موجودۃ فیہ بلا دواء ففیہ سائر النقائص۔(جمع ج۲ص۶۴) و الحاصل انہ اجتمع فیہ سائر العیوب والمصائب (مناوی ج۲ص۶۴)(خلاصہ یہ ہوا کہ وہ لا دواء ہے اور اس میں سب عیوب اور مصیبتیں بھی جمع

Marfat.com

ہیں)

شجک کی وضاحت :

شجّک : نصر کے باب سے ہے بمعنیٰ سر میں ضرب لگانے کے، خطاب اپنے نفس سے ہے، اوالمراد بہ خطاب العام (جمع ج۲ص۶۴) (یا اس سے عام خطاب ہے) والمراد انہ یجرح عند الضرب و یؤذی ۔(اتحافات ص۳۰۲) (اور اس سے مراد یہ کہ وہ مارتے وقت سخت ایذائیں دے کر زخمی کر لیتا ہے)

فلّکِ کا مطلب :

او فلک: فلّ توڑنے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ گھر سے باہر نکالنے، دور پھینکنے اور مکمل اعراض کرنے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ ای ضرباً یکسر العظم او یطردک من البیت ۔(اتحافات ص۳۰۲) او جمع کلاً لکِ یا یہ دونوں کام کر دے مار مار کر زخمی کر دے اور مستزاد اس پر یہ کہ ہڈیاں بھی توڑ دے اور پھر آخر میں گھر سے باہر پھینک دے۔

خلاصہ یہ کہ یہ عورت بتانا چاہتی ہے کہ اس کا زوج قبیح ترین اوصاف سے متصف ہے ۔ وھذہ المرأۃ تصف زوجھا باقبح الاوصاف و تنعتہ بأسوأ النعوت فھو احمق و سئی العِشرۃ ، و ضروب ...... الخ (اتحافات ص۳۰۳)

اور یہ عورت اپنے خاوند کا قبیح ترین اوصاف سے تذکرہ کرتی ہے کہ وہ احمق بے وقوف بدترین برتاؤ والا اور بہت ہی مارنے والا ہے۔

آٹھویں خاتون کا بیان :

قَالَتِ الثَّامِنَۃُ زَوْجِی الْمَسُّ مَسُّ اَرْنَبٍ وَالرِّیْحُ رِیْحُ ذَرْنَبٍ۔

ترجمہ : آٹھویں عورت نے کہا کہ میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے اور

Marfat.com

خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہوا ہے۔

آٹھویں خاتون جس کا نام ناشرہ بنت اوس بتایا جاتا ہے اور بعض نے عمرہ بنت عمرو بتایا ہے، اپنے شوہر کی مکمل تعریف کرتی ہے، جبکہ ساتویں خاتون نے مکمل تقبیح اور مذمت بیان کی تھی۔ کہتی ہیں زوجی المسّ مس ارنب: میرے زوج کو چھونا گویا خرگوش کی طرح نرم، ملائم، نازک اور حد درجہ پیارے جسم کو چھونا ہے، گویا وہ سخت طبیعت، تند خو اور بدمزاج نہیں، اس کی طبیعت میں نرمی اور ملاطفت ہے، جسمانی اور روحانی دونوں لذتوں کا مرکب ہے۔ بدن ملائم ہے کہ چھونے اور لپٹنے کو جی چاہے۔ مزاج میں بھی نرمی والفت ہے کہ جی بھر کر پیار لینے کو موقع دیتا ہے۔ ای کمس الارنب فی اللین و النعومة (جمع ج۲ص۶۴) و یحتمل ان المراد کریم الجانب لین العریکة والخلق و حسن العشرة (مناوی ج۲ص ۶۴) (اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد کہ وہ عمدہ شریف پہلو والا نرم طبیعت اور اخلاق والا اور اچھے برتاؤ کرنے والا تھا) والریح ریح زرنب: زرنب زعفران یا اس طرح کوئی خوشبودار بوٹی ہے، نوع من النبات طیب الرائحة و قیل زعفران (جمع ج۲ص۶۴) روحانی اور جسمانی ملاطفت کے ساتھ اس کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس کا جسم خوشبوؤں میں مہکتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا ارشاد:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں اس کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے، جس کا ترجمہ ہے کہ میں اس پر غالب رہتی ہوں اور وہ لوگوں پر غالب رہتا ہے، یعنی میرا غالب رہنا اسی کے عاجز و ناکارہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، اس لئے کہ وہ سب پر غالب رہتا ہے، بلکہ میری محبت یا اس کی شرافت کی وجہ سے میں غالب رہتی ہوں (خصائل: ۲۰۳) التوشیح کے حوالہ سے محشی بخاریؒ نے اس کی یہ وضاحت کی ہے، زاد النسائی و انا اغلبه والناس یغلب، فوصفته مع جمیل عشرته لها و صبره علیها بالشجاعة (حاشیہ بخاری ج۲ص۷۸۰)

Marfat.com

(امام نسائیؒ نے یہ زیادتی ذکر کی ہے کہ میں اس پر غالب رہتی ہوں اور وہ لوگوں پر غالب رہتا ہے تو گویا اس نے اپنے خاوند کو اچھے برتاؤ رکھنے کے ساتھ موصوف بھی کیا اور یہ کہ میری زیادتیوں اور کوتاہیوں پر تو صبر سے کام لیتا ہے لیکن دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں بڑا بہادر ہے)

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں ، وتصف هذه المرأة زوجها بالنعومة فی الجسم ولین البشرة وطیب الرائحة و لعلها تکنّٰی بذلک عن حسن الخلق (اتحافات:۳۰۲) اور یہ آٹھویں خاتون اپنے خاوند کو نرم و نازک، ملائم اور خوشبوؤں سے مہکتا ہوا جسم والا ثابت کر رہی ہے اور شاید کہ وہ عورت اس کے ذریعہ کنایۃً اس کے حسنِ اخلاق اور اچھے برتاؤ کا ذکر کر رہی ہے)

نویں خاتون کا بیان :

قَالَتِ التَّاسِعَةُ زَوْجِی رَفِیعُ الْعِمَادِ عَظِیمُ الرَّمَادِ طَوِیلُ النِّجَادِ قَرِیبُ الْبُیُتِ مِنَ النَّادِ

ترجمہ : نویں عورت نے کہا کہ میرا خاوند رفیع الشان بڑا مہمان نواز اونچے مکان والا بڑی راکھ والا ہے، دراز قد والا ہے، اس کا مکان مجلس اور دارالمشورہ کے قریب ہے۔

اس خاتون نے (جس کا نام کبشہ تھا) بھی مختصر مگر جامع انداز میں اپنے شوہر کی تعریف کی اور چار جملوں میں اس کی چار خصلتیں بیان کی ہیں۔

پہلی خصلت :

زوجی رفیع العماد : عماد بانس کو اور ستون کو کہتے ہیں۔ بانسوں پر خیمے اور ستونوں پر گھروں کا اور محلات کا مدار ہوتا ہے۔ اذا لعماد فی الاصل عمد تقوم علیها الأبنیة او الأبنیة الرفیعة (مواہب ص ۱۹۰) نویں خاتون کہنا یہ چاہتی ہے (ا) کہ میرے زوج کے خیمہ کے بانس یا محل کے ستون اونچے ہیں۔ بانس اور ستون اونچے ہوں گے تو خیمہ اور محل بھی رفیع ہوگا، بلندی والا ہوگا جو آسودہ حالی اور فراغ البالی سے کنایہ ہے اگر یہ حقیقت

Marfat.com

میں بھی واقعتاً بڑی عمارت ہے تو مراد وسعتِ رزق، کثرتِ اسباب اور مالداری کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ اونچے محل وہی لوگ تیار کر سکتے ہیں جو مالدار ہوتے ہیں

(۲) اور یہ بھی ممکن ہے کہ مطلب یہ ہو کہ اس کا مکان بلندی اور اونچائی پر واقع ہے، تب بھی درست ہے کیونکہ عربوں میں سخی اور کریم لوگ اپنا مکان بلند جگہ پر بناتے تھے تا کہ راہ گذر، مسافر اور پردیسی و پریشان حال لوگ دور سے مکان کو دیکھ کر بے تکلف چلے آئیں اور صاحبِ مکان کو ان کی خدمت کرنے، کھلانے اور سلانے کا موقع ملے، تو ظاہر ہے، اس صورت میں وہ خاتون رفیع العماد کہہ کر اس کی شرافت اور عظمتِ سخاوت کو بیان کرنا چاہتی ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، فالمعنیٰ ان ابنیته رفیعة وارتفاعها اما باعتبار ذاتها حقیقة و اما باعتبار شهرتها مجازا او با رتفاع موضعها بان بنی بیوتها فی المواضع المرتفعة لیقصدها الاضیاف و ارباب الحاجة (جمع ج۲ص ۶۵)

(۳) بعض حضرات نے یہ معنیٰ بھی بیان کیا ہے کہ اونچا مکان شرافت اور عظمتِ حسب ونسب سے کنایہ ہے، گویا میرا خاوند خاندانی نسبت اور وجاہت کے لحاظ سے بھی رفعتِ مقام پر ہے، أی رفیع الذکر عالی الحسب والنسب (اتحافات ص ۳۰۲)

دوسری خصلت :

عظیم الرماد : میرے شوہر کی دوسری خصلت یہ ہے کہ بڑی راکھ والا ہے۔ رماد، راکھ کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ارمدہ آتی ہے۔ عظیم کا معنیٰ کثیر اور زیادہ۔ ظاہر ہے کہ راکھ تب زیادہ بنے گی جب لکڑی زیادہ جلے گی، گویا میرے شوہر کے ہاں کثرت سے لکڑی جلتی اور راکھ بنتی ہے، دن کو مہمانوں کے لئے کھانا پکانے میں اور رات کو بھی کھانے پکانے اور مہمانوں کو اپنے گھر کا راستہ دکھانے میں کہ مہمان آگ کی روشنی دیکھ کر اس طرف رُخ کریں گے۔ یہ شوہر کی کثرتِ سخاء سے کنایہ ہے۔

شیخ احمد عبدالجوادؒ لکھتے ہیں، وهو کنایة عن کثرة الضیفان، و بسطة الید، لان کثرة الرماد تستلزم کثرة الوقود، وهی تستلزم کثرة الخبز والطبخ و هی تستلزم

Marfat.com

كثرة الضيفان الأكلين ، وهذا شأن الكرماء (اتحافات: ص ۳۰۲)

تیسری خصلت :

طويل النجاد : نجاد تلوار کے پرتلہ کو کہتے ہیں۔ ظاہر ہے جس کی تلوار کا پرتلہ طویل ہوگا اس کی تلوار بھی لمبی ہوگی۔ عربی محاورہ میں طویل القامت ہونے سے کنایہ ہے۔ هی حمائل السيف و هی كناية عن طول القامة (اتحافات ص ۳۰۲) جو اس کی بہادری، امورِ حرب و جہاد پر دسترس اور اپنے احکام وعزائم پر کمالِ قدرت و تنفیذ اور شجاعت وسخاوت پر بھی دلالت کرتا ہے۔

جیسے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں ' و يمكن ان يكون كناية عن سعة حكمه على اتباعه و اشياعه كما يقال سيف السلطان طويل اى يصل حكمه الى اقصٰى ملكه وايضاً فيه ايماء الى شجاعته المستلزمة غالباً لسخاوته (جمع ج ۲ ص ۶۵)

چوتھی خصلت :

قريب البيت من الناد ' الناد ' مجلسِ مشاورت کو کہتے ہیں۔ اسی سے دار الندوة آیا ہے۔ اى مجلس القوم و متحدثهم (جمع ج ۲ ص ۶۵) اصل میں النادی ہے۔ ی سجع کلام کے لئے حذف ہوئی ہے۔ اى الموضع الذى يجتمع فيه وجوه القوم للتشاور و التحدث (مناوی ج ۲ ص ۶۵) میرے شوہر کا گھر مجلس القوم (ٹاؤن ہال، اسمبلی ہال، لیبر ہال اور تکیہ گاہ وغیرہ) کے قریب ہے کیونکہ وہ آسودہ حال بھی ہے۔ جذبۂ خدمت سے سرشار بھی' سردار بھی ہے اور عظمتِ حیثیت کا مالک بھی۔ اسے سرداری بھی حاصل ہے اور مقامِ سخاوت بھی' وہ خود بھی رئیس ہے اور رؤسائے قوم کا میزبان بھی۔ و انما قرب بيته من النادى ليعلم الناس مكانه و مكانته (جمع ج ۲ ص ۶۵) (اور میرے شوہر کا گھر مجلس القوم کے اس لئے قریب ہے کہ لوگوں کو اس کے مکان اور اس کی شان و مرتبہ سے آگاہی ہو) و قرب البيت كناية عن السؤدد و المجد و هذه اوصاف ممدوحة (اتحافات ص ۳۰۲) (اور گھر کا قریب ہونا یہ سرداری اور بلندی شان سے کنایہ ہے اور یہ سب

Marfat.com

اچھے اوصاف ہیں)

دسویں خاتون کا بیان :

قَالَتِ الْعَاشِرَةُ زَوْجِی مَالِکٌ وَمَا مَالِکٌ مَالِکٌ خَیْرٌ مِنْ ذٰلِکَ لَهُ اِبِلٌ کَثِیْرَاتُ الْمُبَارِکِ قَلِیْلَاتُ الْمَسَارِحِ اِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ اَیْقَنَّ اَنَّهُنَّ هَوَالِکُ

ترجمہ: دسویں عورت نے کہا کہ میرا خاوند مالک ہے، مالک کا کیا حال بیان کروں، وہ ان سب سے جواب تک کسی نے تعریف کی ہے یا اُن سب تعریفوں سے جو میں بیان کروں گی بہت ہی زیادہ قابل تعریف ہے، اس کے اونٹ بکثرت ہیں، جو اکثر مکان کے قریب بٹھائے جاتے ہیں، چراگاہ میں چرنے کے لئے کم جاتے ہیں، وہ اونٹ جب باجہ کی آواز سنتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہلاکت کا وقت آ گیا۔

زوجی مالک 'میرے شوہر کا نام مالک ہے۔ فما مالک اور میں کیسے بیان کروں کہ مالک کیا ہے۔ یہ استفہامِ تعظیم و تفخیم ہے' گویا کہنا چاہتی ہیں کہ مالک ایک عظیم انسان ہے۔ اس کی عظمتِ شان کے پیشِ نظر الفاظ میں اس کی تعریف بھی نہیں کی جاسکتی۔ وهو استفهام تعظيم وتفخيم (مواہب ص۱۹۱) علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں فما مالک هذا تعجيب من امره و شانه و تعجيز عن كنه بيانه كقوله تعالىٰ الحاقة ما الحاقة فالاستفهام للتعظيم و التعجيب والتفخيم (جمع ج۲ ص۶۵) (مالک کیا ہے یہ گویا اس کی شان ومرتبہ سے تعجب وحیرانگی ہے اور اس کے بیانِ حقیقت سے عاجزی کا اظہار ہے جیسے الحاقة ما الحاقة میں بھی استفہام اس کی عظمت تعظیمِ شان اور تعجب کے لئے ہے) اسی طرح قرآن مجید میں اس کی ایک اور نظیر بھی موجود ہے القارعة ۝ ما القارعة ۝ و ما ادرک ما القارعة

مالک خیر من ذلک 'ذلک اسم اشارہ یا تو ساتھ والی مذکورہ قریبہ خاتون کی طرف اشارہ ہے یا پھر سابقہ تمام خواتین مذکورات کی طرف اشارہ ہے، یعنی میرا شوہر سابقہ مذکورہ خاتون کے خاوند سے یا تمام خواتین کے شوہروں سے بہتر ہے ...... انه خطاب

Marfat.com

لاحداهن من المجاورات اولجنسهن من المخاطبات ای زوجی مالک خیر من زوج التاسعة او من جميع النساء السابقة (جمع ج۲ص۶۵)

کثرتِ مال کی عمدہ تعبیر:

له ابل...... مبارک، مبرک کی جمع ہے، اسمِ ظرف، بمعنی اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہیں، یا اونٹوں کے بیٹھنے کے زمانے، یا مصدر میمی ہے بمعنی البروک کے جمع المبرک و هو محل بروک البعير أو زمانه او مصدر میمی بمعنی البروک (جمع ج۲ص۶۶)

دسویں خاتون یہ کہنا چاہتی ہے کہ میرا شوہر مالدار بھی ہے۔ اس زمانے میں بہترین مال اونٹ تھے، وہ اس کے پاس کثیر ہیں، مالداری کے ساتھ ساتھ اس میں سخاوت و خدمتِ خلق کا جذبہ ہے، اس لئے گھر کے قریب اونٹوں کے بٹھانے کی جگہیں بہت ہیں، بجائے چراگاہ میں بھیجنے کے وہ قریب رکھتے ہیں تاکہ مہمان آئیں تو ان کی ضیافت کے لئے چراگاہ جانے اور وہاں سے اونٹ لانے کے بجائے قریب سے بہ سہولت اونٹ اٹھا کر ضیافت میں فوری ذبح کر دیا جائے اور دودھ دوہ کر فوراً پیش کیا جاسکے۔

قليلات المسارح، المسارح کا مفرد مسرح ہے، وهو اما مصدر او اسم زمان او مکان (جمع ج۲ص۶۶) سرحت الماشية سے ماخوذ ہے بمعنی چرانے کے قرآن میں بھی یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے، ولكم فيها جمال حين تريحون و حين تسرحون (النحل:۶)

(تمہارے لئے ان چوپایوں میں حسن و جمال ہے جس وقت کہ شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب چرانے کو نکالتے ہو) یہ ماقبل کی تاکید ہے۔ مقصد یہ ہے کہ باوجود کثرت کے وہ دن کو جنگلوں میں نہیں چرائے جاتے اور کسی وقت بھی گھر کے قریب سے دور نہیں بھیجے جاتے یا معنیٰ یہ ہے کہ دور کی چراگاہوں میں صرف تھوڑے سے وقت کے لئے بقدرِ ضرورت بھیجے جاتے ہیں۔ اکثر اوقات وہ گھر کے قریب ٹھہرائے جاتے ہیں، تاکہ اگر مہمان تشریف لائیں تو فوراً دودھ اور گوشت سے ان کی تواضع کی جاسکے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں حتیٰ اذا نزل ضيف يقريه من البانها و لحومها (جمع ج۲ص۶۶)

Marfat.com

کمالِ سخاوت کی عمدہ تعبیر :

اذا سمعن ...... یعنی صرف یہ نہیں کہ میرے شوہر مالدار ہیں اور صاحبِ جود وسخا ہیں ، بلکہ ہمارے اونٹ بھی اس کے عادی ہیں ، وہ جوں ہی مہمانوں کی آمد پر ان کے لئے بجائے جانے والے استقبالی باجے اور ساز و رباب کی آواز سنتے ہیں تو انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ ان میں کسی ایک کی ذبیحہ و ہلاکت کی باری قریب ہے ، ملا علی قاریؒ آئندہ عبارت میں یہی ذکر کرتے ہیں یعنی انه من کرمه وجوده عود ابله بانه اذا نزل الاضیاف به ان یاتیهم بالمعازف کالرباب و یسقیهم الشراب و یطعمهم الکباب فاذا سمعت الابل ذلک الصوت من الباب علمت انهن منحورات بلا حساب (جمع ج۲ص۶۶) مزھر ، باجے کو کہتے ہیں ، وھو العود الذی یضرب علیه عند الغناء (اتحافات:۲۰۳) جو باجا ہاتھ سے بجایا جائے ، اسے مز مار اور جو لکڑی سے بجایا جائے ، اسے مزھر کہتے ہیں ، اس کی جمع مزاھیر آتی ہے۔

گیارہویں خاتون کا بیان :

قَالَتِ الْحَادِيَةَ عَشَرَةَ زَوْجِیْ اَبُوْزَرْعٍ وَ مَا اَبُوْزَرْعٍ اَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ اُذُنَیَّ وَ مَلَاءَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَیَّ وَ بَجَّحَنِیْ فَبَجَحَتْ اِلَیَّ نَفْسِیْ وَ جَدَنِیْ فِیْ اَهْلِ غُنَیْمَةٍ بِشِقٍّ فَجَعَلَنِیْ فِیْ اَهْلِ صَهِیْلٍ وَ اَطِیْطٍ وَ دَآئِسٍ وَ مُنَقٍّ فَعِنْدَهٗ اَقُوْلُ فَلَا اُقَبَّحُ وَ اَرْقُدُ فَاَتَصَبَّحُ وَ اَشْرَبُ فَاَتَقَمَّحُ اُمُّ اَبِیْ زَرْعٍ فَمَا اُمُّ اَبِیْ زَرْعٍ عُكُوْمُهَا رَدَاحٌ وَ بَیْتُهَا فَسَاحٌ ، اِبْنُ اَبِیْ زَرْعٍ فَمَا اِبْنُ اَبِیْ زَرْعٍ مَضْجَعُهٗ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ وَتُشْبِعُهٗ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ. بِنْتُ اَبِیْ زَرْعٍ فَمَا بِنْتُ اَبِیْ زَرْعٍ طَوْعُ اَبِیْهَا وَ طَوْعُ اُمِّهَا وَ مِلْءُ كِسَآئِهَا وَغَیْظُ جَارَتِهَا جَارِیَةُ اَبِیْ زَرْعٍ فَمَا جَارِیَةُ اَبِیْ زَرْعٍ لَا تَبُثُّ حَدِیْثَنَا تَبْثِیْثًا وَ لَا تَنْقُثُ مِیْرَتَنَا تَنْقِیْثًا وَلَا تَمْلَاُ بَیْتَنَا تَغْشِیْشًا. قَالَتْ خَرَجَ اَبُوْزَرْعٍ وَالْاَوْطَابُ تُمْخَضُ فَلَقِیَ امْرَاَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا كَالْفَهْدَیْنِ یَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَیْنِ فَطَلَّقَنِیْ فَنَكَحَهَا

Marfat.com

فَنَکَحتُ بَعدَہٗ رَجُلاً سَرِیًّا رَکِبَ شَرِیًّا وَ اَخذَ خَطِّیًّا وَ اَرَاحَ عَلَیَّ نِعَمًا ثرِیًّا وَ اَعطَانِی مِن کُلِّ رَآئِحَۃٍ زَوجًا وَ قَالَ کُلِی اُمَّ زَرعٍ وَ مِیرِیْ اَھلَکِ. فَلَو جَمَعتُ کُلَّ شَیْءٍ اَعطَانِیہِ مَا بَلَغَ اَصغَرَ اٰنِیَۃِ اَبِی زَرعٍ قَالَتْ عَآئِشَۃُ فَقَالَ لِی رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کُنتُ لَکِ کَاَبِی زَرعٍ لِاُمِّ زَرعٍ۔

ترجمہ : گیارھویں عورت ام زرعہ نے کہا کہ میرا خاوند ابوزرع تھا۔ ابوزرع کی کیا تعریف کروں، زیوروں سے میرے کان جھکا دیئے (اور کھلا کھلا کر) چربی سے میرے بازو پُر کر دیئے مجھے ایسا خوش و خرم رکھا کہ میں خود پسندی اور عجب میں اپنے آپ کو بھلی لگنے لگی، مجھے اس نے ایک ایسے غریب گھرانے میں پایا تھا، جو بڑی تنگی کے ساتھ چند بکریوں پر گزر کرتے تھے اور وہاں سے ایسے خوش حال خاندان میں لے آیا جن کے یہاں گھوڑے اونٹ کھیتی کا بیل اور کسان (ہر قسم کی ثروت موجود تھی) (اس سب کے علاوہ اُس کی خوش خلقی کہ) میری کسی بات پر بھی مجھے برا نہیں کہتا تھا۔ میں دن چڑھے تک سوتی رہتی تو کوئی جگا نہیں سکتا تھا۔ کھانے پینے میں ایسی ہی وسعت کہ میں سیر ہو کر چھوڑ دیتی تھی (اور ختم نہ ہوتا تھا) ابوزرع کی ماں، (میری خوشدامن) بھلا اس کی کیا تعریف کروں، اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرپور رہتے تھے، اس کا مکان نہایت وسیع تھا (یعنی مالدار بھی تھی اور عورتوں کی عادت کے موافق بخیل بھی نہیں تھی، اس لئے کہ مکان کی وسعت سے مہمانوں کی کثرت مراد لی جاتی ہے) ابوزرع کا بیٹا بھلا اس کا کیا کہنا وہ نورٌ علیٰ نور ایسا پتلا دُبلا چھریرے بدن کا اس کے سونے کا حصہ (یعنی پسلی وغیرہ) ستی ہوئی ٹہنی یا ستی ہوئی تلوار کی طرح سے باریک، بکری کے بچے کا ایک دست اس کے پیٹ بھرنے کے لئے کافی۔ یعنی بہادر کہ سونے کے لئے لمبے چوڑے انتظامات کی ضرورت نہ تھی، سپاہیانہ زندگی ذرا سی جگہ میں تھوڑا بہت لیٹ لیا، اسی طرح کھانے میں بھی مختصر مگر بہادری کے مناسب گوشت کے دو چار ٹکڑے اس کی غذا تھی۔ ابوزرع کی بیٹی بھلا اس کی کیا بات، ماں کی تابع دار، باپ کی فرماں بردار، موٹی تازی سوکن کی جلن تھی (یعنی سوکن کو اس کے کمالات سے جلن پیدا ہو۔ عرب میں مرد کے چھریرا ہونا اور عورت کے لئے موٹی تازی ہونا ممدوح شمار کیا جاتا ہے)

Marfat.com

ابوزرع کی باندی کا بھی کمال کیا بتاؤں، ہمارے گھر کی بات کبھی بھی باہر جا کر نہ کہتی تھی، کھانے تک کی چیز بھی بے اجازت خرچ نہ کرتی تھی، گھر میں کوڑ کباڑ نہیں ہونے دیتی، مکان کو صاف شفاف رکھتی تھی، ہماری یہ حالت تھی کہ لطف سے دن گذر رہے تھے کہ ایک دن صبح کے وقت جب دودھ کے برتن بلوئے جا رہے تھے، ابوزرع گھر سے نکلا راستہ میں ایک عورت پڑی ہوئی ملی، جس کی کمر کے نیچے چیتے جیسے دو بچے اناروں سے کھیل رہے تھے (چیتے کے ساتھ تشبیہ کھیل کود اور اناروں سے یا تو حقیقۃً انار مراد ہیں کہ اُن کو لڑھکا کر کھیل رہے تھے، یا دو اناروں سے اس عورت کے دونوں پستان مراد ہیں) پس وہ کچھ ایسی پسند آئی کہ مجھے طلاق دیدی اور اس سے نکاح کر لیا (طلاق اس لئے دی کہ سوکن ہونے کی وجہ سے اس کو رنج نہ ہو اور اس کی وجہ سے مجھے طلاق دیدینے سے اس کے دل میں ابوزرع کی وقعت ہو جائے) ایک روایت میں ہے، اس سے نکاح کر لیا نکاح کے بعد وہ مجھے طلاق دینے پر اصرار کرتی رہی، آخر مجھے طلاق دے دی۔ اس کے بعد میں نے ایک اور سردار شریف آدمی سے نکاح کر لیا جو شہسوار ہے اور سپہ گر ہے، اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور اونٹ گائے بکری وغیرہ ہر چیز میں سے ایک ایک جوڑا مجھے دیا اور یہ بھی کہا کہ ام زرع خود بھی کھا اور اپنے میکہ میں جو چاہے بھیج دے، لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اس کی ساری عطاؤں کو جمع کروں تب بھی ابوزرع کی چھوٹی سے چھوٹی عطا کے برابر نہیں ہو سکتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ قصہ سنا کر مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ میں بھی تیرے لئے ایسا ہی ہوں، جیسا کہ ابوزرع ام زرع کے واسطے۔

قانونِ نحوی:

قالت الحادیة عشرة! دونوں جزء مؤنث ہیں اور یہی نسخہ صحیح ہے اور اُصول کے مطابق ہے بعض نسخوں میں جزء اول کی تذکیر اور ثانی کی تانیث یعنی الحادی عشرة اور بعض میں اس کے بالعکس مذکور ہے اور یہ دونوں اُصولِ عربیت کے خلاف ہیں لما تقرر فی علم العربیة من انه یقال الحادی عشر فی المذکر بتذکیر الجزئین والحادیة

عشرة فی المؤنث بتأنیث الجزأین۔(مواہب ص۱۹۱)
(کیونکہ علومِ عربیہ (صرف نحو) میں یہ ثابت اور مقرر ہو چکا ہے کہ مذکر میں الحادی عشر دونوں جز کی تذکیر کے ساتھ پڑھا جائے گا اور مؤنث میں الحادیۃ عشرۃ دونوں جز مؤنث ہوں گے)

وجہ تسمیہ حدیث :

اس حدیث کا نام بھی حدیثِ اُمّ زرع مشہور ہے۔ بعض محدثینؒ نے علیحدہ رسالہ کی صورت میں بھی یہ حدیث نقل کی ہے ۔ زوجی ابوزرع میرے خاوند کا نام ابوزرع تھا، چونکہ گیارہویں خاتون کا شوہر مالدار تھا، کھیتی باڑی اور کافی صاحبِ جائیداد تھا، انہار و باغات کا مالک تھا۔ گھوڑے اور اونٹ' بھیڑ بکریاں بھی کثیر تعداد میں اس کی مملوک تھیں۔ محلات و مکانات بھی تھے اور اللہ نے اولاد بھی عنایت فرمائی تھی۔ اس لئے ابوزرع کہنے میں ایک خاص لطافت ہے۔ شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں، کنایة عن کثرة زرعه و وفرة نعمه و یحتمل ان یکون الزرع بمعنی الولد (اتحافات ص۳۰۳) (کہ ابوزرع کھیتی باڑی اور کثرتِ نعمت و جائیداد سے کنایہ ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ زرع بمعنیٰ اولاد کے ہو (یعنی کثیر الاولاد بھی تھے) شیخ ابراہیم الیجوریؒ ابوزرع کی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں : کنته بذلک لکثرة زرعه کما یدل علیه مازاده الطبرانی من قولها صاحب نعم و زرع و یحتمل انها کنته بذلک تفاؤلا بکثرة اولاده (مواہب ص۱۹۱) (اس کی بیوی نے اس کو بوجہ کثرت کھیتی باڑی اور باغات کے ابوزرع کے کنیت سے موصوف کیا جیسے کہ اس پر طبرانی کی روایت میں اس کی بیوی کے اس قول کی زیادتی ہے کہ وہ جانوروں کھیتوں اور باغات کے مالک ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ بطورِ تفاؤل اور نیک فالی کثرتِ اولاد سے کنایہ بیان کیا ہو)

استفہام برائے تعظیم و تفخیم :

وما ابوزرع' یہاں ما استفہامیہ ہے بمعنیٰ تعظیم کے، مبتدا واقع ہے اور اس

Marfat.com

کے مابعد خبر ہے۔ فما استفهامية بمعنى التعظيم مبتداء و مابعده خبره من قبيل الحاقة ما الحاقة ۔(مناوی ج۲ص۶۶) و ما ابوزرع' کی طرح استفہامیہ کلام تعظیم و تفخیم کے لئے ہوتا ہے۔ قرآن میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں۔ وما ادراک مالیلة القدر (سورۃ قدر)(تجھے کیا خبر کہ لیلۃ القدر کیا ہوتی ہے)

لفظِ اناس اور حلی کا معنیٰ و تشریح :

اناس من حلی اذنی : اناس ' اقام کے وزن پر ہے۔ النوس سے ماخوذ ہے۔ وهو التحرّک الشی متدلیاً (جمع ج۲ص۶۶)(کسی چیز کو ناز و نخرہ کر کے حرکت دینا) اناسه ای حرکه غیره ای اثقل باب افعال سے بمعنی لٹکانے اور جھکانے کے۔ حلی اسم جنس ہے بمعنی زیور یا حلیة کی جمع ہے، بمعنی زیور کے وهی الصیغة للزينة اور تنوینِ تنکیر، تعظیم کے لئے ہے اور اسی میں بلاغت پنہاں ہے' والتنکیر للتعظیم (جمع ج۲ص۶۶) (اور حلّی کی تنکیر تعظیم کے لئے ہے) وفيه البلاغة مالا يخفی (مناوی ج۲ص ۶۶) (اور اس میں بے تحاشا بلاغت مخفی ہے)

امّ زرع بتانا چاہتی ہے کہ میرے شوہر مالدار بھی ہیں اور مجھ پر مہربان اور شفیق بھی' اس نے مجھے سونے کے اس قدر زیورات پہنائے کہ اس کے بوجھ نے میرے کانوں کو جھکا دیا اور لٹکا دیا۔ وهذا التعبير يفيد عظم الحلية التی وضعت فی أذنيها (اتحافات:۳۰۳) (اور ان الفاظ سے تعبیر کرنا اس کے کانوں میں پہنے ہوئے زیورات کا بھاری اور قدر و قیمت والے ہونے کا فائدہ دے رہے ہیں)

بازوؤں کے موٹاپے کا ذکر :

وملأ من شحم عضدی ، من ' تعلیلیہ ہے یعنی عمدہ کھانوں' بہترین غذاؤں اور میرے لئے کھانے کھلانے کے خصوصی اہتمام نے میرے بازوؤں کو موٹا کر دیا۔ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ میرے زوج کی معیشت بہت عمدہ ہے، فقط عضدین کے ذکر پر اکتفا کیا ، لان سمنهما دلالة علی سمن الجسم (اتحافات ص۳۰۳) (اس لئے کہ بازوؤں کا

Marfat.com

موٹا پن جسم کے موٹاپے پر دلالت کرتا ہے و یمکن ان یکون کنایة عن قوة یدیها و سائر بدنها او کنایة عن حسن حالها و طیب معاشرته ایاها (جمع ج۲ص۶۶) (اور یہ بھی ممکن ہے کہ ملأ من شحم عضدی ہاتھوں اور باقی بدن کی زور وقوت سے کنایہ ہو یا اس کی خوشحالی اور خاوند کے اچھے برتاؤ سے کنایہ ہو)

زوجہ کو انتہا درجہ خوش کر دیا :

و بجحنی فبجحت الیّ نفسی :اس نے مجھے اس قدر خوش کر دیا، ای فرّحنی و قیل عظمنی (مناوی ج۲ص۶۷) کہ میں خوش ہو گئی۔ اس نے مجھے اس قدر عظمت دلائی کہ میں خود کو عظیم محسوس کرنے لگی۔ ای فرحنی ففرحت او عظمنی فعظمت نفسی عنده (مناوی ج۲ص۶۷) (مجھے اتنی قدر و عزت دی کہ میں خود کو بڑی معزز سمجھنے لگی) شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں، ای عظمنی ' فعظمت عنه نفسی و قال الشاعر ......

و ما الفقر من أرض العشیرة ساقنا إلیک و لکنا بقرباک نبجح

(اتحافات ص۳۰۳)

(اور مجھے اپنے خاندان وقبیلہ اور وطن سے تیری طرف فقر وغربت نہیں لائی لیکن تیری قربت اور نزدیکی میں خوشی اور بڑا بننا نصیب ہوا)

غریب خاندان سے اُٹھا کر مالداروں میں جگہ دی :

وجدنی فی اهل غنیمة بشق ' غنم بکری کو کہتے ہیں۔ غنیمة اس سے تصغیر ہے اور تصغیر تقلیل کے لئے ہے۔ ای التصغیر للتقلیل ای أهل غنم قلیلة (مواہب ص۱۹۲) شق کے تین معانی نقل ہوئے ہیں (۱) خاص مقام یعنی معین جگہ کا نام (۲) دامنِ کوہ یا کنارۂ پہاڑ (۳) اگر بکسر الشین ہو تو بمعنیٰ مشقت ہے، فتح شین کے ساتھ پڑھیں تو پہلے دونوں معانی مراد ہیں، وهو المعروف لاهل اللغة. (مواہب ص۱۹۶) اور شین کسرہ کے ساتھ پڑھیں تو تیسرا معنیٰ مراد ہے، وهو المعروف لاهل الحدیث (مواہب ص۱۹۲)

گیارہویں خاتون بتانا چاہتی ہے کہ میں ایک غریب وفقیر خاندان سے ہوں اور

Marfat.com

میرے والدین معمولی حیثیت کے لوگ تھے، جن کا گذراوقات محض تھوڑی بکریوں پر ہوا کرتا تھا۔ فجعلنی فی اهل صهیل و اطیط و دائس و منق، پھر میرا شوہر مجھے ایسے لوگوں میں لے آیا، جو گھوڑوں والے اونٹوں والے تھے، اناج گاہنے والے اور اسے صاف کرنے والے تھے، مراد خوش حال اور متمول لوگ ہیں۔ صہیل گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز کو کہتے ہیں، هو صوت الخيل 'اطیط اونٹوں کی آواز کو کہتے ہیں هو صوت الابل ارادت انها كانت فی اهل قلة فنقلها الی اهل كثرة و ثروة لان اهل الخیل والابل اعظم و اشرف من اهل الغنم (مناوی ج۲ص۶۷) (ام زرع کا مطلب یہ ہے کہ میں معاشی طور پر تنگدست غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی تو ابوزرع نے بہت مالدار اور خوشحال گھرانے میں مجھے نقل کر دیا اس لئے کہ گھوڑوں اور اونٹوں والے عرف میں بکریوں والوں سے معزز اور شریف شمار ہوتے ہیں)

دائس :اسم فاعل ہے، اس سے مصدرُ دوس داسا اور دیاسة آتا ہے، معنیٰ خرمن کو پاؤں سے روند کر دانے نکالنا، اگر دائس سے مراد بیل ہے تو پھر صہیل پر عطف ہے اور اگر مراد وہ لوگ ہیں جو بیلوں کو ہانکتے اور اُن کے بازوں سے دانے نکلواتے ہیں تو پھر فی کے تحت آئے گا اور اہل پر عطف ہوگا۔

منق : تنقية سے ماخوذ ہے، بمعنیٰ اناج کو صاف کرنا اور کھانے کے قابل بنانا یا نقیق سے ماخوذ ہے بمعنیٰ مرغی کا ذبح ہونے کے وقت آواز نکالنا ...... فالصحيح انه من التنقية فهو الذی ينقی الحب و يصلحه و ينظفه من التبن وغيره بعد الدوس بغربال وغيره وهذا المعنىٰ هو المناسب فی المقام ...... و قيل الاولىٰ تفسير المنق بذابح الطير لانه عند ذبحه ينق فيصير هو ذا نقيق ای جعلنی من اهل ذابحی الطير و طاعمی لحومها (جمع ج۲ص۶۷)

پہلے معنیٰ کی صورت میں خاتون یہی بتانا چاہتی ہے کہ مجھے میرے شوہر نے زراعت پیشہ خاندان میں جگہ دی ہے، جو اناج کو صاف کر کے کھاتے ہیں، جن کے مال کثیر ہیں، جن کی نعمتیں بہت ہیں، جن کے احوال قابل رشک ہیں، دوسرے معنیٰ کی مراد بھی یہی

Marfat.com

ہے کہ مجھے اس نے ان لوگوں میں جگہ دی ہے جو پرندوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت کھانے والے ہیں، یہ کنایۃ ہے اس بات سے کہ اس کا شوہر مرغیوں اور جنگلی پرندوں کے گوشت سے اس کی تربیت کرتا ہے، گویا وہ عمدہ گوشت کھانے اور کھلانے والے خوشحال لوگ ہیں۔

زوج اور سسرال کے عمدہ اخلاق :

فعندہ ...... شوہر اور اس کے خاندان کے عمدہ اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے کہتی ہے کہ جب میں ان کے سامنے بات کرتی ہوں تو میری کرامت و اکرام اور عزت افزائی کے پیش نظر میری کسی بات کا وہ برا نہیں مناتے۔ **فلا انسب الی تقبیح شئی من الافعال** (جمع ج۲ص ۶۸) وہ میرے ذاتی اعزاز کے پیش نظر میری کسی بات کو رد نہیں کرتے کہ میرا کلام انہیں پسند ہے اور میری ہر ادا اور ہر بات سے اُن کی محبت ہے، جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے، **لا تقبحوا الوجوہ ای لاتقولوا قبح اللّٰہ وجہ فلان** (جمع ج۲ص ۶۷) (تم چہروں کی قباحت نہ کیا کرو یعنی یہ نہ کہا کرو کہ اللہ تعالیٰ فلاں کی چہرے کو قبیح کر دے)

وارقد فأتصبح ، بعض نسخوں میں ارقد کی جگہ انام آیا ہے، تصبّح، تفعّل کے باب سے ہے۔ یعنی صبح کو اُٹھنا جب خوب دن چڑھ آئے یعنی میں اپنی مرضی سے سوتی اور اپنی مرضی سے اُٹھتی ہوں، سو جاتی ہوں، تو میرے آرام و راحت کے پیش نظر مجھے نیند سے نہیں اُٹھایا جاتا، کوئی خدمت اور کام مجھ سے نہیں لیا جاتا کہ ان کے پاس کام کرنے والے خدم و حشم پہلے سے موجود ہوتے ہیں، تو میری خدمت اور ضرورت انہیں محسوس ہی نہیں ہوتی۔

واشرب فاتقمح' جب میں کوئی مشروب (نبیذ' دودھ' شربت' ٹھنڈا پانی) پیتی ہوں تو خوب سیر ہو کر پیتی ہوں یعنی جب سیر ہو جاتی ہوں، تب اسے چھوڑتی ہوں۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، **والمعنیٰ لا أتألم منہ لا من حیث المرقد ولا من حیث المأکل والمشرب** (جمع ج۲ص ۶۸) (مطلب یہ کہ کھانے پینے اور سونے میں مجھے ابوزرع کی طرف سے کوئی مشکل اور تکلیف در پیش نہیں ہوتی) باقی رہی یہ بات کہ پینے کا ذکر کیا اور کھانے کا ذکر نہ کیا، تو ظاہر ہے کہ پینا، کھانے کے بعد ہوتا ہے، جب پینے میں یہ اکرام

Marfat.com

ہے تو کھانے میں تو لا محالہ ہوگا، انما لم تذکر الأکل اما اکتفاء او لأن الشرب متفرع علیه او لانه قد علم مما سبق (جمع ج۲ص۶۸) (ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کھانے کا تذکرہ یہاں نہیں کیا گیا یا تو اشرب فاتقمح پر اکتفاء کیا (کہ پینے کے ذکر سے اکتفاء کیا گیا) اور یا اس لئے کہ پینا تو کھانے پر متفرع ہے (یعنی پینا تو کھانے کے بعد ہی ہوتا ہے) یا پھر یہ سابقہ کلام سے پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے)

امّ ابی زرع کے احوال :

اب تک تو امّ زرع نے اپنے خاوند کے حالات وصفات بیان کئے۔ اب خاندان کے دیگر افراد کا حال بیان کرتی ہوئی سب سے پہلے اپنی ساس کی توصیف بیان کرتی ہیں۔ امّ ابی زرع فما امّ ابی زرع : ابوزرع کی ماں یعنی میری ساس کا کیا کہئے؟ میں تمہیں بتاؤں کہ اس کا کیا مقام ہے، مالداری' کشادہ حالی' وسعتِ مال ودار، کیا کیا نعمتوں سے اللہ نے نوازا ہے۔ عموماً ہوتا یہ ہے کہ خواتین اپنی ساس کی صفت اور مدح کم بیان کرتی ہیں، مگر یہاں تو بات ہی کچھ اور ہے، اعلاماً بانها فی نهاية حسن الخلق و کمال الانصاف (مناوی ج۲ص۶۸) (یہ بتلانا چاہتی ہے کہ میری ساس انتہائی با اخلاق اور کامل انصاف والی عورت ہے)

عکومها رداح ! عکوم ' عکم کی جمع ہے سامان رکھنے کے برتن کو کہتے ہیں، وهی اوعية المتاع (اتحافات: ص۳۰۳) و قيل نمط تجعل فيه النساء ذخائرها (مناوی ج۲ص۶۸) (اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک خاص قسم کی ٹوکری جس میں عورتیں اپنے سامان وغیرہ محفوظ کرتی ہیں) رداح بڑے بھاری اور زیادہ برتنوں کو کہتے ہیں، عظيمة ثقيلة کثيرة (مناوی ج۲ص۶۸) یعنی میرے ساس کے گھر کے برتن بڑے کشادہ اور وسیع ہیں، جن میں اناج اور کھانے پینے کی اشیاء ہروقت وافر مقدار میں موجود رہتے ہیں ۔وبيتها فساح اس کا گھر بھی کشادہ اور صحن بڑا وسیع ہے، ای فسيح کطويل و طوال (مناوی ج۲ص۶۸) قرآن میں بھی اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے ، فافسحوا يفسح الله لکم وفی معناه حديث خير المجالس [illegible] ای اوسعها ۔([illegible] ج۲ص۶۸)

Marfat.com

(کشادگی کرو اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی نصیب کرے گا اور اسی معنیٰ میں یہ حدیث ہے کہ اچھی مجالس (نشستیں) وہ جو وسیع اور کشادہ ہوں) یہ اس کی ساس کی دولت ثروت، کثرت نعمت اور کثیر اہل خدمت کے وجود کی دلیل بھی ہے، و ذلک دلیل علی الثروۃ و کثرۃ النعمۃ (جمع ج۲ص۶۹)

شوہر کی پہلی بیوی سے بیٹے کا ذکر :

ابن ابی زرع و ما ابن ابی زرع......مسلّ : سلول سے ہے نصر کے باب سے آتا ہے بمعنیٰ کھینچنے اور چھیلنے اور صاف کرنے کے۔ شطبۃ: کا معنیٰ تراشی ہوئی شاخ، یعنی ابن ابی زرع کا بدن ہلکا پتلا اور چھریرا ہے، جو عرب کے عرف عام میں پسندیدہ ہے، جو سونے کے وقت بہت ہی کم جگہ گھیرتا ہے۔ شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں، ھی جریدۃ النخل الرطبۃ ای مکان نومہ خفیف لطیف نظیف (اتحافات ص۳۰۴) شطبۃ کا معنیٰ کھجور کی شاخ، کھجور کی شاخ کو جب کھینچا جائے تو وہ مناسب نشان ڈالتی ہے اور بالکل صاف نشان پڑتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس کے بستر پر سلوٹ نہیں پڑتی یعنی وہ مغلوب النوم نہیں ہے، بلکہ اس کا سونا مہذب ہے۔ یا مسل :ظرف مکان ہے اور شطبۃ کا معنیٰ تلوار، ابن ابی زرع کا بدن میان سے نکلی ہوئی تلوار کی طرح صاف، ستھرا، پاکیزہ باریک اور چمکدار ہے۔ اس کے سونے کی جگہ مثل مقام سلولِ تلوار کے ہے یا نیامِ سیف کی طرح قلیل ہے اور ہوشیار ہے کہ غافلوں کی طرح چت نہیں لیٹتا کہ بہت سی جگہ گھیر کر سوجائے۔

وتشبعہ ذراع الجفرۃ ، الجفرۃ: بکری یا بھیڑ کا چھوٹا بچہ جس کی عمر چار ماہ ہو اور جس کی کوکھیں شبع کی وجہ سے پُر ہوں۔ ولد الشاۃ اذا عظم واستکرش (مواھب: ص ۱۹۳)أنثی ولد المعز و قیل الضأن اذا بلغت اربعۃ اشھر و فصلت عن امھا و قد مدحتہ بقلۃ الأکل (اتحافات ص۳۰۴) (الجفرۃ کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ بکری یا بھیڑ کا چھوٹا بچہ جو چار ماہ کی عمر کو پہنچ جائے اور ماں کے دودھ سے جدا کر دیا جائے

Marfat.com

گویا ابن ابی زرع کے تھوڑے کھانے کی تعریف کی ہے) یعنی ابن ابی ذرع قلیل الاکل ہے، کھانا بہت کم کھاتا ہے، مگر کھاتا عمدہ ہے، چھوٹا گوشت اور وہ بھی پائے کا، فھو قلیل الاکل أو قليل اللحم و هو محمود شرعًا و عرفاً لاسيّما عند العرب (جمع ج۲ص ۶۹) (گویا وہ تھوڑے کھانے والا ہے یا موٹا نہیں ہے اور یہ شرعاً اور عرفاً قابل تعریف ہیں خصوصاً اہلِ عرب کے نزدیک)

بنتِ ابی زرع کا وصف :

بنت ابی زرع گیارہویں خاتون بیٹے کی توصیف کے بعد اب بیٹی کی صفت بیان کرتی ہیں فما بنت ابی زرع اس بات سے کنایہ ہے کہ ان کی بیٹی بھی ایک عظیم اِنسان ہے، ای هی شئی عظيم فالمقصود بالاستفهام التعظيم (مواہب: ص۱۹۳) طوع ابيها ...... الخ، طوع مصدر ہے بمعنٰی اسم فاعل کے یعنی ماں باپ کی مکمل فرمانبردار ہے، ای مطيعة لابيها و مطيعة لامها غاية الاطاعة (مواہب ص۱۹۳) طوع ابيها وامها کہنے کے بجائے لفظِ طوع کو امها کے ساتھ مستقل ذکر کر کے اس طرف اشارہ ہے کہ وہ والدین میں ہر ایک کی مستقلاً فرمانبرداری کرتی ہے۔ اشارة الى ان طاعة كل مستقلة (مواہب: ۱۹۳) ملأ كسائها : کساء کا لغوی معنٰی چادر اور کمبل ہے، یعنی کمبل کو بھر دینے والی ہے، گویا بھرے اور گداز جسم والی ہے اور عرب معاشرے میں عورت کے لئے بھرا جسم محمود وممدوح اور پسندیدہ ہے كناية عن ضخامتها وسمنها و امتلاء جسمها و كثرة شحمها ولحمها وهو مطلوب فى النساء (جمع ج۲ص۷۹) وغيظ جارتها، وہ اپنے پڑوسنوں کو غصہ اور غضب دلانے والی ہے۔ ایسی حسین متوازی جسم، عمدہ اخلاق، کریمانہ صفات کی مالکہ کہ اس کی پڑوسنیں اس سے حسد کرنے لگتی ہیں والمعنٰى انها محسودة لجارتها و انها لحسنها صورة وسيرة تغيظ جارتها (جمع ج۲ص۷۰) بعض شارحین نے یہاں جارۃ سے مراد سوکن بھی لیا ہے، والمراد منها ضرتها و سميت جارة للمجاورة بين الضرتين غالباً (مواہب: ۱۹۳)

Marfat.com

ابوزرع کی لونڈی کی صفت :

اب امّ زرع اپنے سسرال کی لونڈی کا ذکر کرتی ہیں، جاریة ابی زرع : یہاں پر جاریۃ بمعنیٰ 'مملوکة کے ہے کہ ابوزرع کی لونڈی کے کیا کہنے' وہ بھی بھلے مانس' شریف اور حیادار وعزت دار خاتون ہے ۔ لا تبث حدیثنا ، وہ ہماری باتوں کا ہمارے خاندانی امور کا اور گھریلو رازداریوں کا افشاء نہیں کرتی ، وہ عام خواتین کی طرح بات سے بتنگڑ نہیں بناتی ، نہ آگ لگاتی ہے اور نہ ناچاقیاں پیدا کرتی ہے، ای لاتنشر ولاتظهر ولا تذیع ولا تشیع (جمع ج۲ص۷۰) تبثیثا : مصدر من غیر بابه ہے ماقبل کی تاکید کے لئے آیا ہے، جیسے قرآن میں ہے، وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا (مزمل:۸) (اور منقطع ہو جا اس کی طرف منقطع ہو کر)

ولا تنقث میرتنا تنقیثا: نقث بمعنیٰ تقسیم کرنے' پھیلانے اور بکھیرنے کے آتا ہے۔ میرة اناج وطعام کو کہتے ہیں کہ ہماری لونڈی دیگر خواتین کی طرح گھر کا اناج لے کر بازاروں میں فروخت کر کے اسے ضائع نہیں کرتی یا بقدر ضرورت لے کر تقاضوں کی تکمیل کرتی ہے، ڈنڈی نہیں مارتی، چوری نہیں کرتی، تنقیثاً یہ مصدر من غیر بابه یا من غیر لفظه کے قبیل سے ہے۔ تاکیداً و مبالغة فی وصفها بالامانة والدیانة والصیانة (جمع ج۲ص۷۰) (تنقیثاً مصدر برائے تاکید ہے اور ابوزرع کی لونڈی کی وصف امانت دیانت اور حفاظت میں مبالغہ کے اظہار کے لئے ہے)

ولا تملأ بیتنا تغشیشاً : وہ ہمارے گھر کو پرندوں کے گھونسلوں کی طرح کھانس پھونس اور تنکوں سے نہیں بھرتی ، یعنی صفائی پسند ہے، ای انها مهتمة بتنظیفه والقاء كناسته (اتحافات ص۳۰۴) (کہ وہ صفائی کا پورا اہتمام کرتی ہے اور کوڑا کرکٹ کو (باہر) ڈالتی ہے)

ابوزرع کی ایک حسین خاتون سے ملاقات :

قالت خرج ابوزرع : اب تک توامّ زرع نے ابوزرع کے اپنے' اوران کے خاندان کے افراد حتیٰ کہ ان کی لونڈیوں تک کے حالات اور صفات بیان کئے۔ اب یہاں

Marfat.com

سے اپنی سرگذشت کا باقی حصہ بیان کرتی ہیں کہ ابوزرع ایک روز گھر سے سفر کے لئے نکلے، والاوطاب تمخض ' اوطاب جمع ہے، اس کی مفرد وطب آتی ہے' جس کا لفظی معنی مشک یا مشکیزہ ہے' جس میں دودھ رکھا اور بلویا جاتا ہے وھی انیة اللبن (اتحافات ص ۳۰۴) (لفظِ تمخض صیغہ مجہول ہے یعنی مشکیزہ کو حرکت دی گئی دودھ سے مکھن نکالنے کے لئے) تمخض 'مخض سے ہے بمعنی دودھ کو حرکت دے کر مکھن نکالنا و تمخض بالبناء المجھول ای تحرک لاستخراج الزبد من اللبن ۔ (مواھب ص ۱۹۴) اسی سے مخاض بھی آیا ہے، دردِزہ کو کہتے ہیں جو خواتین کو ہلا کے رکھ دیتا ہے، تمخض الاوطاب کا معنیٰ یہ ہے کہ ابوزرع کے سفر کے لئے خروج کے وقت دودھ کی مشکوں کو ہلایا جاتا تھا تاکہ مکھن اور چھاچھ علیحدہ علیحدہ ہو جائیں ۔ یہ دودھ کی کثرت اور مکھن کی کثرت سے کنایہ ہے۔ ابوزرع کا نکلنا صبح کے وقت بھی ہوسکتا ہے اور موسم بہار کا زمانہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ سبزہ زار کی وجہ سے جانور سیر ہوتے ہیں اور دودھ خوب دیتے ہیں اور دونوں معانی بیک وقت بھی مراد ہوسکتے ہیں کہ ابوزرع صبح کے وقت ایک دن موسم بہار میں گھر سے باہر نکلے۔

دولڑکے کون تھے :

فلقی امرأة معھا ولدان لھا 'اس نے ایک ایسی خاتون کے ساتھ ملاقات کی جس کے ساتھ دولڑکے بھی تھے ، کالفھدین وہ دونوں لڑکے چیتوں کی طرح چست و چالاک اور بیدار تھے، مثلھا فی الوثوب و اللعب و سرعه الحرکة (مواھب ص ۱۹۴) یہاں پر ولدان بمعنیٰ مصاحبان کے ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ یہ دونوں لڑکے اس کی اپنی اولاد بھی ہوں، اس لئے تو ولدان لھا کہا منھا نہ کہا۔

یلعبان سے مراد کیا ہے ؟

یلعبان : ابوزرع کی اس خاتون سے ملاقات کے وقت یہ دونوں لڑکے اس کی کمر کے نیچے یعنی خاتون کی گودی میں دواناروں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ خصرھا ای وسطھا و فی روایة من تحت صدرھا (جمع ج ۲ ص ۱۷) اس جملے کے دو معانی ہوسکتے

Marfat.com

ہیں، ایک تو حقیقی کہ اس خاتون کے سرین بڑے تھے اور خاصرہ (کمر) باریک تھی ،اسی لئے نیچے سے گویا فجوۃ تھا جس سے چھوٹے انار آ جا سکتے تھے اور لڑ کے حقیقی اناروں سے کھیل رہے تھے ...... تعنی انہا ذات کفل عظیم فاذا استلقت' علی قفاھا ارتفع الکفل بھا من الارض حتی یصیر تحتھا فجوۃ یجری فیھا الرمان (جمع ج۲ص ۱۷) مجازی معنیٰ یہ ہوسکتا ہے کہ خاتون کے دونوں پستانوں کو اناروں سے تشبیہ دی گئی ہو اور وہ لڑکے اپنی ماں کی حقیقی اولاد ہوں کہ وہ دونوں اپنی ماں کے پستانوں سے کھیل رہے تھے ' وقیل ذات ثدیین حسنین صغیرین کالرمانتین (جمع ج۲،ص:۱۷) ہر دونوں کی مراد ایک ہی ہے کہ وہ خاتون خوبصورت اور حسن و جمال کی پری پیکر تھی' ابوزرع نے دیکھا تو دل دے بیٹھا، جیسے کہ شیخ احمد عبدالجوادؒ فرماتے ہیں وھی کنایۃ عن الجمال و قد رغب أبوزرع فیھا لنجابتھا و نجابۃ اولادھا (اتحافات ص ۳۰۴)

ابوزرع نے طلاق دیدی :

فطلقنی ...... نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے ابوزرع نے طلاق دیدی اور اس سے نکاح کرلیا ۔اس طلاق دینے کے عمل میں بھی یہ خاتون ابوزرع کی مدح و توصیف کا پہلو نکال رہی ہے کہ جب اس کا دل ادھر مائل ہوا تو ظاہر ہے کہ دونوں کو گھر مں رکھنا' دونوں کے لئے سوکنیں ہونے کی وجہ سے باعث ملال ہوتا، لہٰذا دونوں کی اور خود ابوزرع کی بہتری اس میں تھی کہ مجھے آزاد کر دیتا۔ سو اس نے ایسا ہی کر دیا اور جدید خاتون سے نکاح کرلیا۔

گیارہویں خاتون نے نکاح کرلیا :

ونکحت بعدہ رجلاً' اپنی سرگذشت بیان کرتے ہوئے گیارہویں خاتون کہتی ہے کہ جب ابوزرع سے مجھے طلاق مل گئی تو میں نے بھی دوسرے ایک مرد سے نکاح کرلیا۔

زوجِ ثانی کی توصیف میں کمال :

رجلاً سریا ، جو رجلیّت میں کامل اور شرافت و سخاوت کا مجسمہ تھا۔ سریاً ای شریفاً و قیل سخیا (جمع ج۲ص ۱۷) ای من سراۃ الناس و اشرافھم (اتحافات ص ۳۰۴) جو

Marfat.com

اپنی قوم کا رئیس، آسودہ حال اور مالدار آدمی تھا، جو عمدہ گھوڑوں پر سواری کرتا تھا۔ شریا ای فرساً یمضی بلا فتور ولا انکسار قال ابن السکیت ای فرساً فائقاً جید ا(جمع ج۲ص ۱۷) (شریا کا معنیٰ گھوڑے کا تیز دوڑنا جس کی چال میں سستی اور ٹوٹا پن نہ ہو ابن سکیت فرماتے ہیں کہ شریاً کا معنیٰ عمدہ اور اچھا گھوڑا)

زوجِ ثانی کی بہادری کی توصیف :

و اخذ خطیاً ،اور وہ بے حد بہادر تھے کہ خطی نیزے استعمال کرتا تھا، خط یمن کے ایک علاقے کا نام ہے، جہاں عمدہ ترین جنگی نیزے تیار ہوتے تھے، گو خطی نیزہ ایک اعلیٰ اور عمدہ قسم کا نیزہ تھا جو ان کے استعمال میں ہوتا تھا، وھو الرمح المنسوب الی الخط قریة بساحل بحر عمان تعمل فیه الرماح (مواہب ص ۱۹۴) (خطیاً سے مرادوہ نیزہ جو خُط بستی (جو بحر عمان کے ساحل پر واقع ہے) کی طرف منسوب ہے اس میں اچھی قسم کے نیزے تیار ہوئے تھے)

حسنِ سلوک :

و اراح علی نعما ثریا : یہ زوج ثانی کے حسن سلوک کا بیان ہے کہ اس نے میری بہت دلجوئی کی، نعمتیں عطا کیں اور قسم قسم کے عمدہ جانور عنایت فرمائے، اراح یعنی انہوں نے بعد الزوال مجھے نعمتوں سے مالا مال فرمایا اور نعمتیں بھی کثرت سے اور نوع نوع کی، صاحب اتحافات کے الفاظ اس کے متعلق یہ ہیں ای کان یاتی بالنعم فی وقت الرواح و ھو مابعد الزوال و ثریا ای کثیرة من الثروة وھی کثرة المال (اتحافات ص ۳۰۴)

اراح سے مراد چرنے چگنے والے حیوانات بھی ہو سکتے ہیں۔ قرآن میں یہ لفظ اسی معنیٰ میں آیا ہے۔ حین تریحون و حین تسرحون (النحل:۶) (جس وقت کہ شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب چرانے کو نکالتے ہو) شیخ ابراہیم البیجوریؒ فرماتے ہیں أو ادخلها علی فی المراح والنعم الابل والبقر والغنم (مواہب ص ۱۹۴) (اور شام کے

Marfat.com

وقت ان (حیوانات) کومیرے سامنے لائے اورنعم سے مراد اونٹ، بیل، بکریاں مراد ہیں)

جانوروں کا جوڑا جوڑا عنایت فرمایا:

واعطانی یعنی احسان ومروت کی بھی اس نے انتہاء کردی اور مجھے ہر جانور کا جوڑا جوڑا عنایت فرمایا، رائحة، ہروہ جانور جوشام کے وقت گھر کولوٹتا ہے، ای من کل بھیمة ذاھبة الی بیته فی وقت الرواح (وھو ما بعد الزوال) (مواھب ص۱۹۴) زوجاً ای صنفاً او اثنین اثنین مبالغة فی الاحسان الیھا (اتحافات ص۳۰۴) زوج بمعنیٰ صنف کے قرآن میں آیا ہے، وکنتم ازواجًا ثلاثة۔

زوجہ کے خاندان کی کفالت کے احسانات:

وقال کلی امّ زرع: پھرزوجِ ثانی نے مجھے کہا یہ مال ودولت، اناج ونعمت اور حیوان وانعام سب تمہارے لئے ہیں، خوب مزے لے کر کشادہ دلی سے کھاؤ۔ امّ زرع منصوب ہے کلمۂ نداء محذوف ہے، نصب علی النداء ای یاامّ زرع (مناوی ج۲ص۷۲) (لفظ ام زرع منصوب بہ نداء ہے اصل میں یاام زرع ہوگا) ای کلی ما تشائین۔ (مواھب ص۱۹۴) و میری اھلک، میری امر ہے کبیعی و أطعمی (مناوی ج۲ص۷۲) یعنی اپنے خاندان' میکے' والدین اور رشتہ داروں پر احسان کرو، ان کے پاس بھی فراخدلی سے بھیجو وتفضلی علیھم وھو امر من المیرة وھی الطعام الذی یمتارہ الانسان ای یجلبه لاھله قال اللّٰہ تعالیٰ و نمیر اھلنا (جمع ج۲ص۷۲) (اپنے خاندان اور رشتہ داروں پراحسان کر، لفظِ میری یہ صیغہ امر حاضر میرة" سے ہے یہ وہ کھانا ہوتا ہے جوکوئی انسان اپنے خویش واقارب کو بھیجتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا قول نقل کرتے ہوئے کہ ونمیر اھلنافرمایا)

دونوں ازواج میں تقابل اورفوقیتِ ابوزرع:

فلو جمعت کل شی اعطانیه یہاں سے بطورِ تلخیص وآخر کلام کے ابوزرع

Marfat.com

کے نعمتوں کی کثرت' ان کے احسانات کی وسعت اور اس کے کرم واخلاق اور شفقت ومحبت کا بیان کر کے زوجِ ثانی سے اس کا تقابل کرنا چاہتی ہے۔ فلو جمعت... یعنی اگر میں زوجِ ثانی کی تمام نعمتوں وانعامات کو جمع کر کے یکجا کرلوں ، مابلغ ...... یہ سب کچھ جمع ہو کر بھی زوجِ اول ابوزرع کے عنایت فرمودہ ایک چھوٹے سے برتن کی مالیت اور عظمت و رفعت کو نہیں پہنچ سکتے۔ ما بلغ اصغر آنیة ابی زرع ای قیمتها او قدر مثلها (مواہب ص١٩٤)

زوجِ ثانی نے مجھے جس قدر بھی عنایات واکرام سے نوازا ہے یہ بہت کچھ ہے، مگر کچھ ہونے کے باوجود بھی زوجِ اول ابوزرع کی عنایات کی ایک حقیر ترین چیز معمولی سے برتن کی عظمت ومقام کے برابر نہیں ہو سکتے ، چہ جائیکہ اس کے عظیم' اور کثیر عنایات کا تقابل کیا جائے۔ شیخ ابراہیم البیجوریؒ فرماتے ہیں۔ یعنی انّ جمیع ما اعطاها لایساوی اصغر شئی حقیر مما لابی زرع فکیف بکثیرہ و فی ذالک اشارة الی قولهم ما الحب الا للحبیب الاول ولذالک کانت السنة تزوج البکر وهذا احد وجوہ احبیة عائشةؓ الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ۔(مواہب ص١٩٥)

(یعنی سب کچھ جو زوجِ ثانی نے مجھے دیا ہے وہ ابوزرع کی کسی چھوٹی حقیر چیز کے برابر بھی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ اس کی بڑی بڑی چیزوں اور نعمتوں کے ساتھ اس کی برابری ہو سکتی ہے اور اسی میں عرب کے اس مقولہ کو اشارہ ہے کہ محبت صرف پہلے دوست ہی سے ہوتی ہے اسلئے بہتر اور سنت ہے کہ باکرہ کے ساتھ نکاح کیا جائے اور آپ کی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ زیادہ محبت کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے) شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ نے لکھا ہے، وهذا یدل علی وفائها لزوجها الاول مع تطلیقها منه وانه لخلق نادر فی النساء (اتحافات ص٣٠٥) (اور یہ اس کی پہلے خاوند کے ساتھ طلاق دینے کے باوجود وفاداری کا ثبوت ہے اور یہ صورت اور برتاؤ عورتوں میں ایک نادر اور نایاب خصلت ہے)

فضیلتِ عائشہؓ وعظمتِ رسول ﷺ :

قالت عائشةؓ ...... ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب یہ پورا واقعہ

Marfat.com

بیان ہو چکا تو حضور اقدس ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا، کنت لک کابی زرع لامّ زرع میں بھی تمہارے حق میں ایسا ہی ہوں جیسے کہ ابوزرع اپنی بیوی امّ زرع کے حق میں تھا ۔ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں ای فی اخذک بکرا و اعطائک کثیرا لا فی الطلاق والفراق (جمع ج ۲ ص ۷۲) (یعنی تجھے بکرا نکاح کرنے میں اور بہت کچھ تجھ کو دینے میں نہ کہ طلاق دینے اور جدا کرنے میں) تشبیہ جمیع وجوہ میں نہیں، فالتشبیہ لیس من کل وجوہ کما یفید ذلک قولہ لک (مواہب ۱۹۵) (پس یہ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں جیسے کہ حضور ﷺ کے فرمان لکِ سے معلوم ہو رہا ہے) جبکہ طبرانی میں غیر انی لم اطلقک (بغیر اس کے کہ میں نے تجھے طلاق نہیں کہا) کی تصریح ہے اور طبرانی میں یہ اضافہ بھی ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے آپؐ کے جواب میں عرض کیا : یا رسول اللہ ! بل انت خیر من ابی زرع ، و من روایۃ الزبیر : بأبی و أمی ' لانت خیر لی من أبی زرع لأمّ زرع (اتحافات ص ۳۰۵) (اے میرے محبوب اور اللہ کے رسول بلکہ تو تو میرے لئے ابوزرع سے بہت اچھا ہے اور حضرت زبیرؓ کی روایت میں ہے کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں البتہ آپؐ تو بہت بہتر ہیں میرے لئے ابوزرع سے ام زرع کے لئے)

محدثین حضرات نے یہاں یہ بحث بھی کی ہے کہ اُصول کی رو سے اس حدیث کا مقام کیا ہے ۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے، وجہ ظاہر ہے کہ اس کی سند حضور اقدس ﷺ تک پہنچی ہے، البتہ یہ بات بہرحال واضح نہیں کہ گیارہ خواتین کی یہ حکایت خود حضور اقدس ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرمائی یا کسی نے آپؐ کی موجودگی میں یہ کہانی سنائی ۔

محدثین نے تصریح کی ہے کہ اگر اس قصہ کے راوی خود حضور اقدس ﷺ ہیں تو یہ بذاتہ مرفوع حدیث ہے اور اگر آپؐ کی موجودگی میں کسی دوسرے صاحب نے یہ قصہ بیان کیا ہے تو یہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے ان التشبیہ المتفق علی رفعہ یقتضی ان یکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمع القصۃ و عرفھا فاقرھا فیکون مرفوعاً کلہ من ھذہ الحیثیۃ (جمع ج ۲ ص ۷۳) (تشبیہ (کنت لکِ کابی زرع لام زرع) جو متفق

Marfat.com

علیہ مرفوع ہے یہ تقاضا کرتی ہے کہ آپؐ نے اس قصہ کو سنا بھی اور جانا بھی ہے پھر بھی اس کو برقرار رکھا ہے تو گویا سب حدیث اس حیثیت سے مرفوع ہوئی (البتہ از قسمِ حدیث تقریری ہوئی)

اخذِ مسائل :

حدیث باب سے اپنے اہل وعیال کے ساتھ حسنِ معاشرہ، سیدہ عائشہؓ کی فضیلت، قصہ گوئی اور ماضی کے واقعات سنانے کے جواز اور مشبہ کا ہر چیز میں مشبہ بہ کے ساتھ مساوی ہونے کی عدم ضرورت اور بغیر تعیینِ شخصیت کے کسی کی برائی بیان کرنا غیبت نہیں اور دیگر بھی بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، علامہ مناویؒ گذشتہ مسائل کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں وفیہ ندب حسن العشرة للاهل و فضل عائشة و جعل السمر فی خیر کملاطفة حلیلة والاخبار عن الامم الغابرة و ان المشبه لایعطی له حکم المشبه به من کل وجه لان المصطفی صلی الله علیه وسلم لم یطلق عائشة (مناوی ج۲ص۷۲)

کیا ذکرِ عیوبِ ازواج غیبت تھا ؟

باقی رہی یہ بات کہ ان خواتین نے اپنے ازواج کی غیر موجودگی میں ان کے عیوب ظاہر کر کے غیبت کا ارتکاب کیا ہے، پھر وہی عیوب آپؐ کے سامنے بیان ہوئے، مگر آپؐ نے نکیر نہ فرمائی یا آپؐ نے خود نقلِ حکایت کے صورت میں انکے عیوب بیان فرمائے اور قباحت محسوس نہ فرمائی، جو بظاہر غیبت ہے حالانکہ باری تعالیٰ کا حکم ہے لا یغتب بعضکم بعضاً (الحجرات:۱۲) (تمہارے بعض بعض کی غیبت نہ کریں) شارحینِ حدیث نے اس کے تفصیل سے جواب دیئے ہیں (۱) بغیر تعیینِ شخصیت کے کسی فرد کی برائی بیان کرنا شرعاً غیبت نہیں ہے، وان ذکر الانسان لابعینها و جماعة کذلک بامر مکروہ لیس بغیبة (جمع ج۲ ص۷۳) (کسی غیر معین شخص یا جماعت کا تذکرہ کسی غیر مناسب فعل کے ساتھ یہ غیبت نہیں)

Marfat.com

نیز شیخ عبدالرؤف لکھتے ہیں، وان ذکر المجهول بما یکره لیس غیبة والمراد جهله عند المتکلم والسامع (المناوی ج۲ص۷۲) (کسی مجہول شخص کا تذکرہ ناپسندیدہ فعل کے ساتھ کرنا غیبت نہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص متکلم اور سامع دونوں کو معلوم نہ ہو) شیخ ابراہیم البیجوری حدیثِ باب سے اخذِ مسائل کی تفصیل کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ وجواز ذکر المجهول عند المتکلم والسامع بما یکره فانه لیس غیبة غایة الامر أن عائشة ذکرت نساء مجهولات ذکر بعضهن عیوب أزواج مجهولین لایعرفون بأعیانهم ولا بأسمائهم و مثل هذا لا یعد غیبة علی انهم کانوا من اهل الجاهلیة و هم ملحقون بالحربیین فی عدم احترامهم (مواہب ص۱۹۵) (جو شخص متکلم اور سامع کے نزدیک مجہول ہو اس کے کسی ناپسندیدہ کام کرنے کے تذکرے سے غیبت لازم نہیں آتی اور یہ جائز بھی ہے زیادہ سے زیادہ قابل اعتراض بات یہ ہوئی کہ حضرت عائشہؓ نے ایسی چند مجہول عورتوں کا ذکر کیا جن میں بعض نے اپنے مجہول خاوندوں کے کچھ عیوب کا تذکرہ کیا جو نہ خود بذاتہ معلوم ہیں اور نہ کوئی ان کے نام وغیرہ اور اس جیسا تذکرہ غیبت شمار نہیں ہوتی اس کے علاوہ وہ زمانہ جاہلیت کے لوگ تھے جو حکماً اہلِ حرب کی طرح غیر محترم ہیں)

================================

Marfat.com

خصائل اور شمائل نبوی ﷺ

پر

مولانا عبدالقیوم حقانی

کی علمی اور عظیم تاریخی کاوشیں

نمبر	نام کتاب	صفحات
۱	شرح شمائل ترمذی (۳ جلد مکمل)	۱۶۰۸
۲	جمالِ محمد ﷺ کا دلربا منظر	۲۰۶
۳	روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں	۱۵۶
۴	ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضَو افشانیاں	۲۱۰
۵	آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاء پاشیاں	۲۰۲
۶	محبوبِ خدا ﷺ کی دلربا ادائیں	۱۹۷
۷	محبوبِ خدا ﷺ کی عبادت واعتدال	۱۸۷
۸	خصائل نبوی ﷺ کا دلآویز منظر	۱۶۶
۹	شمائل نبوی ﷺ کا ایمان افروز مرقع	۱۵۳

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

فون وفیکس ! (0923)630237---630094

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی تازہ، عظیم اور شاہکار علمی پیش کش

شرح شمائل ترمذی

(تین جلد مکمل)

ایک نادر تحفہ | تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی | ایک عظیم خوشخبری

حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائل ترمذی کی سہل و دلنشین تشریح، سلجھی ہوئی سلیس تحریر، اکابر علماءِ دیوبند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر ٹھوس دلائل و تفصیل، رواۃِ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قولِ فیصل، معرکۃ الآراء مباحث پر جامع کلام، علماءِ دیوبند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمالِ محمد ﷺ کا محدثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، اردو زبان میں پہلی بار منصۂ شہود پر ...... جدید ایڈیشن میں تمام حوالہ جات اور عربی عبارات کا بھی اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

صفحات : 1608 .... ریگزین ...... قیمت : 750 روپے

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین عظیم علمی اور فقہی پیش کش

اِسلامی آدابِ زندگی

تحریر ! محمد منصور الزمان صدیقی

پیشِ لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

قرآنی تعلیمات، احادیثِ نبوی، عبادات، معاملات، اعمال کے فضائل، بلندیٔ اخلاق وخصائل، محبت واطاعتِ رسول، محرمات سے اجتناب، منہیات کی نشان دہی، فرقِ باطلہ کا تعاقب، ردِّ بدعات، دعوتِ سنت واتحادِ امت، خدمتِ انسانیت ...... الغرض زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کے ہدایات سے معمور، مہد سے لحد تک اہم ضروری مسائل واحکام، سلیس اور بامحاورہ زبان میں ایک مطالعاتی معلّم اور محسن کتاب، اپنے موضوعات کے تنوع، تفہیم وتسہیل، افادیت اور تعلیم وتربیت کے حوالے سے ایک لاجواب کتاب۔

صفحات : 938 .... ریگزین .... قیمت : 350

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

Marfat.com

Marfat.com

مولانا عبد القیوم حقانی کی تصنیفات

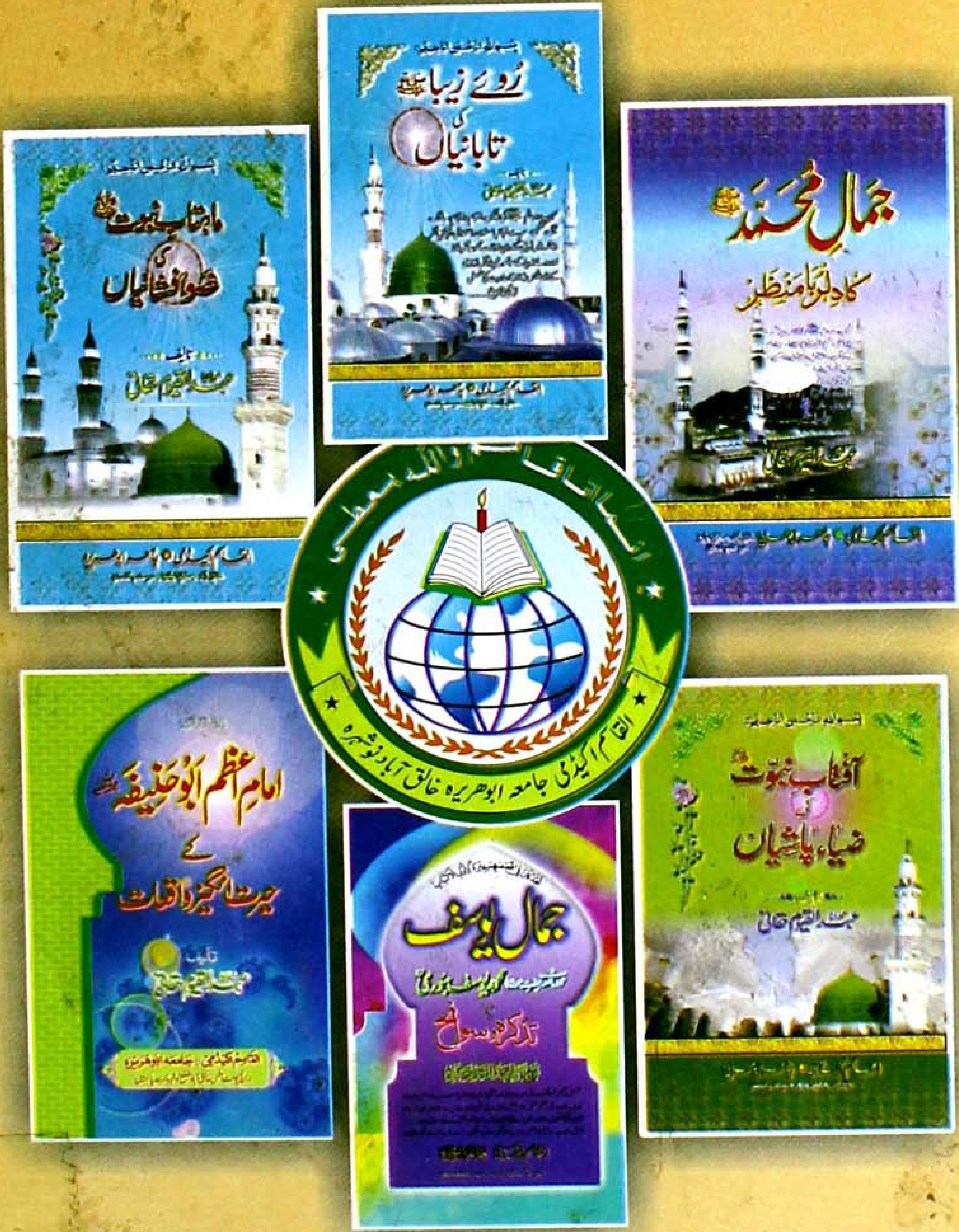

Marfat.com